تحفۃ الطلباء شرح اردو سفینۃ البلغاء

کامل دو حصے

شارح حصۂ اول

مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری

شارح حصۂ ثانی

مولانا ثمیر الدین صاحب قاسمی

تصحیح ومقدمہ

حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی

ناشر

جامعۃ القراءات، کفلیتہ

قال اللہ تعالی : ﴿خَلَقَ الانسانَ عَلَّمَہُ الْبَیَانَ﴾
قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : ((اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا))

یَـا طَـالِبًـا عِـلْمَ الْبَلاغَۃِ اِنَّـہُ ۔۔۔ تَاجُ الْعُلُوْمِ وَ حِلْیَۃُ الْاَقْوَالِ
یُعْطِیْکَ مِنْ سِحْرِ الْبَیَانِ فَصَاحَۃً ۔۔۔ وَمِـنَ الْبَـدِیْـعِ رَوَائِعَ الْاَمْثَالِ
وَاِذَا جَلَسْتَ بِمَجْلِسٍ مُتَکَلِّمًا ۔۔۔ جَـاءَ الْکَلَامُ مُطَابِقًا لِّلْحَالِ

تحفۃ الطلباء شرح اردو سفینۃ البلغاء

حصہ اول

مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری

تصحیح ومقدمہ

حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی

قال اللہ تعالی : ﴿خَلَقَ الانْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾
قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : ((اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا))

يَـا طَـالِبًـا عِـلْمَ الْبَلاغَةِ اِنَّـهُ — تَاجُ الْعُلُوْمِ وَ حِلْيَةُ الْاَقْوَالِ
يُعْطِيْکَ مِنْ سِحْرِ الْبَيَانِ فَصَاحَةً — وَمِـنَ الْبَـدِيْـعِ رَوَائِعَ الْاَمْثَالِ
وَاِذَا جَلَسْتَ بِمَجْلِسٍ مُتَكَلِّمًا — جَـاءَ الْكَلَامُ مُطَابِقًا لِّلْحَالِ

تحفۃ الطلباء شرح اردو سفینۃ البلغاء

شارح حصہ ثانی

مولانا ثمیر الدین صاحب قاسمی

تصحیح ومقدمہ

حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی

فہرست مضامین

تحفۃ الطلباء شرح اردو سفینۃ البلغاء حصۂ اول

دیباچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی خلق الانسان وعلمه البيان، والصلوة والسلام على سيدنا محمد رسول الانس والجان، وعلى آله واصحابه ذوى الجود والاحسان، امابعد :

ایک نا قابل ذکر واقعہ نے دل میں یہ داعیہ پیدا کیا کہ ''سفینۃ البلغاء'' کے اشعار و تمارین کو کسی ایسے استاذ سے حل کرنا چاہئے جن کو علوم بلاغت وفصاحت سے مناسبت کے ساتھ اس کتاب کے پڑھانے کا موقع بھی ملا ہو۔ اس کام کے لئے سب سے زیادہ موزوں استاذ محترم حضرت مولانا ایوب بندالہی صاحب سورتی دامت برکاتہم (خلیفۂ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمہ اللہ وناظم وبانی مجلس دعوۃ الحق برطانیہ) کی شخصیت معلوم ہوئی، جن سے مجھے ''مشکوۃ شریف'' جلد اول اور ''جلالین'' جلد ثانی اور ''ہدایہ رابع'' پڑھنے کی سعادت حاصل ہو چکی تھی۔ مولانا سے درخواست کی، موصوف نے از راہ محبت یہ درخواست منظور فرمائی اور ہفتہ میں دو دن شام کا وقت طے فرما دیا۔ چنانچہ راقم نے رفیق درس مولانا محمد صادق صاحب اور رفیق محترم مولانا محمد اعجاز صاحب کی معیت میں یہ سلسلہ شروع کیا، مگر چند ہی ہفتے گذرے تھے کہ یہ تعلیمی سلسلہ منقطع ہو گیا۔

میرا معمول یہ تھا کہ جتنا سبق پڑھتا گھر آ کر اس کو لکھ لیتا اور مولانا سے اس کی اصلاح کرا لیتا۔ اس طرح ''سفینۃ البلغاء'' کے تقریباً پندرہ صفحات پر کچھ کام ہو گیا۔ بعد میں مولانا کی گونا گوں مصروفیات سے یہ سلسلہ تو منقطع ہو گیا، مگر میں کچھ وقت نکال کر کام کرتا رہا۔ یکا یک ایک دن یہ خیال آیا کہ جن سے میں نے زمانہ طالب علمی میں ''سفینۃ البلغاء''

پڑھی ہے، یعنی استاذ محترم حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی دامت برکاتہم (مرتب تاریخ جامعہ ڈابھیل، وشیخ الحدیث مدرسہ آزادویل، جنوبی افریقہ، جن کی تبحر علمی اور ہر فن میں خداداد صلاحیت وقابلیت سے میں بہت متاثر تھا اور ہوں) سے اصلاح کرالی جائے تو مناسب ہے۔

یہ خیال آتے ہی میں نے حضرت مولانا کی خدمت میں تیار شدہ مواد مع ایک خط کے ارسال کر دیا اور اصلاح کی درخواست کی۔ حضرت مولانا نے بطیّب خاطر میری درخواست کو منظور فرمالیا اور مختصر وقت میں مسودہ اصلاح فرما کر ارسال فرمادیا۔ اس طرح یہ سلسلہ چلتا رہا۔ میں چند اوراق بھیجتا رہا اور حضرت مولانا اصلاح فرما کر روانہ فرمادیتے۔ ہوتے ہوتے ''سفینۃ البلغاء'' کے ۸۶ صفحات تیار ہو گئے۔ اور علم المعانی تک شرح کا کام مکمل ہو گیا اب علم بیان شروع کرنا تھا، مگر دوسرے ضروری کاموں نے اس کام کے تکمیل کی اجازت نہ دی۔ اس لئے حضرت مولانا ثمیر الدین صاحب مدظلہم سے درخواست کی بقیہ کام کو آپ مکمل فرمادیں۔ مولانا نے منظور فرما کر شرح کو مکمل کر دیا۔ وہ مسودہ بھی حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہم کی خدمت میں ارسال کر دیا گیا۔ موصوف نے اس پر بھی نظر ثانی فرمالی۔ اس طرح ''سفینۃ البلغاء'' جو ایک سے زائد اشخاص کی تالیف ہے اس طرح اس کی شرح بھی ایک سے زائد حضرات کی محنت وتوجہ کے بعد تکمیل تک پہنچی۔

اس کو ''تحفۃ الطلباء شرح اردو سفینۃ البلغاء'' کے نام سے موسوم کرتا ہوں اور اس کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہوں۔ ''علم بیان'' تک جزء اول اور ''علم بیان'' سے آخر تک جزء ثانی۔

آخر میں راقم سطور اپنے شفیق استاذ مخدومی حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی

دامت برکاتہم کا صمیم قلب سے شکر گذار ہے کہ موصوف نے نہ صرف کتاب کے مسودہ کا بالاستیعاب مطالعہ فرمایا، بلکہ اغلاط کی اصلاح بھی فرمائی، نیز راقم کی درخواست پر اس پر ایک وقیع مقدمہ بھی سپرد قلم کیا۔

اسی طرح مفکر ملت حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم (سابق رئیس فلاح دارین ترکیسر) واستاذ محترم حضرت مولانا ایوب صاحب بندالہی دامت برکاتہم کا بھی ممنون ہوں کہ ہر دو حضرات نے گراں قدر اور حوصلہ افزا تقریظ تحریر فرما کر ہمت افزائی فرمائی۔

شرح کی طباعت کے بعد کئی حضرات کی خدمت میں راقم نے اس کا نسخہ ہدیۃً ارسال کیا، مگر سوائے حضرت مولانا یوسف پٹیل ماما صاحب کفلیتوی دامت برکاتہم و چند گنے چنے احباب کے نہ کسی نے وصولی کی اطلاع دینے کی زحمت گوارہ فرمائی نہ زبانی یا تحریری شکریہ کا اخلاق فریضہ نبھایا۔ موصوف کا وہ گرامی نامہ بھی شامل اشاعت کرنا مناسب سمجھا گیا۔ اللہ تعالی انہیں جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔

مجھے اپنی کم مائیگی کا اعتراف ہے، یوں تو کسی بھی علم وفن میں کچھ نہیں آتا اور بالخصوص یہ فنون عالیہ سے تو بالکل محروم ہوں۔ چند کتابوں کی مدد اور بڑوں کی حوصلہ افزائی اور کچھ اپنی ہمت سے یہ کام ہو گیا۔

مشکلے نیست کہ آسان نہ شود مرد باید کہ ہراساں نہ شود

فن فصاحت وبلاغت کے اصول وقواعد سے ناواقفیت کی بناء پر بہت ممکن ہے کہ ترجمہ یا تشریح اور حل تمارین میں فروگذاشت ہو گئی ہوں، اگر چہ پوری شرح کو حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ نے ملاحظہ فرمایا ہے (البتہ امسال ’’سفینۃ البلغاء‘‘ پڑھانے کے

دوران بعض باتیں حاشیہ میں بڑھائی گئی ہیں، اس پر حضرت مولانا سے میں اصلاح نہیں کرا سکا ہوں) تاہم جو کوتاہیاں رہ گئی ہوں وہ اس ناکارہ کی طرف منسوب ہوگی اور اسی کی ہیں۔

راقم نے مطلب کی توضیح وتشریح میں اپنی طاقت بھر کوشش کی ہے، مگر بشر ہوں اگر کوئی بات رہ گئی ہو یا کوئی بات خلاف تحقیق نظر آئے تو ارباب نظر سے امید ہے کہ بجائے حرف گیری کرنے کے ؎

بقدر وسع در اصلاح کوشند — اگر اصلاح نتوانند پوشند

فرحم الله امرأ نظر بعين الانصاف اليه — ووقف فيه على خطاء فاطلعني عليه

حمدت الله ربي اذ هداني — لما ابديت مع عجزي و ضعفي

فمن لي بالخطاء فارد عنه — ومن لي بالقبول ولو بحرف

مرغوب احمد لاجپوری

ڈیوز بری (برطانیہ)

۲۰ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ، مطابق ۲۸ راگست ۱۹۹۴ء

بروز یکشنبہ

....

تشکر:......''تحفۃ الطلباء'' کی پروف و اصلاح میں رفیق محترم مولانا شبیر احمد بن فضل کریم صاحب مدظلہ (مقیم راچڈیل) نے از حد تعاون فرمایا، راقم ان کا تہہ دل سے شکر گذار ہے، اللہ تعالیٰ انہیں دونوں جہاں میں بہترین بدلہ عطا فرمائے، آمین۔ مرتب

تقریظ

از: مفکر ملت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم
سابق رئیس فلاح دارین، ترکیسر، ضلع سورت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآن مجید کے معانی سمجھنے اور اس کے مطالب کو صحیح طور پر اخذ کرنے کے لئے بہت سے علوم کا حاصل کرنا ضروری ہے۔ جس میں صرف، نحو، لغت اور علم معانی، بیان و بدیع (جن کو علوم بلاغت کہا جاتا ہے) کا جاننا تو نہایت ہی اہم ضرورت ہے۔ خصوصا قرآن مجید کا وہ اعجاز جس کا تعلق نظم و عبارت کے ساتھ ہے، علم بلاغت کے بغیر سمجھا ہی نہیں جا سکتا۔

اسی لئے علامہ سیبویہ (م ۱۸۰ھ) سے لے کر آج تک سینکڑوں علماء اپنی اپنی کتابوں میں اس فن کے اصول وقواعد پر بحث کرتے رہے ہیں۔ علامہ سیبویہ سے لے کر علامہ سکاکی کے دور تک یہ فن باقاعدہ مرتب و منظم نہیں تھا۔

مگر جب علامہ سکاکی (م ۶۲۶ھ) نے ''مفتاح'' لکھی تو اس کے فن ثالث میں علوم بلاغت کے قواعد کو مرتب فرمایا۔ اس کتاب کو قبول عام ہونے کی وجہ سے متعدد علماء نے اس کی شرحیں لکھیں اور بلاد اسلامیہ میں فن بلاغت کے لئے اسی کو مرجع سمجھا گیا۔

پھر علامہ جلال الدین قزوینی رحمہ اللہ (م ۷۳۹) نے اس کی تلخیص فرمائی، جو سالہا سال تک درس میں شامل رہی۔ صاحب تاریخ البلاغۃ تحریر فرماتے ہیں:

''وھو متن مشھور طویل جدًا، نال شھرۃ واسعۃ واصبح من اروج المختصرات وعنی بشرحہ الجم الغفیر من المشارقۃ والترک والمصریون

فی کل العصور واقبل علیه الناس والعلماء قراءۃً وتدریسا''۔

(احادیث فی تاریخ البلاغۃ ص ۷۸)

تلخیص کی متعدد شرحیں لکھی گئیں، جس میں مختصر ومطول اور پھر ان کی شروحات وحواشی' ہمارے برصغیر کے مدارس میں درس میں شامل رہیں، مگر جب طلباء میں علمی استعداد کمزور ہونے لگی تو ان کتابوں کا منطقی طرز استدلال اور فلسفیانہ بحثیں ثقیل معلوم ہونے لگیں اور ایسی کتابوں کی جستجو شروع ہوئی' جو فن کے مسائل کو آسان طرز پر لکھ کر مثالوں سے تطبیق کرادے۔

ادھر مصر وشام اور لبنان میں برطانوی وفرانسی انقلاب کے بعد جدید طرز کے مدارس کھلے اور عربی ادب وصرف اور بلاغت کی تعلیم کے لئے ان قدیم کتابوں کی بجائے جدید کتابیں تیار ہونے لگیں تو طلباء وعلماء کا رجحان ان کتابوں کی طرف بڑھنے لگا۔

ان جدید کتابوں میں علی جازم اور مصطفیٰ امین کی ''البلاغۃ الواضحۃ'' اور بعض اساتذہ کی ''سفینۃ البلغاء'' نامی کتاب برصغیر کے مدارس میں بھی درس میں شامل ہوکر مقبول عام ہوئیں، مگر ان کتابوں میں بہت سے عربی محاورات اور اشعار تمرین کے لئے پیش کئے گئے ہیں، جن کا سمجھنا ہمارے ہندو پاک کے عربی چہارم وپنجم کے طلباء کے لئے مشکل تھا، اور عرصہ سے اس کی ضرورت محسوس ہورہی تھی کہ ان کتابوں کی تفہیم کے لئے آسان اردو شرح ہونی چاہئے، کیونکہ بعض مدارس میں اسی دشواری کے سبب تمرینات کو چھوڑ دیا جاتا ہے، جس کے سبب ان کتابوں کی افادیت ختم ہوجاتی ہے۔

جولائی ۱۹۹۴ء میں راقم الحروف کا برطانیہ کا سفر ہوا تو عزیزم مولوی مرغوب احمد لاجپوری سلمہ نے ''سفینۃ البلغاء'' کی اردو شرح کا مسودہ پیش کیا، اس کو مختلف جگہوں سے

دیکھا اور محسوس ہوا کہ ترجمہ اور شرح سے کتاب کے مطالب آسانی سے سمجھ میں آسکتے ہیں، اور انشاءاللہ اب طلباء کو کسی قسم کی دقت کا سامنا نہیں ہوگا۔

اس شرح میں حضرت مولانا ثمیر الدین صاحب مدظلہ کی محنتیں بھی شامل حال رہی ہیں، موصوف ایک جید الاستعداد عالم ہیں، جن کو درس وتدریس کا اچھا تجربہ ہے۔

اور عزیزم مولانا مرغوب احمد صاحب سلمہ لاجپور ضلع سورت کے ایک علمی گھرانے کے چشم و چراغ اور پاکیزہ ذوق رکھنے والے نوجوان عالم ہیں۔ موصوف کے جد امجد حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ صاحب تصانیف بزرگ تھے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس خاندان کا علمی فیض اب ''مرغوب ثانی'' کے ذریعہ عام ہوگا۔ اللہ تعالیٰ موصوف کے علم وعمل میں برکت عطا فرماوے، اور مدارس عربیہ کے طلباء کو نفع پہنچائے، اور عزیز موصوف کو مزید علمی خدمات کی توفیق بخشے، آمین۔ **ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب**

احقر عبداللہ غفرلہ کاپودروی

نزیل بولٹن...... یو کے

۱۱رصفر المظفر ۱۴۱۵ھ، مطابق ۲۱رجولائی ۱۹۹۴ء

تقریظ

از:حضرت مولانا ایوب بندالٰہی صاحب دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برصغیر کے مدارس عربیہ میں عام طور سے درس نظامی پڑھایا جاتا ہے،اوراس میں پڑھائی جانے والی کتب کی شروح وتعلیقات اس کثرت سے ہوگئیں کہ متوسط الاستعداد نو فارغ وفاضل کوبھی اگرکوئی کتاب پڑھانے کو دے دی جائے تو وہ اسے محنت ومطالعہ سے حل کرلیتا تھا۔

لیکن جب سے افادیت یاتسہیل کے پیش نظرمصروعرب کی جدید تالیفات درس نظامی میں داخل کی گئیں تو ہمارے اساتذہ کو پڑھانے میں خاصی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا،اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کتابوں میں تمرینات وامثلہ بکثرت ہیں اور وہ کتب لغت اور دواوین ادب سے چن چن کر جمع کی گئی ہیں۔

ادھر برصغیر کے مدارس عربیہ کے کتب خانوں میں عام طور سے لغت وادب کی بڑی بڑی کتابیں خود ہی ناپید ہوتی ہیں، پھرایک ایک مدرس کو چھ چھ اور بعض اوقات اس سے بھی زیادہ مختلف فنون کی کتابیں پڑھانی پڑتی ہیں،اس کے پاس اتنا وقت ہی نہیں ہوتا کہ وہ ان مثالوں اورتمرینات کواصل ماخذ ومصادر سے تلاش کرکے سمجھنے کی کوشش کرے۔

انہی کتب میں ’’سفینۃ البلغاء‘‘علم بلاغت میں ایک جدید مصری تالیف ہے جوانتہائی سہل انداز میں ترتیب دی گئی ہے۔ ہر باب میں چنداصول وقواعد بتا کراس کی تمرینات در تمرینات دی ہیں، اس سے طالب علم کو بڑا نفع ہوتا ہے اور وہ قواعد ذہن نشین ہوجاتے ہیں،مگر مدرس کو یہ دشواری پیش آرہی ہے کہ اس پر برائے نام حاشیہ ہےاورتمرینات کے

مأخذ ومصادر ہمارے کتب خانوں میں ناپید ہیں۔کون سی مثل کب کہی گئی؟ اس کا تاریخی پس منظر کیا ہے؟ پورے قصیدہ میں سے ایک دو شعر محل استشہاد واستدلال میں ذکر کئے گئے ہیں تو اس کا سیاق وسباق کیا ہے؟ شاعر کی مراد' الفاظ کی لغوی تحقیق؟ یہ سب مسائل عقدۂ لاینحل تھے،ضرورت تھی کہ اس پر تحشیہ وتعلیق اور استخراج کا کام کیا جائے۔

خوشی کا مقام ہے کہ ہمارے ایک فاضل دوست مولانا ثمیر الدین قاسمی صاحب اور تلمیذ عزیز مولوی مرغوب احمد لاجپوری صاحب نے مل کر اس پر تحشیہ وتعلیق کا فریضہ انجام دے کر دریا کو عبور کرنے کی کوشش کی،اس طرح یہ دونوں حضرات بلاغت کی کشتی (سفینۃ البلغاء) کے ملاح بنے،اور امید ہے کہ اب مستفدین کو سفینہ میں بیٹھ کر تیرنا اور دریا کو عبور کرنا آسان ہو جائے گا۔

گو یہ اس سلسلہ کی آخری کوشش قرار نہیں دی جاسکتی اور ابھی اس میں کافی اضافہ وتحقیق کی گنجائش ہے، پھر بھی جتنا کیا وہ انشاء اللہ بعد والوں کے لئے مشعل راہ بنے گا۔اللہ تعالی اس سعی بلیغ کو مثمر اور طالبین کے لئے مرغوب طبع بنائے،آمین۔

بندہ محمد ایوب سورتی
خادم مجلس دعوۃ الحق، یوکے

تأثر و تشکر

از: حضرت مولانا یوسف احمد پٹیل ماما صاحب کفلیتوی دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام مسنون! خیریت طرفین مطلوب۔ بعدہ عرض اینکہ آپ محترم صاحب کی طرف سے کتاب مسمی ''**تحفة الطلباء شرح سفينة البلغاء**'' کافی وقت پہلے موصول ہوئی تھی۔ جواب دینے میں تاخیر ہوئی، لہذا بندہ عفو کا خواستگار ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالی آپ کی سعی کو مشکور کرے اور مذہبی و دینی عالم بلاغت کو عمومی طور پر اور مدارس اسلامیہ کے اساتذہ اور طلباء کے لئے خصوصی طور پر مفید عام و تام ہو۔

خود تفتازانی کے الفاظ یہ ہے کہ:

''**وان هذا الفن قد نضب اليوم مأءُه فصار جدلا بلا اثر وذهب روائه فعاد خلافا بلا ثمر حتى طارت بقية آثارا السلف ادراج الرياح**''

یہ تو اس وقت کی بات ہے جب ان علوم کے بارے میں میدان کافی گرم تھا۔ وقت کے گذرنے کے ساتھ شوق وانہماک کم ہوتا گیا اور آج یہ حال ہے کہ الا ماشاء اللہ، اس فن میں رغبت رکھنے والا کوئی ہو۔ ایسے وقت میں شرح مذکور کا خوش طباعت سے آراستہ و پیراستہ ہوکر منازل شاقہ کو طے کرنے کے بعد مدارس اسلامیہ کے اساتذہ وطلباء کی نظر و مطالعہ میں آجانا بڑی خوش نصیبی کی بات ہے۔

عمومی طور پر ہمارے اسلافوں نے متون وشروحات متون میں کافی وافی اور شافی زور آزمائی کی ہے، مگر اس کتاب کی طرف کسی نے بھی توجہ مبذول نہ کی، حالانکہ یہ کتاب مدارس اسلامیہ میں ایک مدت سے داخل نصاب ہے۔ خدا بھلا کرے آپ کا کہ آپ نے

حوالوں کو تلاش کرنے میں بہت ہی جدوجہد کی ومنازل شاقہ سے گذرے۔ اصل کتاب سفینہ میں طباعت کی غلطیاں تھیں ان کی بھی اصلاح کی گئیں اور اپنے موجودہ اساتذہ کرام اسلافوں اور ان کی کتابوں اور معاصرین علماء کرام سے افادہ استفادہ کرتے ہوئے شرح مذکور لکھی، اور طباعت کے مراحل سے گذار کر ایک علمی دسترخوان تیار کرلیا۔ امید قوی ہے کہ اس فن سے رغبت رکھنے والے خصوصی طور پر ہاتھوں ہاتھ لیں گے اور اساتذہ اور طلباء بھی۔ اور یہ بھی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی اس کو مقبول عام کرے اور اس کا نفع عام بھی ہو اور تام بھی۔ اور مزید علمی خدمت کا موقع کا میسر فرماتے ہوئے زندگی میں برکت عطا فرمائیں اور حاسدین ومعترضین کی نظر بد سے محفوظ ومامون رکھے، آمین۔

آئندہ دوسری طباعت کا ارادہ ہو تو گذارش ہے کہ ہر قواعد واصل کے جو شواہد عربی کے ہیں ان کے ساتھ ساتھ اردو کے بھی شواہد پیش کردیئے جائیں تو میں اس کی ذاتی طور پر اچھا سمجھتا ہوں، اور اس سلسلہ میں آپ تعاون کتاب مسمی ''تذکرۃ البلاغۃ'' مصنفہ مولانا ذوالفقار علی صاحب دیوبندی صاحب رحمہ اللہ سے حاصل کرسکتے ہیں، ناچیز کے پاس ''تذکرہ البلاغۃ'' کی فوٹو کاپی (عکسی نقل) موجود ہے، ضرورت ہونے پر ناچیز خدمت کے لئے تیار رہے گا، انشاء اللہ۔

لکھنا تو اور بھی چاہتا ہوں، مگر قلم کو روک لیتا ہوں اور بس۔ دعا کی درخواست کی۔ فقط والسلام۔

بندہ یوسف احمد پٹیل ماما عفی عنہ

۲۸ / جمادی الآخر ۱۴۴۸ھ ۲۹ / اکتوبر ۹۷ء

بروز بدھ

مقدمہ

از: حضرۃ الاستاذ مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ اسلامیہ آزادویل، جنوبی افریقہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدًا و مصلیًا و مسلمًا، اما بعد :

فصاحت و بلاغت

فصاحت و بلاغت کسی بھی زبان میں ایک ایسی چیز ہے جس سے متکلم کی بات صاف صاف سمجھ میں آجاتی ہے، اور سننے والوں پر اس کا گہرا اثر پڑتا ہے، اور کلام سے یہی مقصود بھی ہے۔ کسی نے کہا ہے ؎

سمجھ میں صاف آجائے فصاحت اس کو کہتے ہیں
اثر ہو سننے والوں پر بلاغت اس کو کہتے ہیں

فصاحت و بلاغت کی اصطلاحی تعریف اور اس کی تفصیل کتاب میں آرہی ہے، لغوی معنی کے لحاظ سے شعر میں جو بات کہی گئی ہے وہ بالکل صحیح معلوم ہوتی ہے۔

انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام دعوت و اصلاح کے لئے آتے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ ان کو اس صفت سے آراستہ فرما کر بھیجتے تھے، اس کے علاوہ ان میں دردوفکر اور سوزش قلب و جگر کی صفت بھی ہوتی تھی اس لئے وہ انتہائی خیرخواہ اور نفع رساں ہوتے تھے، ان کی باتیں دل کی گہرائی سے نکلتی تھیں اور دل پر اثرانداز ہوتی تھیں۔ ع

"از دل خیزد بر دل ایزد"

اسی کو کہتے ہیں ؎

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

لیکن سلیقہ سے بات کرنے کے لئے فصاحت و بلاغت درکار تھی، اسی لئے موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنے حضرت بھائی ہارون علیہ السلام کی رسالت کی درخواست پیش کی تو فرمایا: ﴿واخی هارون هو افصح منی لسانًا فارسله معی رداً یصدقنی﴾

(سورہ قصص، آیت نمبر: ۳۴)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ دعوت وتبلیغ کے لئے زبان کی فصاحت و بلاغت بھی مطلوب ہے۔ گو تنہا یہی کافی نہیں، حدیث میں آیا ہے: ((ان من البیان لسحرا)) بعض بیان جادو کی طرح مؤثر ہوتے ہیں۔ (ترمذی شریف ص۲۳ ج۲ عرف شذی)

رسول پاک ﷺ کی بعثت جس زمانہ اور علاقہ میں ہوئی، فصاحت و بلاغت اس کا طرۂ امتیاز تھا، اسی لئے رسول اللہ ﷺ کو قرآن جیسا کلام معجز عطا فرمایا گیا، اور عرب کے فصحاء اور بلغاء کو دعوت مقابلہ دی گئی، لیکن ''صدائے برنخواست'' جس کی وجہ سے آپ کی رسالت ونبوت ثابت ہوگئی۔ اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوتے گئے اور قیامت تک داخل ہوتے رہیں گے۔ ((او انما کان الذی اوتیت وحیا اوحاه الله الی واجوا ان اکون اکثرهم تبعًا یوم القیامة)) (بخاری شریف ص۷۴۴ ج۲)

خود رسول پاک ﷺ کو بھی عرب کا سب سے فصیح و بلیغ فرد بنایا گیا، ایک جملہ حدیث کے نام سے مشہور ہے ''انا افصح من نطق بالضاد'' یا ''انا افصح العرب بید انی من قریش'' (میں عرب کا سب سے فصیح شخص ہوں مزید برآں یہ کہ میں قریشی ہوں) اگرچہ اس کا کسی کتاب میں سند سے مروی ہونا محدثین کو معلوم نہیں، لیکن اس کا معنی اور مضمون صحیح ہے۔ (الموضوات الکبریٰ للقاری ص۷۰/۷۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کی اس شان سے تعجب فرماتے اور پوچھتے تھے کہ آپ ہم میں سب سے زیادہ فصیح کیوں ہیں جب کہ آپ کہیں باہر گئے بھی نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: حضرت اسماعیل کی زبان ولغت یعنی اس کی فصاحت کا کمال مٹ گیا تھا، حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے پاس لائے تو میں نے اس کو یاد کرلیا۔

علامہ جار اللہ زمخشری جو اعجاز قرآن کے بڑے عالم تھے، انہوں نے بھی لکھا ہے کہ عرب کے فصحاء و بلغاء آپ ﷺ کے سامنے عاجز تھے، اور یقین کرلیا تھا کہ اللہ جل شانہ نے آپ کی زبان مبارک پر خالص عربی زبان کا القاء فرمادیا ہے، اس لئے کوئی خطیب آپ ﷺ کے سامنے کھڑا نہیں ہوسکتا تھا۔

علامہ ابن القیم نے بھی فرمایا: آپ ﷺ مخلوق میں سب سے زیادہ فصیح، شیریں کلام اور بات کو جلد ادا کرنے والے تھے، اس لئے آپ کا کلام دلوں کو کھینچ لیتا اور روح پر قبضہ کرلیتا تھا۔ دشمنوں نے بھی آپ کی اس صفت کا اقرا کیا ہے۔

(فیض القدیر شرح جامع الصغیر للمناوی ص۸۱ ج۵)

عرب کے لوگ فطری طور پر فصیح و بلیغ تھے، ان کو کسی قاعدے اور قانون کی ضرورت نہیں تھی، امی ہونے کے باوجود نثر و نظم دونوں میں فصیح و بلیغ کلام کرتے، لیکن جب اسلام عرب اور اس کے باہر پھیل گیا اور مختلف دیگر زبان بولنے والے اسلام میں داخل ہوئے اور عربوں کا ان سے اختلاط ہوا تو ایک تو خود عربی زبان میں تبدیلی شروع ہوئی، اور دوسری بات یہ ہوئی کہ عربی زبان کے اصول وقواعد منضبط کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نحو کے کچھ قواعد وضع کئے اور اپنے شاگردوں کو اس کی طرف متوجہ کیا۔ ابوالاسود دئلی (متوفی ۶۹ ھ) نے نحو کے اور قواعد جمع کئے، ان کے شاگرد مسلم فراء

(م ۱۸۷ھ) نے صرف کے قواعد وضع کئے۔ (قرۃ العیون ص ۱۱۷/۱۱۸)

علوم بلاغت کی ابتداء دوسری صدی سے ہوئی، علم معانی میں سب سے پہلے جعفر بن یحیٰ برمکی (م ۱۸۷ھ) نے کچھ لکھا، ان کے بعد جاحظ (م ۲۵۵ھ) نے اس پر اپنی کتاب ''البیان و التبیین''لکھی، اس کے بعد ترقی ہوتی رہی، علامہ عبدالقاہر جرجانی (م ۴۷۲ھ یا ۴۷۱ھ) نے ''دلائل الاعجاز'' سکاکی (م ۶۲۶ھ) نے ''مفتاح العلوم''لکھی جو بہت مشہور ہوئی، علم بیان میں سب سے پہلی کتاب ''مجاز القرآن'' ابوعبیدہ معمر بن مثنی کی ہے، ان کے بعد بہت سارے لوگوں نے اس موضوع پر کتابیں لکھیں جیسے ''سر الصناعۃ'' و ''اسرار البلاغۃ'' بوعلی (م ۳۸۸ھ) نے کمال البلاغۃ، شمس المعانی قابوس (م ۴۰۳ھ) نے ''سحر البلاغۃ'' و''سر البراعۃ'' ثعالبی نے ''اسرار البلاغۃ'' عبدالقاہر جرجانی نے ''اساس البلاغۃ'' جاراللہ زمخشری نے (م ۵۳۸ھ)۔

علم البدیع کے موجد خلیفہ عبداللہ بن المعتز (م ۲۹۶ھ) ہیں جنہوں نے اپنی کتاب ''کتاب البدیع'' اس موضوع پر سب سے پہلی کتاب لکھی۔ پھر قدامۃ بن جعفر کاتب بغدادی (م ۳۱۰ھ یا ۳۳۷ھ) نے ''نقد النثر'' اور ''نقد الشعر'' وغیرہ لکھی۔

اس موضوع کی مزید کتابیں یہ ہیں: ''کتاب الصناعتین'' ابوہلال حسن بن عبداللہ بن سہل عسکری (م ۳۹۵ھ) کی ''اعجاز القرآن'' قاضی ابوبکر باقلانی (م ۴۰۳ھ) کی ''العمدۃ فی محاسن الشعر و آدابہ'' ابوعلی بن رشیق قیروانی (م ۴۵۶ھ) کی ''التضریع فی البدیع'' ابن منقذ کی، خزانۃ الادب'' ابن حجر حموی (م ۸۳۷ھ) کی۔

(قرۃ العیون ص ۱۲۳ تا ۱۲۸)

ابویعقوب سکاکی نے ''مفتاح العلوم'' کی قسم ثالث میں ان تینوں علوم کو جمع کیا۔

علامہ جلال الدین قزوینی (م۷۳۹ھ) نے اس کی تلخیص کی۔ جو ''تلخیص المفتاح'' سے مشہور ہے۔ اس کی شرح علامہ سعد الدین تفتا زانی (م۷۹۲ھ) نے کی۔ ایک ''مطول'' اور دوسری اس کی مختصر ''مختصر المعانی'' کے نام سے مشہور اور بہت سے مدارس میں داخل ہے۔ ''البلاغة الواضحة''، ''دروس البلاغة'' اور ''سفينة البلغاء'' بھی بہت سے مدارس میں داخل درس ہیں۔

علوم بلاغت کی ان کتابوں کو پڑھنے پڑھانے سے مقصود یہ ہے کہ ہم جان سکیں کہ قرآن کیوں اور کس طرح معجزہ ہے؟ اور آنحضورﷺ کی احادیث کیوں اور کس طرح بلاغت کی اعلیٰ مقام پر فائز ہیں؟

یوں تو اعجاز قرآن کے بارے میں مشہور ہے کہ ''لم يدر اعجاز القرآن الا الاعرجان'' یعنی اعجاز قرآن کو صرف دو لنگڑوں نے سمجھا۔ ایک عبدالقاہر جرجانی اور دوسرے علامہ جاراللہ زمخشری۔ اور علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کہا کرتے تھے کہ ''وانا ثالثهما'' یعنی میں ان دونوں کا تیسرا ہوں۔

لیکن ان کتابوں کو اچھی طرح پڑھنے پڑھانے سے قرآن وحدیث کی فصاحت و بلاغت کا کچھ اندازہ ضرور ہو جاتا ہے۔ نیز عربی زبان کے اسلوب و بیان کا ذوق پیدا ہوتا ہے۔ خود بھی مشق کے بعد اچھا کلام کرنا آسان ہوتا ہے۔ ان مقاصد کے لئے یہ فنون پڑھائے جاتے ہیں۔ تفسیر کی کتابیں پڑھنے سے قبل اس فن کو اچھی طرح پڑھ لینا چاہئے۔

کچھ ''سفينة البلغاء'' کے بارے میں

''سفينة البلغاء'' چند مؤلفین کی مشترک تصنیف ہے۔ جن کے نام معلوم نہیں، شاید وہ عیسائی تھے۔ اس کتاب کا پرانا نسخہ مصر میں عیسائیوں کے مدرسہ کا چھپا ہوا تھا۔ جامعہ

ڈابھیل کے کتب خانہ میں تھا۔ یہ کتاب جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ،ڈابھیل وسملک ' گجرات الہند میں ۱۳۵۷ھ میں داخل نصاب نظر آرہی ہے۔جب کہ جامعہ کے شیخ الحدیث اورصدر مدرس حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تھے۔اور مدرسین میں حضرت مولانا عبد الرحمٰن امروہی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی رحمہ اللہ بھی نظر آرہے ہیں۔

یہ کتاب حضرت مولانا ادریس سکھروڈی رحمہ اللہ کے زیر درس رہی۔

(دیکھئے! تاریخ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ص ۹۹)

شاید اس وقت سے اب تک داخل نصاب ہے۔جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ہی نے اس کی دوبارہ طباعت بھی ''المطبعة الاعظمية'' مئو،اعظم گڈھ سے کرائی ہے۔

افادیت کے پیش نظر ''مختصر المعانی'' سے قبل پڑھانے کے لئے داخل نصاب کی گئی ہوگی۔اور واقعۃً اگر اس کی تمرینات کو اچھی طرح حل کیا جائے اور کرایا جائے تو بہت مفید کتاب معلوم ہوتی ہے،لیکن اس کتاب کے حل کے لئے اب تک کسی دلیل اور راہبر یا شرح کا علم نہیں،اس لئے اس کی ضرورت تھی کہ اس کی کوئی شرح لکھے،مجھ سے بھی بعض شاگردوں نے اس کا مطالبہ کیا،اس لئے کہ میں نے بھی یہ کتاب کئی سال جامعہ ڈابھیل میں پڑھائی تھی،لیکن مجھے اس کا موقع نہیں مل سکا۔یہ سعادت کچھ اور لوگوں کے حصہ میں تھی۔

کچھ اس شرح کے متعلق

یہ شرح دو عالموں کی محنت کا نتیجہ ہے۔علم معانی والا حصہ مولانا مرغوب احمد لاجپوری سلمہ کا لکھا ہوا ہے۔اور علم بیان اور علم بدیع والا حصہ مولانا ثمیر الدین صاحب زید مجدہ کا لکھا ہوا ہے۔

ان دونوں نے کتاب کو حل کرنے کی پوری کوشش کی ہے، مجھ سے جو کچھ ہو سکا ہے ان دونوں کی مدد کی کوشش کی ہے۔اس طرح شرح بھی اصل کتاب کی طرح "لطیفٌ من الاساتذہ" ہے۔

یہ دعوی تو نہیں کیا جا سکتا ہے کہ کتاب بالکلیہ صحیح حل ہوگئی ہے۔ یقیناً کچھ غلطیاں اور کمی ہوگی ۔امید ہے کہ اساتذۂ کرام غلطیوں کی اصلاح فرما کر مشکور ہوں گے۔البتہ یقین ہے کہ طلباء کو اس سے فائدہ ہوگا۔اور اساتذۂ مدارس کو بھی اس سے سہولت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ اس شرح کو قبول فرمائے۔اور محنت کرنے والوں کو علماء وطلباء کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے ،اور اس کے ذریعہ سے علوم بلاغت کو اچھی طرح پڑھ کر قرآن و حدیث کا فہم عمیق نصیب فرمائے ،ان پر عمل اور ان کی اشاعت وتبلیغ کی توفیق ارزانی فرمائے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز ۔

فضل الرحمٰن اعظمی

۳۰ر صفر ۱۴۱۵ھ، مطابق ۸راگست ۱۹۹۴ء

بروز پیر

فاتحة الكتاب

فَتَّاحِ الْهَادِیْ اِلٰی سَبِیْلِ النَّجَاحِ

سَانَ عَلیٰ صُوْرَتِهٖ کَمِثَالِهٖ ' وَزَیَّنَهٗ بِفَصَاحَةِ الْمَنْطِقِ

ضَالِهٖ ' اَمَّا بَعْدُ!

ہیں جس نے انسان کو اپنی صورت پر اپنے جیسا پیدا کیا،

اور بیان کی بلاغت سے،اور بلاغت کے ذریعہ اس کو

مَعَ زُبْدَةَ عُلُوْمِهَا' وَانْطَوٰی عَلٰی اُصُوْلِهَا ' وَاُمَّهَاتِ

هٖ عَمَّا لَا تَمَسُّ حَاجَةُ التَّلَامِیْذِ اِلَیْهِ مِنْ زَوَائِدِهَا

تِهِمُ النَّفِیْسِ ' وَابْتِغَاءَ الْفَائِدَةِ الْعَمَلِیَّةِ ' وَوُقُوْفًا بِهِمْ

یْسِ ،

الہ اس فن کے خلاصۂ علوم کو جامع ہے۔اور اس کے اصول

ں مدارس اور طلبہ کے لئے لکھی گئی ہے' تو اس کے ہر باب
س کو بڑھا دیا گیا ہے تاکہ طالب علم اس کے حل کے عادی
کرے' تاکہ اس کے حافظہ میں سیکھے ہوئے قواعد راسخ
ت کی روش پر ڈھل جائے ،اور فائدے کو عام کرنے اور
ور مبہمات کی توضیح کی غرض سے بعض ابواب میں قدرے

قْتِضَاءِ ' اِشَارَةً مُوْجَزَةً اِلٰی ضُرُوْبِ الْمُحَسِّنَاتِ' وَ
رَنْجِ 'اِعْزَازًا لِشَأنِ اللُّغَةِ الْعَرْبِيَّةِ' وَبَيَانًا لِّمَابَلَغَتْهُ مِنَ
مَارِ' فَضْلًا عَنِ اللِّحَاقِ بِاَكْمَلِ اللُّغَاتِ الْحَيَّةِ الرَّاقِيَةِ
ں کی جو اصطلاحات اور محسنات کی قسمیں ہیں' ان کی طرف
یف اشارہ کیا گیا ہے، تاکہ اس سے عربی زبان کی شان
س کو جو رفعت اور بلندی حاصل ہے' اس کا بیان ہو جائے ،

تمہید

مُصْطَلَحِ بَعْضِ الْاُدَبَاءِ ثَلَاثَةَ فُنُوْنٍ: اَلْاَوَّلُ مَایُحْتَرَزُ
ـمُرَادِ' وَهُوَ عِلْمُ الْمَعَانِیْ، وَالثَّانِیْ مَایُحْتَرَزُ بِهٖ عَنِ
لْبَیَانِ، وَالثَّالِثُ مَایُرَادُ بِهٖ تَحْسِیْنُ الْکَلَامِ وَهُوَ عِلْمُ
مَ الْبَیَانِ عَلٰی هٰذِهٖ الْفُنُوْنِ الثَّلَاثَةِ' وَیَخُصُّ الْاِثْنَیْنِ

میں علم بلاغت تین فنون کوشامل ہے: پہلافن: جس کے
ں سے محفوظ رہے، یہ ''علم معانی'' ہے۔ دوسرافن: جس
ئے، اس فن کوعلم بیان ''علم بیان'' کہتے ہیں۔اورتیسرافن:
سود ہواس کا نام ''علم بدیع'' ہے۔اوربعض ادباءان تینوں
۔اورصرف ''علم معانی'' اور ''علم بیان'' کو ''علم بلاغت''

نَ الْمُثَنّٰی، فِیْ تَدْوِیْنِ کِتَابٍ فِیْهِ شَیْءٌ مِنْ عِلْمِ الْبَیَانِ
ْ اَوَّلَ مَنْ دَوَّنَ فِی الْبَدِیْعِ، هُوَ الْخَلِیْفَةُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ
مَنْ مُعَاصِرُهٗ قُدَامَةُ الْکَاتِبُ الْبَغْدَادِیُّ، کِتَابًا اَسْمَاهُ

ین میں ابوعبیدۃ بن المثنی ۳؎ سے پہلے کسی نے کوئی کتاب
رون اول کے متعلق ہمیں یقین ہے کہ وہ خلیفہ عبداللہ بن

عبداللہ دینوری ہے۔ مولود بغداد ہے۔ فاضل و ماہر عالم تھے۔ کچھ
رس و تدریس کا مشغلہ رہا، پھر دینور منتقل ہو گئے اور وہیں اقامت
۔ ان کی تصانیف میں "ادب الکاتب" "کتاب المعارف"
ہے۔ ۲۷۰ھ ۸۸۳ء میں یکا یک دار فانی کی طرف رحلت فرمائی۔
۔ بلاد فارس کے تاجرواں خاندان میں پیدا ہوئے۔ باپ یہودی تھا
نتہائی بغض تھا۔ دین کے باب میں متہم تھا۔ خارجی مذہب رکھتا تھا،

تب بغدادی ۵؎ نے اس فن میں ''نقد قدامۃ'' تصنیف

نَسِیْرُ فِیْ طَرِیْقِ النُّمُوِّ حَتّٰی جَمَعَ قَوَاعِدِهَا الْمُبْعَثَرَةَ
ثُمَّ تَلاَ مَنْ تَقَدَّمَ اَبُوْ یَعْقُوْبَ السَّکَّاکِیُّ ، فَجَمَعَ فِی
حِ زُبْدَةُ مَا کَتَبَهُ الْاَئِمَّةُ قَبْلَهٗ فِیْ هٰذِهِ الْفُنُوْنِ ، وَرَتَّبَهَا
بَسْطٍ،فَلَمْ یَتْرُکْ لِمَنْ جَاءَ بَعْدَهُ زِیَادَةً لِمُسْتَزِیْدٍ ،
بِاخْتِصَارِ مَا أَلَّفَهُ السَّکَّاکِیُّ اَوْ بِشَرْحِهٖ اَوْ تَحْشِیَتِهٖ
صُ الْمِفْتَاحِ'' لِلْقَزْوِیْنِی ،

'' یہاں تک کہ امام عبدالقاہر جرجانی ٦؎ نے اس (فن)
یعقوب سکاکی ۷؎ متقدمین کے بعد آئے ،انہوں نے

بغدادی' فن ادب کا ماہر اور بڑا شاعر تھا۔ عباسی حکومت کے دور
ز کا ہم عصر ہے۔اس نے اپنی کتاب ''نقد قدامۃ'' میں ابن المعتز

س اسلاف کی تصنیفات کا خلاصہ جمع کر دیا۔ اور بہترین
ب اس کو پھیلایا، پس بعد والوں کے لئے کوئی قابل اضافہ
ے بعد والوں نے سکاکی کی تالیفات کے اختصار یا شرح یا
ر ہمارے پاس جو کامل پہنچی وہ قزوینی ۸ کی "تلخیص

وْا عَلٰی غِرَارِ مَنْ تَقَدَّمَ مِنْ تَلْخِیْصٍ وَ شَرْحٍ مَعَ مَیْلٍ
لْحَاضِرَةِ وَطُرُقِ التَّرْبِیَةِ وَالتَّعْلِیْمِ الْحَدِیْثَةِ ،
آیا، وہ بھی متقدمین کے نقش قدم پر چلے، اور موجودہ ترقی
یقوں کا لحاظ کرتے ہوئے تلخیص اور شرح کی۔
الْعَصْرِ تَوْسِیْعِ دَائِرَةِ فُنُوْنِ الْبَلاَغَةِ الْمَرْسُوْمَةِ اَخْذًا
مِنْ آدَابِ الْاَفْرَنْجِ ، فَاَضَافُوْا اِلَیْهَا عِدَّةَ اَبْحَاثٍ فِیْ
مَحَاسِنِ الْاِنْشَاءِ وَمَعَایِبِهٖ وَطَبَقَاتِهٖ وَفُنُوْنِهٖ کَمَا فَعَلَ

ہا کہ پادری لویس شیخو الیسوعی ۹ نے اپنی کتاب ''علم
س اور علماء نے کیا۔

دبَـاءِ لَمْ یَرُقْھُمْ ھٰذَا التَّجْدِیْدَ ، فَبَقُوْا مُحَافِظِیْنَ عَلٰی
لْغَرْبِ ، وَتَنَاوُلَ کَثِیْرٍ مِنْ عَادَاتِہٖ وَأَسَالِیْبِہِ الْاِنْشَائِیَّۃِ
بِھٰذِہِ الْفُنُوْنِ خَطْوَۃً اِلَی الْاَمَامِ ، فَاِنَّ الْاُمُوْرَ مَرْھُوْنَۃٌ

دت پسند نہیں آئی اور پرانے طرز پر جمے رہے' مگر شاید مغربی
عادتوں اور ان کے اسالیب انشائیہ کو اختیار کرنا' علم ادب
ں آگے بڑھنے کی طرف آمادہ کرے گا۔ پس بیشک تمام کام
ر ہر آنے والا قریب ہے۔ (یعنی بعید نہیں کہ ایسا عنقریب ہو جائے)

شیخو تھا۔ ۱۸۵۹ء میں بمقام ماردین پیدا ہوا، اس کے والدین
ور دونوں فاضل تھے۔ لویس آٹھ سال کی عمر میں مدرسہ عزیر (اگر

مقدمة

الْفَصَاحَةِ وَالْبَلاَغَةِ

لٌ: فِی الْفَصَاحَةِ ۱۱

وَالظُّهُوْرُ، وَعِنْدَ اَهْلِ الْبَيَانِ : عِبَارَةٌ عَنِ الاَلْفَاظِ
ی الْفَهْمِ،وَالْمَانُوْسَةِ الْاِسْتِعْمَالِ لِمَكَانِ حُسْنِهَا، وَ
كَلامِ وَالْمُتَكَلِّمِ،

احت وبلاغت کے بیان میں

: فصاحت کے بیان میں ہے

رظاہر ہونا ہے۔اوراہل بیان کے نزدیک صاف وظاہراور
ب عمدہ الفاظ ہونے کی وجہ سے مانوس الاستعمال الفاظ کا

تَعَسَّرُ النُّطْقُ بِهَا ،نَحْوُ: مُسْتَشْزِرٌ اَیْ مَفْتُوْلٌ وَظَشٌّ

چیزوں سے محفوظ ہونے کا نام ہے،اول تنافر حروف سے،
روف کے اجتماع سے زبان پر ثقل اور تلفظ میں دشواری
جس کے معنی ''مفتول'' یعنی بٹے ہوئے کا ہے۔اور
ونا۔۱۶

اللُّغَوِیّ ' وَهِیَ اَنْ تَکُوْنَ الْکَلِمَةُ غَیْرَ جَارِیَةٍ عَلٰی
غَامِ فِیْ قَوْلِهٖ

جْلَلِ ۱۷ اَلْوَاحِدِ الْفَرْدِ الْقَدِیْمِ الْاَوَّلِ

ے مخالفت سے سالم ہونا،اور مخالفت یہ ہے کہ کلمہ قانون
ے فکّ ادغام (یعنی جہاں ادغام ہو وہاں ادغام نہ کرنا)

ے اجتماع سے ثقل علی اللسان ہوگیا۔

ں' واحد و یگانہ قدیم واول اللہ کے لئے ہیں۔

کَـرَاهَةِ فِی السَّمْعِ کَأَنَّ تَکُوْنَ الْکَلِمَةُ غَیْرَ ظَاهِرَةِ
انُ کَـمَا تَنْبُوْ عَنْ سِمَاعِ الْاَصْوَاتِ الْمُنْکِرَةِ: نَحْوُ:
وِیْلُ الْقَامَةِ' وَعَفَنْقَس "لَئِیْمٌ" اَوْ کَمَا فِیْ قَوْلِهٖ
وَانْبَعَثَتْ عَشْـوَاءَ تَـالِیَةً غُبْسًا دَهَارِیْسًا

الَ لِیْ ۱۸؎ دَعِ الْخَمْرَ وَاشْرِبْ مِنْ نُقَاخٍ مُّبَرَّدِ
فی السمع سے خالی ہونا مثلا: کلمہ غیر ظاہر المعنی ہو، یا اصوات
کان متنفر ہو۔ جیسے "خوعم" یعنی بے وقوف اور "عشنط" یعنی
۱۹؎ اور جیسے اس شعر میں:
ں ہو گیا اور رات تاریک ہو گئی' اس حال میں کہ پیچھے آنے

ھ لگا کر پینے والے سے زیادہ بے وقوف وہ شخص ہے، جس
خالص ٹھنڈا پانی پی۔٢٠

فی فصاحة المركب

تُهٗ مَعَ فَصَاحَةِ مُفْرَدَاتِهٖ، ٢١ اوَّلا مِـنْ تَنَافُرِ الْكَلِمَاتِ
يْنٍ، ٢٢ اَوْ مِـنْ تَتَابُعِ الْاَلْفَاظِ بِحَيْثُ يَكُوْنُ الْكَلَامُ
قُ بِهٖ كَقَوْلِهٖ

قَفْرُ ٢٣ وَلَيْسَ قُرْبَ قَبْرِ حَرْبٍ قَبْرُ

ے:
پیتے ہیں، مجھ سے کہا: شراب چھوڑ اور خالص ٹھنڈا پانی پی۔ (ف)
ل السمع اور تنافر حروف ہیں۔

ـر فصيحة لم يكن الكلام فصيحًا و ان كان خاليًا من التنافر

وَالْوَرٰى ۲۴ مَعِیْ، وَاِذَا مَا لُمْتُهٗ لَمْتُهٗ وَحُدِیْ
مفردات کے فصیح ہونے کے ساتھ (تین عیوب سے خالی
ہو جو کئی کلموں کے جمع ہونے یا بغیر حسن کے تکرار، یا اس
ہے کہ زبان پر وہ کلام ثقیل ہو جاتا ہے، اور ادائیگی میں
ں:
ں میدان میں ہے کہ وہاں بجز اس کے اور کوئی قبر نہیں۔

اس کی مدح کرتا ہوں، تو مخلوق میرے ساتھ ہوتی ہے اور
تنہا رہ جاتا ہوں۔
ـِ وَهُوَ اَنْ یَكُوْنَ الْكَلَامُ غَیْرَ جَارٍ عَلَی الْقَانُوْنِ
لٰهٖ: (فِیْ قَوْلِ اَبِیْ تَمَام)

وسری شرط یہ ہے کہ ضعف تألیف سے سالم ہو۔اور ضعف
کے خلاف ہو۔۲۶ جیسا اس شعر میں:
بیٹوں نے بڑھاپے اور عمدہ کارنامے کے باوجود جیسا کہ

اَنْ یَکُوْنَ الْکَلَامُ خَفِیَّ الدَّلَالَةِ عَلَی الْمَعْنَی الْمُرَادِ
ضْمَارٍ اَوْ فَصْلٍ وَیُسَمّٰی تَعْقِیْدًا لَفْظِیًّا، کَقَوْلِهٖ
بِهَا بِهِمُ ۲۸ شِیَمٌ عَلَی الْحَسَبِ الْاَغَرّ دَلَائِلُ

ہ میں ''نعمان'' بادشاہ کے لئے ایک محل بنایا، تو نعمان نے اس کے
سی اور کے لئے ایسا محل نہ بنا سکے۔اب یہ واقعہ برا بدلہ دینے کے

ظاً وحکماً ہر اعتبار سے مقدم ہونا جمہور کے نزدیک ناجائز ہے۔
ر کا مرجع ''ابا الغیلان'' ہے۔جو قانون نحوی کے خلاف ہے۔
ں کے ساتھ مفعول کی طرف لوٹنے والی ضمیر لگی ہو تو فاعل کو مفعول

ط تعقید سے محفوظ ہونا ہے۔ تعقید سے مراد یہ ہے کہ کلام کی
د کی دو قسمیں ہیں) ایک لفظی ، دوسری معنوی۔ تعقید لفظی
م میں تقدیم یا حذف یا اضمار یا فصل واقع ہو، اس تعقید کا

نے جو دلیل ہیں' شریف نسب ہونے پر، حالانکہ وہ خود ان

جازَاتٍ وَ کِنَایَاتٍ بَعِیْدَةٍ لَایُفْهَمُ الْمُرَادُ بِهَاوَیُسَمّٰی
کُ اَلْسِنَتَهٗ فِی الْمَدِیْنَةِ' مُرَادًا بِهَا جَوَاسِیْسُهٗ، وَقَوْلِهٖ
قْرَبُوْا وَتَسْكُبُ عَیْنَایَ الدُّمُوْعَ لِتَجْمُدَا
لْمَعْرُوْفُ اَنَّ الْجُمُوْدَ یُكْنٰى بِهٖ عَنِ الْبُخْلِ بِالدُّمُوْعِ

ور کنایات بعیدہ کے استعمال کرنے سے ہوتی ہے کہ ان

وتعقید معنوی کہتے ہیں، ۳۰ے جیسے : پھیلائے بادشاہ نے
راد جاسوس لیا گیا ہے، اور جیسے اس شعر میں:
ں کرتا ہوں تا کہ تم قریب ہو جاؤ، اور میری آنکھیں آنسو بہا
۳۱ے

یہ ہے:
ا مجنون　　　اے سکندر! میں تجھ کو کیا کوسوں
شکایت کرتا ہے کہ تو نے ایسی چیز کیوں بنائی (مشہور ہے کہ آئینہ
معشوق بلکہ عاشق پر یہ بلاء (مصیبت) آئی۔ یہاں سکندر کا آئینہ
اشق ہو جانا' یہ سارے امور شعر میں مذکور نہیں ہیں، یہ وجوہ تعقید

ے۔ (علوم البلاغۃ ص ۳۲)

معشوقہ سے قرب چاہتا ہے، تو یہ کہہ رہا ہے کہ میں تم سے دوری
س لئے کہ میں جس چیز کی تمنا کرتا ہوں' اس کے خلاف ہوتا ہے،
ل ہو، اور میری آنکھیں آنسو بہائیں گی تا کہ یہ ورحاصل ہو۔ اس

رہا ہے (یہ صحیح نہیں ہے) کیونکہ جمود عین سے بخل دموع
رحت وسرور کی طرف) جب غم زیادہ ہوتا ہے اور روتا رہتا
نسو بالآخر بند ہو جاتے ہیں۔

قتَدِرُ بِهَا عَلَى التَّعْبِيْرِ عَنِ الْمَقْصُوْدِ بِكَلَامٍ فَصِيْحٍ ،
ادُ بِـذَالِكَ اَنَّـهُ اِذَا رَاعٰى شُرُوْطَ فَصَاحَةِ الْمُفْرَدِ ،
ـرَّتْ اٰنِفاً، وَتَمَكَّنَ مِنَ التَّعْبِيْرِ عَلٰى مُوْجَبِهَا، سُمِّىَ

یا ملکہ ہے کہ جس سے متکلم فصاحت کے ساتھ اپنے ہر
سکے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی جب فصاحت مفرد و
رے، جن کا ذکر ابھی ہوا، اور ان شروط کے مطابق اپنی ہر
ح کہا جائے گا۔

اَسْئِلَة

نید لفظی ومعنوی میں فرق بیان کیجئے ؟ ۔ (۷): فصاحت

تَمْرِيْنٌ

مَايَأتِی مِنَ الْكَلَامِ عَنِ الْاُسْلُوْبِ الْفَصِيْحِ؟

يْقٌ، (۲): اَدْرَكَتِ الْمُذْنِبَ عَنْقَفِيْرٌ لَامَنَاصَ لَهُ مِنْهَا،

اقَتُكَ ؟فَقَالَ :تَرَكْتُهَا تَرْعىٰ الْخُعْخُعَ، (۴):سَقَطَ

عَنْ دَابَّتِهٖ،فَاجْتَمَعَ النَّاسُ حَوْلَهٗ، فَقَالَ لَهُمْ :مَالَكُمْ

ى ذِىْ جِنَايَةٍ،اَفْرَنْقِعُوْا عَنِّى.فَقَالَ بَعْضُ الْحَاضِرِيْنَ

هِنْدِيَّةِ ،

اَيْتَهُمْ ۵ خُضُعَ الرِّقَابِ نَوَاكِسَ الْاَبْصَارِ

حَالِلُ ۶ وَلَا يُحْلَلُ الْاَمْرُ الَّذِى هُوَ مُبْرِمُ

نْطِىْ ۷ وَلَا اُحِبُّ كَثْرَةَ التَّمَطِّىْ

ں اس کے اردگرد جمع ہو گئے، سو! کہا انہوں (عیسیٰ) نے
ے اردگرد جمع ہو گئے' جیسے کہ کسی مجرم پر تم جمع ہوتے ہو
بعض حاضرین نے کہا کہ: چھوڑ دو تم اس کو! کیونکہ اس کا
۳۵

یکھتے ہیں تو' تو ان کو دیکھے گا' گردنیں جھکی ہوئی ہیں اور

جا سکتا' جس کو وہ کھول دے، اور اس امر کو کھولا نہیں جا سکتا
جو چاہے کرے اس کو کوئی روک نہیں سکتا) ۳۷
وں تو پیٹ کو پھلاتا نہیں ہوں اور میں زیادہ اکڑ کر چلنے کو

کلاهما غریب ۔
میں "ناکس" اسم فاعل کی جمع "نواکس" کے وزن پر لانا سبب

لت پت ہوکر، گویا کہ میں نے گرادیا اس کے ذریعہ بلند

نب ہے، کریم النفس ہے اور شریف النسب ہے۔[۴۰]
ں ہوتا ہے اور شام کو دوسرے جنگل میں، مستقل اور تنہا سفر

ںلٌّ بِالْفَصَاحَةِ فِيْمَا يَأتِىْ

ں الظُّلَمِ،(۲): اَكْرَمَ اِبْنُهٗ زَيْدًا ،(۳): سَاَجْزِلُ جَزَاءَ
ں الْبَـرَاغِيْـثُ،(۵):لَـمْ يَكُ الـصِّدِّيْقُ فِى الْمَنْزِلِ،
زَيْدٍ،

سُؤدَدِ ۷ وَرَقّٰى نَـدَاهُ ذَالنَّدٰى فِىْ ذُرَى الْمَجْدِ
هُمَامُ ۸ سَيْـفُـهٗ دُوْنَ عِـرْضِـهٖ مَسْلُوْلُ
بِطَالِعَةٍ ۹ تَبْكِى عَلَيْكَ نُجُوْمَ اللَّيْلِ وَالْقَمَرا

جَهُلَہٗ ۱۰ وَیَـجُهَـلُ عِـلُـمِـیُ،اَنَّهُ بِیُ جَاهِلُ
ٌس نَهُجٌ ۱۱ اَغَـرَّحُـلُـوٍمُـمِرٍّ لِیِّنٍ شَرِسٍ
سَطُرًا ۱۲ لِقَـائِـلٍ یَا نَصُرُ نَصُرٌ نَصُرًا
ُ قَیُسٍ ۱۳ فَنِعُمَ الزَّادُ زَادُ اَبِیُکَ زَادًا

لوں میں مخل بالفصاحت کیا ہے؟

ں سے زیادہ کالا ہے۔۴۲؎

بیٹے نے۔۴۳؎

ونے والوں کو بہت بدلہ دوں گا۔۴۴؎

ے۔۴۶؎

ہے، کیونکہ اسود کی تشبیہ یا تو بالوں سے دی جاتی ہے یا کوئلہ سے،

ب کی عبارت ہے۔ ۴۷

کے حلم نے سرداری کا لباس۔ اور پہنچایا سخی کو اس کی سخاوت

وئی ایسا سردار نہیں، جس کی تلوار اس کی عزت کی حفاظت

ں میں چھپ گیا ہے، اور چاند تجھ پر رو رہا ہے اس لئے

ں جو مجھ سے جاہل ہیں، اور وہ اپنے جہل سے بھی جاہل
ں جاہل ہیں کہ وہ مجھ سے جاہل ہیں۔ ۵۱

منصوب سے متصل ہو تو نہیں گرتا (باقی صورتوں میں گرتا جاتا ہے
ور "لم یکن الذین" میں نہیں گرا، اس قاعدہ کی رو سے یہاں بھی

تتابع الاضافة ليس ... وخلًّا بالفصاحة بل مرّةً تكررت الاضافة

ب ہے'مبغوض ہے'واضح ہے'میٹھا ہے' کڑوا ہے'نرم ہے'

ھا کر کہتا ہوں' جو لکھی گئی ہیں کہ: اے نصر! میری مدد کر'مدد

تو شہ کی طرح تو شہ اختیار کر، کیونکہ تو شہ ہونے کے اعتبار

شہ ہے۔۵۴

فَصُلٌ فِی الُبَلاغَةِ

ـوُلُ وَالُاِنُتِهَاءُ، وَیُقَالُ'' بَلَغَ فُلانٌ مَرَادَهٗ'' اِذَا وَصَلَ

اِذَا اِنُتَهٰی اِلَیُهَا،

اورانتہاء کے ہیں۔جب آدمی اپنے مقصود تک پہنچ جائے

ان مــراده': فلاں آدمی اپنے مقصد تک پہنچ گیا۔اور جب

ہیں:''بلغ المسافر المدینة''مسافر شہر پہنچ گیا۔

صُفًا لِلُکَلَامِ وَالُمُتَکَلِّمِ :

ت صرف متکلم اور کلام کی صفت واقع ہوتی ہے۔۵۵

بَقَتُهٗ لِمُقُتَضَی الُحَالِ اَیُ وُرُوُدُهٗ عَلَی الصُّوُرَةِ الَّتِیُ

رکلام حال کے تقاضے کے مطابق ہو،یعنی کلام کا فصاحت

عتبار مناسب'' ہے' وہ صورت مخصوصہ ہے جس کو حال نے
طابق کلام لایا جاتا ہے۔ (یا وہ صورت مخصوصہ جس کے
ے)

لامِ عَلَى الصُّوْرَةِ الْمَخْصُوْصَةِ مَثَلاً ' اَلْاِنْكَارُ' حَالٌ
ؤَكَّدًا،وَالتَّوْكِيْدُ مُقْتَضىً لِاَنَّهُ الصُّوْرَةُ الْمَخْصُوْصَةُ
كَلامِ مُؤَكَّدًا هُوَ الْمُطَابَقَةُ:

صہ کے مطابق کلام کا لے آنا، جیسا کہ ''انکار'' ۵٦ ایک
ہے کہ کلام کو مؤکد لایا جائے، اور کلام کو مؤکد لانا یہ مقتضی
) کلام میں تاکید کا طالب ہے، اور (اس مقتضاء حال کے
ابقت ہے۔

بُ وَاِيْرَادُ الْكَلامِ مُطْنِبًا، فَالْاَوَّلُ هُوَ الْحَالُ وَالثَّانِيْ

نافُرُ بِالذُّوقِ، وَمُخَالَفَةُ الْقِيَاسِ بِالصَّرْفِ ، وَضُعُفُ
نَّحُوِ ، وَالْغَرَابَةُ بِكَثْرَةِ الْاِطِّلَاعِ عَلٰی كَلَامِ الْعَرَبِ،
حُوَالُ وَمُقْتَضَيَاتُهَا بِالْمَعَانِیْ ،
کہ جس سے متکلم اپنی ہر بات کو بلیغ انداز میں سمجھانے پر
ہچانا جاتا ہے، اورصرف سے مخالفت قیاس کا پتہ چلتا ہے،
ید لفظی کی طرف رہنمائی ہوتی ہے، اورکلام عرب پر کثرت
ی ہے، اورعلم بیان تعقید معنوی کو بتلاتا ہے۔ اورعلم معانی
ہے۔
لْبَلَاغَةِ اَن يَّعْرِفَ اللُّغَةَ وَالصَّرْفَ وَالنَّحْوَ وَالْمَعَانِیْ
الذَّوْقِ وَيُكَثِّرَ مِنَ الْاِطِّلَاعِ عَلٰی كَلَامِ الْعَرَبِ،
ب پر علمِ لغت، صرف، نحو، معانی اور بیان کا جاننا اورسلامتی
پر کثرت معلومات کا حاصل کرنا ضروری ہے۔

ظ اور معنی دونوں ہیں۔

' وَهُوَ مَايَقْرُبُ مِنْ حَدِّ الْاِعْجَازِ ، وَاَسْفَلُ ' وَهُوَ مَا
دُوْنَهُ فِي الْمَرْتَبَةِ اِلْتَحَقَ بِاَصْوَاتِ الْبَهَائِمِ ، وَبَيْنَهُمَا
عْضُهَا اَعْلٰى مِنْ بَعْضٍ ' بِحَسْبِ تَفَاوُتِ الْمَقَامَاتِ '
ـا وُجُوْهٌ اُخْرٰى غَيْرُ الْمُطَابَقَةِ وَالْفَصَاحَةِ تُوْرَثُ
يْعِ ،

ں (کنارے) ہیں ۵۸؎ : ایک اعلیٰ' جو حد اعجاز سے قریب
وہ یہ ہے کہ کلام کو اگر بدل کر اس سے نیچے درجہ میں کر دیا
سے مل جائے ۔ اور اعلیٰ اور اسفل کے درمیان بہت سے
کے تفاوت اور رعایت کے اعتبار سے بعض بعض سے اعلیٰ

مقتضائے حال کے مطابق کلام کرنے کا نام ہے، تو حاصل یہ نکلا
ں مطلق کی نسبت ہوئی۔ بلیغ خاص ہے اور فصیح عام ہے، لہٰذا '' کل

ت ومطابقت کے علاوہ کچھ اور امور آتے ہیں، جو کلام میں
یع سے متعلق ہیں۔

الْجُمْلَةِ اَلْاَمْرُ الدَّاعِیْ اِلَی التَّکَلُّمِ مُفْرَدًا اَوْ مُتَعَدَّدًا
اَوْ اَکْثَرَ، فَاِنْ طَابَقَتِ الْمُقْتَضَیَاتُ فِی الْجُمْلَةِ کَافَّةَ
ع تَـرْکِیْبُهَـا بِشَـیْءٍ مِنَ الْمَحَسَّنَاتِ الْبَدِیْعِیَّةِ، کَانَ
لْبَلَاغَةِ، مُـدْرِکًا حَدَّ الْاِعْجَازِ، وَالَّا فَهُوَ فِیْ مَرَاتِبَ
ضٍ، بِحَسْبِ التَّفَاوُتِ بَیْنَ الْاَحْوَالِ وَالْمُقْتَضَیَاتِ

امر داعی دو حال سے خالی نہ ہوگا، یا تو مفرد ہوگا یا متعدد۔
گر متعدد ہو تو زیادہ ہوگا۔ پس! اگر کسی جملہ میں مقتضیات
بق ہوں، اور محسنات بدیعہ سے بھی کچھ چیزیں ان میں
کلام بلاغت کے اعلیٰ مرتبہ میں حد بلاغت کو پہنچا ہوا ہوگا۔

تضٰی،اَوِ الْاِعْتِبَارُ الْمُنَاسِبُ' وَمَاالْمُطَابَقَةُ ؟ مَثِّلْ لِمَا
قْتَضَاهُ فِیْ قَوْلِکَ لِمُنْکِرٍ ''اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا''؟
ـا ؟ (٦): کَیْفَ یُحْتَرَسُ مِمَّا یُخِلُّ بِفَصَاحَةِ الْمُفْرَدِ
عْـرَفُ التَّـعْـقِیْـدُ الْـمَعْنَوِیُّ؟ وَمِمَّ تَعْرِفُ الْاَحْوَالَ وَ

ں تعریف کیا ہے؟
طرح تعریف کریں گے؟
ے ہیں؟اور مقتضی یا اعتبار مناسب کیا ہے؟اور مطابقت کیا
؟
ن من البیان لسحرًا''میں حال اور مقتضی کیا ہے؟

یں جو مخل ہو اس سے کیسے اجتناب ہوگا؟

(٣)......ذخیرہ کرتے ہیں آدمی مصیبت کے وقت ہی کے
نے پانی ہی پیا (تخصیص)۔ (۵)......شعر ہی میں نے
احسان کو پورا کر (التقدیم للمدح)۔

ضیاتِهَا، وَبَيِّنْ بَلاغَةَ الْكَلامِ اَوْ عَدمَهَا فِيْمَا يَأْتِيْ

کی بلاغت یا عدم بلاغت مع سبب واحوال کے بیان کیجئے!

تَسْتَنْسِرُ، (٢)......لَيْسَ الْحَرِيْصُ بِزَائِدٍ فِيْ رِزْقِهٖ،
(٤)......اِنَّ دَوَاءَ الشَّقِّ اَنْ يَحُوْصَهٗ، ٦٦ (٥)......
اَلنَّهَارَ كُلَّهٗ ،(٦)......اَلْاِبْنُ الْحَكِيْمُ يَسُرُّ اَبَاهُ، اَلْاِبْنُ

میں گدھ ہو جاتا ہے۔ ٦٧ (فيه تاكيد للمتردد)

تضی حصر ہے۔

یں کچھ بھی زیادتی نہیں۔(''ب'' کے ذریعہ تاکید بیان

۔(ترک التاکید لخالی الذهن)

لہ اس کو دور کردے۔(تاکید بأن)

رے دن' اللہ گواہ ہے بیان کرتا ہے۔(اطناب للمدح)

ہے، اور جاہل بیٹا ماں کے لئے غم ہے۔(ترک التاکید

الدَیُهَا ۷ وَتَطْلُبُ كُلَّ مُمْتَنِعٍ عَلَيُهَا

مرخٍ ۸ زَغَبَ الْحَوَاصِلِ لَامَاءٌ وَلَا شَجَرٌ

خِيَانَةً ۹ لَمُبَلِّغُکَ الْوَاشِئ اَغَشُّ وَاَکُذَبُ

عَوَارٌ ۱۰ اَمُ ذَرَفَتُ اِذُ خَلَّتُ مِنُ اَهُلَهَا الدَّارُ

ہ ہر موجود چیز کو ناپسند کرتا ہے، اور جو چیز اس سے دور ہے

ہے یا آشوب چشم ہے، یا تیری آنکھ بہنے لگی، اس لئے کہ
سے۔(فیه تاخیر الفاعل لضرورة الشعر)

(٧١)
فنہ کے پاس گیا، جن سے اس کا تعلق تھا، آل جفنہ نے اس کا بر زور

عِلْمُ الْمَعَانِیْ

فُ بِهَا اَحْوَالُ اللَّفْظِ الْعَرَبِیّ الَّتِیْ بِهَا یُطَابِقُ اللَّفْظُ

ۃ اَبْوَابٍ:اَلْخَبَرُ وَالْاِنْشَاءُ' اَلذِّکْرُ وَالْحَذْفُ'اَلتَّقْدِیْمُ

ـنْـکِیْـرُ'اَلْاِطْلَاقُ وَالتَّـقْیِیْـدُ'اَلْـقَـصْـرُ' اَلْـوَصْـلُ

الْاِطْنَابُ،

ں کے ذریعہ لفظ عربی کے وہ احوال پہچانے جائیں جن کی

ابق ہو۔اے اور علم معانی کے آٹھ ابواب ہیں:(۱):خبر و

تقدیم وتاخیر،(۴):تعریف وتنکیر،(۵):اطلاق وتقیید،

)):ایجاز ومساوات اوراطناب۔

وَّلُ فِی الْخَبَرِ وَالْاِنْشَاءِ

مَالِذَاتِہٖ، نَحُوُ سَافِرُ یَا غُلَامُ ، وَصِدُقُ الُخَبَرِ مُطَابَقَتُہٗ
قَتِہٖ لَہُ، فَقَوُلُکَ :''سَافَرَ الُغُلَامُ'' صَادِقٌ اِنُ ثَبَتَ لَہُ
ہُ ذٰلِکَ ،

ب خبر وانشاء کے بیان میں

بر ہوگا' یا انشاء۔۲ے

کے اعتبار سے صدق اور جھوٹ کا احتمال رکھے، جیسے غلام

کے اعتبار سے صدق وکذب کا احتمال نہ رکھے۔ جیسے اے

سچ ہے، اور واقع کے مطابق نہ ہوتو جھوٹ ہے۔ پس تیرا
کے لئے سفر ثابت ہوگیا تو سچ ہے، اور اگر غلام کے لئے سفر

ء

الْمُبْتَدَأُ الَّذِیْ لَیْسَ لَهُ خَبَرٌ،

ہیں، محکوم علیہ اور اس کو مسند الیہ ۳ے بھی کہتے ہیں۔ اور
الیہ ہوتے ہیں۔ اور دوسرا رکن، محکوم بہ ہے اور اس کو مسند
اور خبر مسند ہوتے ہیں۔

فَائِدَتَانِ

الْمُضَافِ اِلَیْهِ وَصِلَةِ الْمَوْصُوْلِ یُسَمّٰی: قَیْدًا،
سْنَدِ اِلَیْهِ وَالْمُسْنَدِ فَیَدْخُلُ فِی الْاَوَّلِ اِسْمُ کَانَ
وَاتِهَا ' وَالْمَفْعُوْلُ الْاَوَّلُ مِنْ مَفْعُوْلَیْ ظَنَّ
اَرٰی وَمَاشَاکَلَهَا، فَاِنَّهَا مُبْتَدَأٌ فِی الْاَصْلِ، وَیَدْخُلُ
اَخَوَاتِهَا ' اَوْ اِنَّ اَوْاِحْدٰی اَخَوَاتِهَا ' وَمِثْلُهُ الْمَفْعُوْلُ
، وَالْمَفْعُوْلُ الثَّالِثُ لِاَرٰی اَوْ اِحْدٰی اَخَوَاتِهَا، فَاِنَّهَا

اعتبار کیا جاتا ہے، پس مسند الیہ میں کَـــان اور اس کے
ں کے اخوات کا اسم، ٦ے اور ظَــنّ اور اس کے اخوات
اور اس کے مشابہات ٨ے کا مفعول ثانی داخل ہوں
ہے۔ اور مسند میں کَانَ اور اس کے اخوات کی خبر، اور اِنَّ
ــنّ اور اس کے اخوات کا مفعول ثانی، اور اَریٰ اور اس کے
ں گے، کیونکہ یہ اصل میں مبتدا کی خبر ہے۔

ں افعال ناقصہ (کـان ، صار ، اصبح ، امسی ، اضحٰی ، ظلّ ، بات ،
ی ، ما زال ، لیس) کا اسم مسند الیہ ہے اور ان کی خبر مسند ہے، مثلا
ـله '' کان کا اسم ہے اور مسند الیہ ہے اور ''عـلیما '' کان کی خبر ہے

تَمْرِیْنٌ

و وَاَشِرْ اِلَی الْمُسْنَدِ اِلَیْهِ وَالْمُسْنَدِ فِیْمَا یَلِیْ

حَذَارِ مِنَ الْاَسَدِ،(۳):اِلَیْکَ عَنِّیْ،(۴):مَا حَاضِرٌ

اَلْبُعْدُ جَفَاءٌ ،(٦):اِنَّ الْبَلَاءَ مُوَکِّلٌ بِالْمَنْطِقِ ،(۷):

ذِبِ ،(۸):اَلْاِعْتِرَافُ یَهْدِمُ الْاِقْتِرَافَ،(۹): ظَنَنْتُ

ءَ اَلْوَفَاءَ ،(۱۱): یُؤَنَّبُ الْمُهْمَلُ وَیُکَافَأُ الْمُجْتَهِدُ،

یَّاسٌ ،

(انشاء ہے،اس لئے کہ اس میں استفہام ہے)

ہے۔حِذَارِ:اسم فعل بمعنی الامر:اِحْذَرْ)

شاء ہے، الیک عنی : الیک اسم فعل بمعنی الامر

ام سنے۔(خبر:احد مسند الیہ اور حاضر مسند ہے،"لیسمع

ما (خبر: النجاح مسند الیہ اور سہلا مسند ہے)

(انشاء: اس لئے کہ یہاں پر دوسرا الوفاء اسم فعل امر کے

ں ہوسکتا ہے: وفاداری وفاء کا نام ہے (پہلا الوفاء مسند الیہ

اور محنتی کو بدلہ دیا جاتا ہے۔ (خبر: المهمل و المجتهد

ونوں فعل) مسند ہے)

لدار متکبر ہے۔ (خبر: الغنی مسند الیہ اور میاس ۹ے مسند

سے ہے۔

فَصْلٌ فِی الْخَبَرِ

فِعْلِیَّةً ،اَوْ اِسْمِیَّةً:

الْحُدُوْثِ فِیْ زَمَنٍ مَخْصُوْصٍ مَعَ الْاِخْتِصَارِ، نَحْوُ

، وَقَدْ تُفِیْدُ الْاِسْتِمْرَارَالتَّجَدُّدِیَّ بِالْقَرَائِنِ ' اِذَا کَانَ

دَبُ صَاحِبَهُ'' وَقَالَ الشَّاعِرُ :

ذَ قَبِیْلَةٌ بَعَثُوْا اِلَیَّ عَرِیْفَهُمْ یَتَوَسَّمُ

ں خبر' کے بیان میں ہے

سمیہ ہوگی۔۸۰

انہ میں اختصار کے ساتھ کسی واقعہ کے ہونے کا فائدہ دیتا

ۃ' اور پھلوں میں زیادتی ہوگئی۔اور کبھی جملہ فعلیہ استمرار

ے، ایک باعتبار جزء، اور دوسری باعتبار احوال مخاطب۔ باعتبار جزء

۲): اسمیہ۔اور باعتبار احوال مخاطب کے خبر کی تین قسمیں ہیں:

قرینہ ہو۔اور قرینہ فعل مضارع ہے۔جیسے: ادب' ادب
کے اس قول میں ۔
میں کوئی قبیلہ پہونچے گا' تو میری طرف ان کے نقیب کو
طلب کیا کریں۔۸۲
فَـادَةِ ثُبُوْتِ الْمُسْنَدِ لِلْمُسْنَدِ اِلَيْهِ ،نَحْوُ" اَلشَّمْسُ
بِالْقَرَائِنِ ، نَحْوُ" اَلْوَقْتُ ثَمِيْنٌ' وَالْعِلْمُ نَافِعٌ"
لیہ کے لئے مسند کے ثبوت کا فائدہ دیتا ہے،جیسے:سورج

عر ہے۔
، جو مقام نخلہ اور طائف کے درمیان میں ہے۔اہل عرب ذی
تھے،اور بیس دن قیام کرتے،اور فخر یہ اشعار پڑھتے، جب شہسوار
تا کہ کوئی ان کو نہ پہچانے ،مگر یہ شاعر اپنے چہرے پر پردہ نہیں
ہ بازار عکاظ میں آتا ہے تو وہ اپنے سردار کو میرے پاس بھیجتے ہیں
لے۔مقصود اس شعر میں لفظ "یتوسم" ہے، جو بار بار فعل کے ہوتے

ں) استمرار کا فائدہ دیتا ہے بشرطیکہ قرینہ پایا جائے، جیسے:

نْ يُلْقِىَ لِإِفَادَةِ الْمُخَاطَبِ الْحُكْمَ الَّذِىْ تَضَمَّنَهُ،
هَلُ ذَالِكَ، اَوْ لِإِفَادَتِهٖ اَنَّ الْمُتَكَلِّمَ اَيْضًا عَالِمٌ بِهٖ ،
ى " وَيُسَمَّى الْحُكْمُ "فَائِدَةَ الْخَبَرِ" وَكَوْنُ الْمُتَكَلِّمِ

لہ مخاطب کو اس حکم کا فائدہ دے جو اس خبر میں ہے۔ جیسے
ر نے مدد کی۔ یا مخاطب کو یہ فائدہ پہنچائے کہ متکلم بھی اس
حاضر تھا۔ اور حکم کا نام فائدۃ الخبر ہے، اور متکلم کا خبر کا عالم

ى اُخْرٰى كَالْاِسْتِرْحَامِ فِىْ قَوْلِ طَالِبِ الْاِحْسَانِ "اَنَا
وُ" قَلَّتْ حِيْلَتِىْ" وَاِظْهَارِ التَّحَسُّرِ، نَحْوُ " ضَاعَتْ

ـہ ''میں فقیر ہوں''۔ اور اظہار ضعف کے لئے، جیسے ''میرا
نی میں، جیسے ''میرا سامان ضائع ہو گیا۔ اور توبیخ کے معنی
''سورج طلوع ہے۔

اَسْئِلَةٌ

):مَاالْخَبَرُ وَمَاالْاِنْشَاءُ؟(۳):اُذْكُرْ مَوَاضِعَ الْمُسْنَدِ
الْـجُـمَلَ الْفَرْعِيَّةَ،(۵):مَاالَّذِىْ تَدُلُّ عَلَيْهِ الْجُمْلَةُ
ى الْخَبَرُ؟(۷):بَيِّنِ الْاَغْرَاضَ الْمُتَنَوِّعَةَ الَّتِىْ تُقْصَدُ

ـ نے چار بیان کی ہیں:
م طلب کرنا، جیسے ﴿رَبِّ اِنِّىْ لِمَااَنْزَلْتَ اِلَىَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ﴾ ومثله

صْطِبَارَا   فَاعْفُ عَنِّىْ يَا مَنْ يَقْبَلُ الْعِثَارَا
ىْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّىْ﴾ ـ

!(۲)......خبر اور انشاء کسے کہتے ہیں؟ (۳)......مسند اور

ے؟ (۴)......فرعی جملے بیان کیجئے؟ (جیسے کہ افعال ناقصہ

......جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ کس چیز پر دلالت کرتے ہیں؟

(۷)......خبر کے مختلف اغراض کو مثالوں سے واضح کیجئے!

تَمْرِیْنٌ اَوَّلٌ

خبرِ جُمْلَةً اِسْمِیَّةً اَوْ فِعْلِیَّةً فِیْمَا یَأْتِیْ:

ة ،(۲):اِنَّ الرَّبَّ اِلٰهٌ عَظِیْمٌ وَمَلِکٌ عَظِیْمٌ،(۳)......

وَالرَّبُّ صَنَعَ کِلْتَیْهِمَا، (۴):حُبُّکَ الشَّیْءَ یُعْمِیْ

وَاضُعُ، (٦): اَلْبِطْنَةُ تَأْفِنُ الْفِطْنَةَ ، (٧):یُبْنٰی قَصْرًا

لسُّوْءِ تُفْسِدُ الْاَخْلَاقَ السَّلِیْمَةَ ،

نے والے) جملوں میں خبر کو جملہ اسمیہ یا فعلیہ لانے کا؟

یک مصر کو گرا دیتا۔ (استمرار تجددی۔ جملہ فعلیہ)

اخلاق کو خراب کر دیتی ہے۔ (تجدد۔ اسمیہ)

تَمْرِيْنٌ ثَانٍ

خبرِ اَهُوَ لِلْفَائِدَةِ اَمْ لِلَازِمِ الْفَائِدَةِ اَمْ لِغَيْرِهِمَا :

۲): اَنَا مُعْتَرِفٌ بِفَضْلِکَ، (۳): اَنْتَ تَخْذُلُ الظَّالِمَ

بِّ اِنِّیْ لَا اَسْتَطِيْعُ صَبْرًا، (۵): اُحِبُّکَ يَا رَبِّ، يَا

مَاذَا تُسِئُ اِلَيْهِ، (۷): قَدِمْنَا اَمْسِ مَعًا، وَقَدْ نَسِيْتَنِیْ،

مَكْشُوْفِ الرَّأْسِ، (۹): اَبَتِ، اِنَّنِیْ وَلَدُکَ، فَارْفُقْ

عْبُدُوْا اللّٰهَ وَالْمَالَ، (۱۱): يَكْفِیْ كُلَّ يَوْمٍ شَرُّهُ،

بَسَ اِلٰهٌ، (۱۳): اَلسَّمَاوَاتُ تَنْطِقُ بِمَجْدِ اللّٰهِ،

وواضح کیجئے! کیا وہ فائدۃ الخبر ہے؟

ۃ الخبر؟ یا ان دونوں کے علاوہ ہے؟

مجھ کو بھول گیا۔(توبیخ یا حسرت)(تعجب بھی ہوسکتا ہے)

سر کو نقصان پہنچاتی ہے۔(توبیخ۔استرحام یا امر بتغطیة

آپ کا لڑکا ہوں، پس میرے ساتھ نرمی کیجئے۔(استرحام

یہ کہ اللہ کی عبادت کرو مال کے ساتھ۔(ارشاد۔وعظ و

ں ہے۔(ارشاد۔دفع الشر فی الفور)

ہیں کہا کہ: کوئی معبود نہیں ہے۔(اظہار تحسر۔اعتقاد کا

تلاتے ہیں۔(ارشاد۔الامر بحمد اللہ)

ثُ فِیْ اَضْرُبِ الْخَبَرِ

اطَبِ حُکْمًا عَلٰی اَمْرٍ بِاَمْرٍ آخَرٍ،

اِبْتِدَائِیٌّ: وَهُوَ مَایُخَاطَبُ بِهٖ خَالِیُ الذِّهْنِ مِنَ الْحُکْمِ

: وَهُوَ مَایُخَاطَبُ بِهِ الْمُتَرَدِّدُ فِی الْحُکْمِ الطَّالِبِ

مُؤَکَّدٍ وَاحِدٍ، نَحْوُ "قَدْ قَدِمَ الْاَمِیْرُ" وَاِنْکَارِیٌّ: وَهُوَ

کْمِ، وَیَجِبُ تَوْکِیْدُهٗ بِمُؤَکَّدٍ اَوْاَکْثَرَ حَسَبَ دَرْجَةِ

،

ر کی قسموں کے بیان میں ہے

ب کو یہ بتایا جائے کہ ایک امر کا دوسرے امر پر حکم لگایا

یں: ۸۶ ابتدائی اور وہ وہ خبر ہے جس کے ذریعہ خالی

: جیسے: امیر آیا۔ اور طلبی وہ خبر ہے جس کے ذریعہ ایسے

یات کے موافق زیادہ تاکیدات لانا ضروری ہے۔جیسے:

فَائِدَةٌ

نْدُرِ الْحَاجَةِ،بِحَسَبِ هٰذِهِ الْاَضْرُبِ الثَّلَاثَةِ ، حَذَرًا
الْكَلَامِ عَلَيْهَا اِخْرَاجًا عَلٰى مُقْتَضَى الظَّاهِرِ، وَيَكُوْنُ
قَسَمِ، وَلَامِ الْاِبْتِدَاءِ، وَنُوْنَيِ التَّوْكِيْدِ، وَتَكْرِيْرِ
التَّنْبِيْهِ وَالزِّيَادَةِ وَغَيْرِ ذَالِكَ،

کلام کو ضرورت کے مقدار لانا چاہئے، لغویات سے بچتے
کلام کرنے کو کلام علی مقتضی الظاہر کہتے ہیں۔اور تاکید ان
اور اَنّ اور قد اور قسم اور لام ابتدائی اور تاکید کے دونوں
حروف تنبیہ اور حروف زیادہ اور اس کے علاوہ بعض (اور

اَسْئِلَةٌ

اَمْثِلَةٍ مِنْ عِنْدِکَ ،(۲):مَتٰی یُخْرَجُ الْکَلَامُ اِخْرَاجًا
): اِذَا خَاطَبْتَ الْمُنْکِرَلِلْحُکْمِ بِالضَّرْبِ الْاِبْتِدَائِیِّ،
ا ؟(۴):مَاھُوَ اللَّغْوُ ؟ وَمَتٰی یُعَدُّ الْکَلَامُ لَغْوًا؟ مَاھِیَ
یْفَ یَکُوْنُ الْخَبَرُ بِاِعْتِبَارِ الْمُؤَکَّدَاتِ؟

سوں کو واضح کرو؟

کے مطابق سمجھا جائے گا؟

ابتدائی کے مطابق کلام ہو تو کلام کیسا شمار ہو گا؟ مقتضی

م لغو کب شمار ہو گا؟ اور مؤکدات کیا ہیں؟ اور کتنے ہیں؟
ہو گی؟

خْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہٖ الْعُلَمَاءُ،

و،اور خبر کی قسموں کو بیان کروآنے والی مثالوں میں:

تلوار ہی سے ہلاک ہوتا ہے۔(اِنَّ ،طلبی)

ہے۔(ابتدائی)

ے ہے' زمین اور جو کچھ اس میں ہے۔(اِنَّ وتقدیم الخبر ۔

کہ جادو ہیں۔(جملہ خبریہ 'انکاری' (منکر کے لئے) 'انّ' و

لئے بھی ہوسکتا ہے، کیونکہ اس میں دو تاکید ہیں)

نہ میں نے بیچا' نہ ہبہ کیا (تقدیم مفعول ،یا تکرار نفی ،طلبی

تردد کے لئے بھی ہوسکتا ہے)۔

حق ہے جو تیرا' اس پر ہے۔(تقدیم ،خبر طلبی)

وگیا' جس کا رہبر اندھا ہو۔(قد۔طلبی) یہ جملہ متردد کے

بخشش کا بدلہ دوں گا، اور عنقریب میں بدکار کو سزا دوں گا۔
(س، سوف۔ طلبی)
بندوں میں علماء ہی ڈرتے ہیں۔ (انما۔ طلبی)

صْلٌ فِی الْاِنْشَاءِ

طَلَبِیٌّ،
وْبًا غَیْرَ حَاصِلٍ وَقْتَ الطَّلَبِ،
ی مَطْلُوْبًا،
نُ بِسِتَّةِ اَشْیَاءٍ: اَلْاَمْرُ، وَالنَّهْیُ، وَالتَّمَنِّی، وَالتَّرَجِّی،

انشاء کے بیان میں ہے
طلبی و غیر طلبی۔

طلب نہ کرے۔

:(۱):امر۔(۲): نہی۔(۳):تمنی۔(۴):ترجی۔(۵):

مَبْحَثٌ فِی الْاَمْرِ

عْلِ عَلٰی وَجْهِ الْاِسْتِعْلَاءِ ، وَلَهُ اَرْبَعُ صِيَغٍ:

بُ"

" صَهُ عَنِ الْمُنْكَرِ"

لامِ الْاَمْرِ، نَحْوُ" لِيَلْزَمْ كُلُّ اِنْسَانٍ حَدَّهُ"

عْلِ الْاَمْرِ، نَحْوُ" سَعْيًا فِی الْخَيْرِ"

بحث امر کے بیان میں ہے

۹ کسی کام کے کرنے کا مطالبہ کرنا۔اورامر کے چار صیغے

جا۔

عَنِ الْمُنکَرِ ''بری باتوں سے چپ رہ۔

ملا ہوا ہو جیسے ''لیلزم کل انسان حده '' چاہئے کہ لازم

ب ہو جیسے ''سَعْیًا فِی الْخَیْرِ ''سعی کر خیر میں۔

عَنْ مَعْنَاهَا الْاَصْلِیْ اِلٰی مَعَانٍ اُخَرَ تُفْهَمُ بِالْقَرَائِنِ:

حمْنِیْ یَا اَللّٰهُ کَعَظِیْمِ رَحْمَتِکَ وَوَفِّقْنِیْ لِمَا تَرْضَاهُ''

کَ لِمَنْ یُسَاوِیْکَ''اِنْتَظِرْنِیْ حَتّٰی اَعُوْدَ''

طُلْ وَیَا نَوْمُ زُلْ،

لْ مَابَدَا لَکَ سَوْفَ تُلَاقِیْ جَزَاءَ اَفْعَالِکَ''

عَنْکَ الْمَوْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلٰی ذَالِکَ سَبِیْلًا''

رُّوْا قَوْلَکُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ''

رات طویل ہو، اور اے کاش نیند زائل ہو۔
یا ہے کہ عنقریب تو اپنے اعمال کا بدلہ پالے گا۔
موت کو اگر تو اس کی طاقت رکھتا ہے۔
ت کو چھپاؤ یا ظاہر کرو۔

فَائِدَةٌ

رِ غَیْرُ ذٰلِکَ مِنَ الْاَغْرَا ضِ ، کَالدَّوَامِ: نَحْوُ ’’ ثَبِّتْنِیْ
وَالْاِکْرَامِ ’’نَحْوُ تَفَضَّلْ‘‘ ، وَالْاِمْتِنَانِ: نَحْوُ ’’ تَقَلَّبْ
’’ اَقْلِلْ طَعَامَکَ تُحْمَدْ مَنَامَکَ‘‘، وَالْاِبَاحَةِ: نَحْوُ

اغراض کے علاوہ دوسرے معانی بھی (مراد) لئے جاتے
مستقیم پر ثابت قدم رکھئے‘‘۔ اور اکرام: جیسے ’’ تشریف
متوں میں اُلٹ پلٹ کر‘‘ (یعنی عیش کر) اور ارشاد: جیسے

بِهِ فِیْ قَوْلِکَ "اِیَّاکَ وَالْکَسَلِ" "وَالْوَفَاءَ وَالْوَفَاءَ"
لامِ خَبَرًا اَمْ اِنْشَاءً؟

سوالات

!اورتعریف کومثال سے واضح کرو؟ اوران چیزوں کوجن
!(یعنی انشاءطلبی کی قسموں کو بیان کیجئے؟)

صیغے کیا ہیں؟
سے معانی مراد لئے جاسکتے ہیں؟
ناءتعجیز اورانشاءتسویہ کی مثالیں بیان کیجئے!
کَسَلَ "(سستی چھوڑ)اور" اَلْوَفَاءَ اَلْوَفَاءَ "(وعدہ کو پورا
ے؟اورکیا یہ مثالیں جملہ خبریہ کی ہیں یاانشائیہ کی؟

تَمْرِیْنٌ اَوَّلٌ

يَّـاکَ وَالْاَفْعٰی، (۲۰): اَلْخِصَالَ الذَّمِیْمَةَ 'یَا فَتیً،

كُلَّ شَیْءٍ وَلَا هٰذَا،

امر کے صیغوں سے کیا مراد ہے' اس کو بیان کیجئے!

دت مند ہوگا۔ (ارشاد)

معنی الحقیقی، مصدر نائب عن فعل امر۔ تخییر)

(تخییر)

لی۔ (دعا)

۔ (ارشاد۔ المعنی الحقیقی للامر)

ا۔ (ارشاد۔ المعنی الحقیقی للامر)

غصہ کو واپس کر لیجئے! اور لوٹ آیئے اپنی مخلوق کو سزا دینے

مراد اگر اللہ تعالیٰ ہے تو دعا ہے، اور دنیوی مالک مراد ہو تو

وتیرے لئے (تہدید (بددعا) مصدر نائب عن فعل امر)

نے سے بچ۔ (تہدید۔ ارشاد، حذار: اسم فعل)

ں ہوا کو روک لے۔ (تعجیز)

رکھ۔ (تہدید)

۔ (ارشاد (ایّاک اسم فعل)

ں سے بچ۔ (ارشاد۔ ایّاک اسم فعل)

نس سے۔ (ارشاد یا تہدید)

رو۔ (اباحت۔ یا تہدید)

تَمْرِیْنٌ ثَانٍ

ستفادُ مِنْ صِیَغِ الْاَمْرِ فِیْمَایَأْتِیْ

سُقْمَهَا ۱ قَوْلُ الْفَوَارِسِ وَیْکَ عَنْتَرُ فَاقْدَمُ

رُوَیْدًا ۲ لَا اِخْتِیَالًا عَلٰی رُفَاتِ الْعِبَادِ

ر۔(تحریض یا اغراء)

ہوا میں نرمی سے چل، نہ کہ اکڑ کر بندوں کی بوسیدہ ہڈیوں

ہے سلامتی کے ساتھ، اونچے محلات کے سایہ میں۔(دعا)

کہ میری پکڑ اور ہلاکت سے بچ۔ ۹۴؎ (ارشاد و تہدید)

ہو کر مر گیا ہو، شاید کہ میں (بھی) دیکھوں جو تو دیکھتی ہے یا

ہنے والا۔۹۵؎ (تعجیز)

تنگ زندگی ملامت شدہ ہے اور اے نفس! حقیقت پسند

والا ہے (تمنی)

ف، جس چیز سے تو ڈرتا ہے وہ واقع ہو گئی ہے۔(ارشاد)

بُحَثٌ فِی النَّھْیِ

الْفِعْلِ عَلٰی وَجْہِ الْاِسْتِعْلَاءِ، وَلَهُ صِیْغَةٌ وَاحِدَةٌ، وَ

لِمَنْ يُسَاوِيُکَ:''لَا تَنْتَقِلْ مِنْ جِوَارِيْ''

شَبَابُ ''

عَنْ غَيِّکَ''

ث نہی کے بیان میں ہے

ے ساتھ کسی فعل کے ترک کا مطالبہ کرنا۔اور نہی کا ایک ہی

رع کے ساتھ'' جیسے ''اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت کر''۔

و چھوڑ کر دوسرے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔اور(وہ

ہیں:

ا پر غصہ مت ہو''۔

،(یعنی پڑوسی) سے یہ کہنا ''میرے پڑوس سے منتقل مت

ے: استعلاء کے ساتھ مخاطب سے کسی کام سے باز رہنے کا مطالبہ

سے اعراض مت کر"۔

آ اپنی گمراہی سے"۔

فَائِدَةٌ

لِلْاِرْشَادِ : نَحْوُ ﴿ لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَاءَ اِنْ تُبْدَلَكُمْ

لَا تَرْجُ السَّمَاحَ" وَالدَّوَامُ :نَحْوُ ﴿ لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ

لئے آتا ہے، جیسے "مت سوال کرو ان چیزوں کے متعلق

علوم ہو"۔اور تیئیس: جیسے "بخشش کی امید مت کرو۔اور

ان چیزوں سے جن کو ظالم کرتے ہیں۔

فِی التَّمَنِّیْ وَالتَّرَجِّیْ

یْءٍ مَحْبُوْبٍ لَایُرْجٰی حُصُوْلُهٗ لِکَوْنِهٖ مُسْتَحِیْلًا، اَوْ

ے کہ)ایسی محبوب چیز کا طلب کرنا' جس کے حصول کی امید
ل کے مشابہ ہونے کی وجہ سے :اوراس (تمنی) کے چار
ں ہے،اور وہ ''لیت'' ہے، جیسے '' کاش کہ جوانی ایک دن
غیر اصلی ہیں،اور وہ (یہ ہیں):
ئی سفارش کرنے والا ہے جو میری سفارش کرے''

ہ جوانی لوٹ آتی ،(اس امید کا حصول محال ہے) خواہ اس وجہ سے
ہو،لیکن اس کے حصول کی امید نہ کی جاسکتی ہو،اور بعید الوقوع ہو۔
(اے کاش ہمارے پاس بھی وہ ہوتا جو کچھ قارون کو دیا گیا)۔
.....لیت:اس کی وضع ہی تمنی کے لئے ہے ۔(۲)......ھل۔

لئے وضع کئے گئے ہیں،مگر مجازاً اس معنی میں بھی استعمال ہوتے

لَنَا مِنْ شُفَعَاءَ '' کیا ہمارے لئے کوئی شفیع ہے؟(ھل کا اصلی معنی

ے لئے دوبارہ جانا ہوتا' بچپنے کے دنوں کی طرف تا کہ میں

ں حج کرتا تو تیری زیارت کرتا''

مَحْبُوْبٍ مُتَوَقَّعِ الْحُصُوْلِ، وَاَدَاتُهٗ :لَعَلَّ:نَحْوُ:لَعَلَّ

سَيْتُ فِيْهِ   يَكُوْنُ وَرَاءَهٗ فَرْجٌ قَرِيْبٌ

ں کے انتظار کرنے کو کہتے ہیں' جس کے حصول کی امید ہو۔

ے''شاید کشادگی قریب ہے''اور عسی (ہے)۔جیسے:

کا طلب کرنا' جس کے حصول کی امید ہو۔تر جی کے دوالفاظ ہیں:

ں بِهِمْ جَمِيْعًا''

ذٰلِكَ اَمْرًا''

ی محبوب شئی ہے جس کے حصول کی امید ہو۔

یہ ہے کہ''لیت''،ممکن الحصول اور غیر ممکن الحصول دونوں کے لئے

ہے، امید ہے کہ اس کے بعد عنقریب کشادگی ہوجائے گی۔

فَائِدَةٌ

ـاقِ مِنْ مَكْرُوْهٍ ' عُدَّ مِنَ الْاِنْشَاءِ غَيْرِ الطَّلِبِيِّ، نَحْوُ

سے بچنے کے معنی ہوتو پھر (انشاءِ طلبی کی قسم سے نکل کر)
شاید کے دشمن آنے والا ہو"۔

اَسْئِلَةٌ

؟(٢): مَاالْاَغْرَاضُ الْمُسْتَفَادَةُ مِنَ النَّهْيِ بِالْقَرَائِنِ؟
ـرُ اَدْوَاتَـهُ وَ مَثِّلْ لِكُلٍّ مِنْهَا ؟ (٥): مَا التَّرَجِّيُ' وَبِمَ
وَ لَعَلَّ ؟ (٧):اُفْرُقْ بَيْنَ التَّرَجِّيْ وَالتَّوَقُّعِ ؟

سوالات

تَمْرِيْنٌ اَوَّلٌ

ں الْمُسْتَفَادَةَ مِنَ النَّهْيِ فِيْمَا يَأْتِيْ

ب لِغَدٍ، (۲):لَا تَحْتَجِبْ عَنِ الْعُيُوْنِ اَيُّهَا الْقَمَرُ،

):هَوِّنْ عَلَيْکَ وَلَا تُوْلَعْ بِاِشْفَاقٍ،(۵):لَا تَحْلِفْ

(٦):لَا تَسْخَطْ عَلَيْنَايَا رَبِّ، (۷):لَا تَخْرُجْ مِنَ

سْتَاذُ، (۸):لَا تَهْرِفْ بِمَا لَا تَعْرِفُ، (۹):لَا تُوَلِّ يَا

بَيْنَ الْعَصَا وَلِحَائِهَا،(۱۱):لَا تُسِئْ اِلٰى اَخِيْکَ ،

ں نہی سے کون سا معنی مراد ہے اس کو بیان کرو۔

ں۔(ارشاد)

ے او جھل مت ہو۔(تمنی)

ت آ۔(تہدید)

خوف سے فریفتہ نہ ہو(یعنی خوف کی جگہ نہ جا)(ارشاد۔

ت مت پھیر۔(تمنی)

ے درمیان داخل مت ہو۔(ارشاد)[۱۰۱]

ئی مت کر۔(معنی اصلی)

ُجبْہُ ۱۲ فَخَیْرٌ مِنْ اِجَابَتِہٖ السُّکُوْتُ

حْمُدَا ۱۳ لَا تَبْکِیَانِ لِصَخْرِا النَّدٰی

آکِلُہٗ ۱۴ لَنْ تَبْلُغَ الْمَجْدَ حَتّٰی تَلْعَقَ الصَّبِرَا

مَذِلًا ۱۵ فَمَا رَعٰی غَنَمًا فِی الدَّوِّ سَرِحَانُ

ے تو اس کو جواب مت دو، اس کو جواب دینے سے چپ

ھیں! سخاوت کرو! اور مت خشک ہو، کیا نہیں روتی ہو تم

کو تازہ کھجور کہ تو اس کو کھانے والا ہے، ہرگز نہیں پہنچ سکتا

مِنِ الْحَدَاثَةِ سَبِيْلُ،(۵): لَوْ اَنَّ لِیْ مَالاً وَّافِراً فَاَكُوْنَ

فَاَزُوْرَ بَارِيْسَ،(۷): لَوْ تَأْتِيْنِیْ فَتُحَدِّثَنِیْ،(۸):لَيْتَ

): لَعَلَّ الْخَلِيْلَ يَزُوْرُنَا فَنَسْتَأْنِسَ بِهٖ،(۱۰): لَوْتَنْزِلُ

جملوں میں تمنی کے معانی بیان کرو!

۔(معنی اصلی۔تمنی)

بھر کر سونا ہوتا۔(معنی اصلی۔تمنی)

رتا بچپنے میں۔(معنی تحسر۔تمنی)

طرف کوئی راستہ ہوتا۔(ھل' بمعنی تمنی۔یہاں اصلی معنی

زیادہ مال ہوتا تو میں احسان کرنے والا ہوتا۔(لوْ بمعنی

ءَانَّهَا (١١) جِبَالُ شَرَوْرٰی لَوْ تُعَانُ فَتَنْهَدَّا

حِبًا (١٢) لَعَلَّ لَهٗ عُذْراً وَاَنْتَ تَلُوْمُ

كِبُوْا (١٣) شَنُّوا الْاِغَارَةَ فُرْسَاناً وَرُكْبَاناً

رُمًا (١٤) فَاُخْبِرُهٗ بِمَا فَعَلَ الْمَشِيْبُ

اعت کے ساتھ چلے' گویا کہ وہ شرورٰی ١٠٢ پہاڑ ہیں،

تو وہ گر پڑتے۔ (لوْ بمعنی تمنی، مشابہ بالمحال)

کو ملامت کرنے میں جلدی مت کر، شاید کہ اس کو عذر ہو

بلعل۔ اشفاق من مکروہ)

ان کے مقابلہ میں ایسی قوم ہوتی جب وہ سوار ہوتی 'تو

پر سوار ہو کر۔ ١٠٣ (تمنی بلیت)

آتی ایک دن، تو اس کو خبر کر دیتا کہ بڑھاپے نے کیا کیا۔

فِی الْاِسْتِفْهَامِ وَادُوَاتِهِ

مِ بِشَیْءٍ ، وَاَدُوَاتُهُ: اَلْهَمْزَةُ' وَهَلْ' وَمَنْ' وَمَا' وَ مَتٰی '

مْ' وَاَیٌّ'

ہام اوراس کے الفاظ کی بحث

ہے' کسی چیز کے علم کا طلب کرنا۔اوراستفہام کے الفاظ یہ

ں ' وَاَیَّانَ ' وَاَیْنَ' وَ اَنّٰی وَ کَیْفَ' وَ کَمْ' اوراَیٌّ ۔

طَلَبِ التَّصَوُّرِ اَیِ التَّعْیِیْنِ ، وَهُوَ اِدْرَاکُ الْمُفْرَدِ،

اَمْ اَخُوْهُ'' ؟ تَعْتَقِدُ اَنَّ النَّجَاحَ حَصَلَ مِنْ اَحَدِهِمَا

دِیْقِ' وَهُوَ اِدْرَاکُ النِّسْبَةِ ،نَحْوُ ''اَنَجَحَ یُوْسُفُ ''؟

وَفِی الثَّانِیْ بِنَعَمٍ اَوْلَا ،

۱۰۷ کے لئے مستعمل ہوتا ہے،یعنی (طلب سے مراد)

ی نامعلوم شئ یا حالات کے متعلق علم حاصل کرنا،حروف استفہام

ر سے مراد) مفرد کا علم ہے۔ جیسے تیرا قول ''کیا یوسف
ں کو معلوم ہے کہ کامیابی ان دونوں میں سے کسی ایک نے
میں سے ایک کی) تعیین کا طالب ہے۔اور (ہمزہ کبھی
ں ۱۰۸؎ کے لئے اور وہ (یعنی تصدیق سے مراد) نسبت کا
ب ہوگیا؟ اور جواب پہلی صورت میں تعیین سے ہوگا، اور

سوُّرِ وَهُوَ مَا يَلِى الْهَمْزَةَ ، وَيُذْكَرُ لَهُ مَعَادِلٌ بَعْدَ اَمْ،
لِاسْتِفْهَامِ عَنِ الْمُسْنَدِ اِلَيْهِ ''اَفُوَادٌ مُسَافِرٌ اَمْ حَبِيْبٌ''
تَ عَنْ طَاعَتِىْ اَمْ رَاغِبٌ فِيْهَا'' وَعَنِ الْمَفْعُوْلِ '' أَاِيَّاىَ
'' اَرَاكِباً اَتَيْتَ اَمْ مَاشِياً'' وَعَنِ الظَّرْفِ ''اَيَوْمَ الْجُمُعَةِ

ل عنہ ہمزہ کے بعد ہوتا ہے، اور اس (مسئول عنہ) کے

کیاتو میرا قصد کرتا ہے یا خالد کا'' اور حال کے متعلق کہا

یا پیدل'' اور ظرف کے متعلق کہا جائے گا'' کیاتو جمعہ کے

رح (بقیہ متعلقات کو قیاس کرو)۔

علم بہٖ ، نَحُوُ ''اَیَوُمَ الُجُمُعَةِ قَدِمُتَ'' فَاِنَّ الُاِسُتِفُهَامَ

طَبِ ، فَاِنَّهٗ مَعُلُوُمٌ، وَاِنَّمَا یُرِیُدُ مَعُرِفَةَ زَمَنِهٖ،

س کوحذف بھی کیا جاتا ہے، جیسے'' کیا آپ جمعہ کے دن

ب کے آنے کو ثابت کرنے کے لئے نہیں ہے، کیونکہ وہ تو

کے متعلق (استفہام) ہے۔

صُدِیُقِ النِّسُبَةِ ،وَلَایَکُوُنُ لَهَا مُعَادِلٌ ،فَاِنُ جَائَتُ اَمُ

مّٰی مُنُقَطِعَةً،

یں مسئول عنہ نسبت ہوتی ہے، اور کوئی اس کا معادل نہیں

''بل'' کے معنی میں ہوگا، اور اس کا نام اَم منقطعہ ہے۔

کے لئے ثبوت کے بارے میں ہو (تو اسے ھل مرکّبۃ کہتے

ے'' ااا

فَوَائِدُ

ۃِ بِمَا یَأْتِیْ :

فِ الْهَمْزَةِ فَاِنَّهَا لِلتَّصْدِیْقِ وَالتَّصَوُّرِ،

لا تَدْخُلُ عَلَی الْمَنْفِیِّ فَلَایُقَالُ ''هَلْ مَاجَاءَ زَیْدٌ'' بَلْ

بِالْاِسْتِقْبَالِ بِعَکْسِ الْهَمْزَةِ، فَیُقَالُ ''هَلْ تُسَافِرُ هٰذَا

لا عَلٰی اِنَّ،

قَبْلَهٗ کَزَمِیْلَتِهَا، وَبَعْدَ اَمْ ،

لْاَصْلِ ، فَلَا تَدْخُلُ عَلٰی جُمْلَةٍ اِسْمِیَّةٍ خَبْرُهَا فِعْلٌ،

کے ساتھ خاص کر دیتا ہے، برخلاف ہمزہ ۱۱۲؎ کے۔پس
مساء ''(کیا تو اس شام کو سفر کرے گا)اور ''اتظنه نائما
والا گمان کرتے ہو)
وتا، اور نہ اِنّ پر۔۱۱۳؎
بعد آتا ہے، ۱۱۴؎ اس سے پہلے نہیں آتا، جیسے ''اس کا
بعد بھی آتا ہے۔۱۱۶؎
''قد'' کے معنی میں ہے، اس لئے ایسے جملہ اسمیہ پر جس
گر ایسے کلام میں مروی ہو جو اس کا وہم پیدا کرے تو اس
گے، جیسے:

اور حال دونوں کے لئے آتا ہے، چنانچہ ''اَ تُسَافِرُ هٰذَا الْمَسَاءَ ''
اس کو ابھی سویا ہوا گمان کرتے ہیں؟ اس میں حال کے معنی ہے)

مجھ جیسا آدمی بیچا جاسکتا ہے، تاکہ بھوکے معدے آسودہ

م ذِکْرُہٗ تَمَامُ التَّصْدِیْرِ اِذْ تَتَقَدَّمَ عَلَی الْعَاطِفِ، نَحْوُ
ھَا مُتَقَدِّمَةً عَلٰی اَمْ ، نَحْوُ" مَااَدْرِیْ بِسَیْفٍ ضُرِبْتُ

رہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کو مکمل صدارت دی
پہلے آئے: جیسے "اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا " اور جب کہ وہ اَم سے
ئز ہے، جیسے مجھے معلوم نہیں تلوار سے مارا گیا یا لاٹھی سے۔
للَبِ التَّصَوُّرِ فَقَطْ مَعَ اِخْتِلَافِ مَعَانِیْهَا،
طلب تصور کے لئے آتے ہیں' معانی کے مختلف ہونے

اقِلِ، نَحْوُ "مَا مَعَکَ"، اَوْ شَرْحِ الْکَلِمَةِ ، نَحْوُ" مَا

ئے،جیسے کسی کو دیکھ کر کہے ''ماانت''؟

ں :نَحُوُ ''مَنِ اکُتَشَفَ اَمُرِیُکَا''

طلب کے لئے آتا ہے،جیسے کس نے تلاش کیا امریکہ؟

انِ مَاضِیًا کَانَ اَوُ مُسُتَقُبِلاً، نَحُوُ '' مَتٰی جِئْتَ وَ مَتٰی

لئے آتا ہے، چاہے وہ زمانہ ماضی ہو یا مستقبل، جیسے ''تو

نِ الُمُسُتَقُبِلِ خَاصَّةً ، وَیَغُلِبُ اِسُتِعُمَالُهَا فِیُ مَوُضَعِ

ةِ ''

ں کی تعیین کے لئے آتا ہے، اور اس کا اکثر استعمال خوف

ت کا دن کب ہے''

کَانِ، نَحُوُ '' اَیُنَ مَنُزِلُکَ''

ے لئے آتا ہے) کیف کے معنی میں، جیسے ''اَنّٰی تُسَافِرُ

نَ اَیْنَ '' کے معنی میں آتا ہے،۱۲۱؎ جیسے ''اَنّٰی لَکَ ھٰذَا

ہے، جیسے ''اَنّٰی جِئْتَ أیَوْمَ الْخَمِیْسِ أمْ یَوْمَ الْجُمُعَةِ''۔

اَحَدِ الْمُشْتَرِکَیْنِ فِیْ اَمْرٍ یَعُمُّھُمَا ،اَوْ تَعْیِیْنِ بَعْضِ

فَرِیْقَیْنِ اَکْثَرُ عَدَدًا''وَ''اَیُّ النَّاسِ اَحَقُّ بِالْمَعْرُوْفِ''

لْمَکَانِ وَ الْحَالِ وَالْعَدَدِ وَالْعَاقِلِ وَغَیْرِہٖ، حَسْبَ

ں سے ایک کی تعیین کے لئے آتا ہے، یا مضاف الیہ میں

ے، جیسے '' ای الفریقین اکثر عددًا''و''ای الناس احق

ریعہ سوال کیا جاتا ہے زمان' مکان' حال' عدد' عاقل اور غیر

ر ہوتا ہے۔

سْتِفْھَامِ عَنْ مَعْنَاھَا الْاَصْلِیّ اِلٰی مَعَانٍ اُخَرَ تُفْھَمُ

تھ رہو یا نہ رہو دونوں برابر ہیں۔۱۲۳؎

لاِحُسَانِ اِلَّا الْاِحُسَانُ ؟

کا بدلہ مگر احسان۔

' اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ ؟

اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے؟

یُکَ؟

کرام کر۔۱۲۴؎

کَ؟

تباع مت کر۔۱۲۵؎

کَ عَلٰی طَرِیْقِ السَّعَادَۃِ ؟

' کیا میں تجھے سعادت کا راستہ بتلاؤں؟۱۲۶؎

لَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ﴾

فَائِدَةٌ

اَلتَّهَکُّمُ، نَحُوُ ٗاَعَقُلُکَ یَسُوُغُ لَکَ اَنُ تَفُعَلَ هٰذَا؟

ی الُبَـاطِـلِ: نَـحُـوُ ٗاَنّٰی یَرٰی ذَالِکَ وَهُوَ اَعُمٰی؟،

ـوُتُکَ؟، وَالتَّعَجُّبُ: نَحُوُ ﴿ وَمَالَنَا لَا نُؤُمِنُ بِاللّٰهِ﴾

حُوُ ﴿ اَتَسُتَبُدِلُوُنَ الَّذِیُ هُوَ اَدُنٰی بِالَّذِیُ هُوَ خَیُرٌ﴾،

لَ رَبُّکَ بِعَادٍ﴾۔ ۱۲۸

ی مراد ہوتے ہیں

کیا تیری عقل تیرے لئے جائز قرار دیتی ہے کہ تو ایسا

باطل: جیسے' وہ کہاں دیکھ سکتا ہے، جبکہ وہ تو اندھا ہے۔

تیر محسوس کرنا) جیسے' کتنی بار میں نے تم کو بلایا۔ اور تعجب

ں نہ لاویں اللہ پر؟ اور تنبیہ علی الخطاء: جیسے' کیا تم بدلتے ہو

و بہتر ہے۔ اور وعید: جیسے' کیا نہیں دیکھا تو نے کیا' کیا

اَسُئِلَةٌ

اَدُوَاتَهٗ؟(٢):مَا التَّصَوُّرُ وَالتَّصُدِيُقُ ؟ وَمَا الْاَدُوَاتُ
: كَمُ قِسُمًا لِهَلُ ؟(٤):عَمَّنُ يُسُتَفُهَمُ بِمَنُ وَ مَا؟
يَّانَ وَاَيُنَ ؟(٦):اُذُكُرُ مَعَانِيُ اَنّٰى؟(٧):عَمَّ يُسُتَفُهَمُ
لْمَعَانِى الْمُسُتَفَادُ مِنُ اَلُفَاظِ الْاِسُتِفُهَامِ اِذَا خَرَجَتُ
:اُفَرُقُ بَيُنَ الْهَمُزَةِ وَهَلُ فِى الْاِسُتِفُهَامِ ؟(١٠): مَا

سوالات

؟اوراس کے الفاظ کو بتائیے؟
؟اور وہ الفاظ کون سے ہیں، جن سے ان دونوں کے متعلق

تَمۡرِیۡنٌ اَوَّلٌ

الۡمُسۡتَفَادَةَ مِنَ الۡاِسۡتِفۡهَامِ بِالۡقَرَائِنِ

۱):أَصَاحِبٌ اَنۡتَ فَارۡكَنُ اِلَيۡکَ، اَمۡ عَدُوٌّ فَاَحۡذَرُ

لۡحَدَثَانِ لَيۡتَ؟ (۴):هَلۡ تَلِدُ الۡحَيَّةُ اِلَّا الۡحَيَّةُ؟(۵):

؟ (٦):اَتَغۡفِرُلِیۡ ' وَقَدۡ اَقۡرَرۡتُ بِذَنۡبِیۡ، (۷):اَفِی اللّٰهِ

اءَ وَاللّٰهُ مَعَكُمۡ؟ (۹): سَوَاءٌ عَلَى الۡكَسۡلَانِ اَوۡبَخۡتَهُ

نٰی تَرۡقُدُ اَيُّهَا الۡكَسۡلَانَ ؟ مَتٰی تَنۡهَضُ مِنۡ نَوۡمِکَ،

فِیۡ حِجۡرِهٖ' وَلَا تَحۡتَرِقُ ثِيَابُهُ ' اَمۡ يَمۡشِیۡ اَحَدٌ عَلَى

(۱۲): بِاَیِّ سُلۡطَانٍ تَفۡعَلُ هٰذَا، وَمَنِ الَّذِیۡ اَعۡطَاکَ

ظَمُ الۡوَصَایَا ؟(۱۴):هَلۡ تِلۡمِيۡذٌ اَفۡضَلُ مِنۡ مُعَلِّمِهٖ؟

ے ذریعہ استفہام سے سمجھ میں آتے ہیں' بیان کرو!

۱۲۹ (اخوک سے پہلے ہمزہ محذوف ہے۔ تعجب یا تہکم)

رسانپ کو۔(نفی)

خط کو، حالانکہ وہ توامی ہے۔(استبعاد)

فرمائیں' میں اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہوں۔(التماس یا تمنی)

ہے؟(انکار)

' جبکہ اللہ تمہارے ساتھ ہے؟(تعجب)

و یا نہ کرو۔(تسویہ)

سوتا رہے گا؟ کب اٹھے گا تو اپنی نیند سے؟(توبیخ یا تنبیہ

پنی گود میں لے؟ اور اس کے کپڑے نہ جلیں؟ یا کوئی آگ

ں نہ جلیں؟(استبعاد یا تنبیہ علی الباطل)

بناء پر تو ایسا کرتا ہے، اور کس نے تجھے یہ اقتدار دیا ہے؟

ـنْ مِـنْـكُـمْ اِذَا هَـمَّ يَـقْدِرُ اَنْ يَزِيْدَ عَلٰى قَامَتِهٖ ذِرَاعاً
ـذَى الَّذِىْ فِىْ عَيْنِ اَخِيْكَ وَلَا تَفْطِنُ لِلْخَشَبَةِالَّتِىْ
مِنْكُمْ يَسْأَلُهٗ اِبْنُهٗ خُبْزاً فَيُعْطِيْهٖ حَجَراً؟(٦): أَ تَلْعَبُ
نَ الْخَلِيُّ مِنَ الشَّجِيِّ؟(٨) أَ تَزَهُّدُكَ يَأْمُرُكَ بِاَنْ

جِعِىْ (۹) وَمَسْنُوْنَةٌ زُرْقٌ كَاَنْيَابِ اَغْوَالٍ
مَطَايَا (۱۰) وَاَنْدَى الْعَالَمِيْنَ بُطُوْنَ رَاحٍ
الْغِنٰى (۱۱) وَرَأْىُ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ جَمِيْلٌ
خُفْيَةٍ (۱۲) يُصَدَّقُ وَاشٍ اَوْ يُخَيَّبُ سَائِلٌ

جملوں میں استفہام کی غرض بیان کرو!

ے کافی نہیں ہے؟ (انکار)

ں نہیں ہے، اور جسم کپڑے سے افضل نہیں ہے۔ (انکار و

ہے۔(توبیخ یا تنبیہ علی الخطاء)

۱۳۱(انکار اور نفی)

ہے کہ تو ہمارے مالوں کو لے لے۔(انکار)

حالانکہ مشرفی تلوار میرے پہلو میں ہے، اور نیلے رنگ کے

ح ہیں۔۱۳۴(انکار)

ونے والوں میں سب سے بہتر، اور تمام عالم میں سخی

(تعظیم یا تقریر)

ں فقر کا اور محروم کیا جاؤں مالداری سے، حالانکہ امیر

ے میں) عمدہ ہے۔۱۳۶(نفی)

ں نے ہر پوشیدہ چیز کا تجربہ کرلیا ہے، کسی چغل خور کی

ونا کام کیا جائے گا۔۱۳۷(تہکم و انکار)

ُبحَثٌ فِی النِّدَاءِ

حَرُفٍ یَنُوبُ عَنُ فِعُلٍ اَدُعُوُ اَلُمَحُذُوُف ، وَاَدُوَاتُ

یُ‘وَ آیُ‘وَ اَیَا‘وَھَیَا‘وَوَا،

الُبَوَاقِیُ لِلُبَعِیُدِ،

حث نداء کے بیان میں ہے

توجہ دلانے وآنے) کوطلب کرنا‘ ایسے حرف کے ذریعہ جو

و۔اورنداء کے الفاظ یہ ہیں:یَا‘وَالُھَمُزَۃُ‘آ‘وَاَیُ‘آیُ‘ اَیَ‘

یا‘وَا۔پس ہمزہ اوراَی قریب کے لئے آتے ہیں،اور باقی

قَرِیُبِ وَالُبَعِیُدِ مَنُزِلَۃَ صَاحِبِہٖ،فَیُنَادٰی بِمَا یُنَادٰی ھُوَ

حضِرًا فِی الُفِکُرِ،اَوُ مُقُبِلاً عَلٰی مَنُ یُنَادِیُہٖ،اَوُ مُصُغِیاً

کَقَوُلِہٖ :

کَانَ قَرِیُباً غَافِلاً'اَوُ نَائِماً'اَوُ مُعُرِضاً عَمَّنُ یُنَادِیُهٖ،اَوُ
حتّٰی کَاَنَّ عَدَمَ اِنُتِبَاهِهٖ، اَوُ بُعُدَ مَرُتَبَتِهٖ فِی الُعِظَمِ 'اَوِ
ؤُتٰی لَهُ بِآ اَوُ اِحُدٰی اَخَوَاتِهَا، نَحُوُ' اَیَاهٰذَا'' لِمَنُ هُوَ

(لیکن متوجہ ہو)۔یا منادی قریب ہو،مگر غافل ہو،یا سویا
ں کرنے والا ہو،یا اونچے رتبہ والا ہو،یا حقیر رتبہ والا ہو(تو
یں)۔حتی کہ گویا کہ متنبہ نہ ہو،یا مرتبہ میں اس کی عظمت یا
ی ہے۔ایسے وقت میں ''آ''یا اس کے اخوات میں سے
''(اس شخص کے لئے جو تمہارے ساتھ ہے)۔

فَائِدَةٌ

فنُ مَعُنَاهَا الُاَصُلِیّ اِلٰی مَعَانٍ اُخَرَ تُفُهَمُ بِالُقَرَائِنِ :
معنی کو چھوڑ کر دوسرے معانی میں بھی استعمال ہوتے ہیں'

کِیْنُ !

ۃُ الْاَدَبِ !

ں!ادب کے ضائع ہونے پر۔

!

ہُ:

وَاوالداہ!

ہِیَۃُ اَلدَّھُیَا،

بت!

لِہٖ :

اَسْئِلَةٌ

اَدْوَاتُهٗ؟(۲):لِمَاذَا يَنْزِلُ الْقَرِيْبُ مَنْزِلَةَ الْبَعِيْدِ
الَّتِىْ يَخْرُجُ اِلَيْهَا النِّدَاءُ عَنْ مَعْنَاهَا الْاَصْلِىّ؟

سوالات

روف نداء بتائے؟

بعید کے لئے اور بعید قریب کے لئے استعمال ہوتے

س وجہ سے حروف نداء اصلی معنی سے نکل جاتے ہیں؟

تَمقرِيْنٌ

النِّدَاءِ وَالْغَرْضِ مِنَ النِّدَاءِ فِيْمَا يَلِىْ

بِالنَّجَاحِ،(۲):أَيَا هٰذَا،(۳):اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِىْ،(۴):يَا

اللہ کی بخشش کا محتاج ہوں۔(استغاثہ)
ا ہوں۔(ای للقریب معنی اصلی)
ں، پس تو لا میرے پاس ان جیسوں کو، جب کہ جمع کرے

ؤ مکہ اور مدینہ جائے تو پہنچادے، نجران کے میرے ہم
ں۔۱۴۰(تحزن او تضجر)
ے رات' گویا کہ اس کے ستارے، مضبوط بٹی ہوئی رسی کے
ے گئے ہیں۔(تاسف او تضجر)
ہے اپنے چہرے پر، تو جھوٹ مت بول، پس تو ان کا ہم
عجب)

فِیْ اِنْشَاءِ غَیْرِ الطَّلَبِیْ

انشاءغیرطلبی کے بیان میں ہے

:

صیغے) ہیں۔ ۱۴۱

الْخِیَانَۃِ، وَلِلّٰہِ دَرُّہٗ مِنْ اَدِیْبٍ،

چیز ہے۔ اوراللہ ہی کے لئے ادیب کی خوبی ہے۔

لَیْسَ فَوْقَ الْاَرْضِ بَاقٍ،

مین پر باقی رہنے والانہیں ہے۔

رٰی زَیْدٌ اَنْ یَرْجِعَ،

ہے کہ زید لوٹ آئے۔

حوُ نِعْمَ الْکَرِیْمُ حَاتِمٌ، وَبِئْسَ الْبَخِیْلُ مَادِرٌ،

اتم بہت اچھا آدمی ہے۔ اور مادر بڑا بخیل۔

سلبَتْ نِعْمَةً،

ل کلمہ نعمت کو چھین لیتا ہے۔

ِ الاَقْوَالِ، نَحْوُ' كَمْ كُتُبٍ قَرَأْتُ،

کے مطابق، جیسے' بہت سی کتابیں میں نے پڑھیں۔

فَائِدَةٌ

الْإِنْشَـاءِ لِغَرَضٍ كَالتَّفَاؤُلِ،نَحْوُ'' رَحُبَتْ دَارُكَ''

اللّٰهُ'' وَالْاِحْتِرَازُعَنْ صُوْرَةِ الْاَمْرِ، نَحْوُ'' يَنْظُرُ اِلَيَّ

غَداً''

انشاء کے معنی میں بھی آتا ہے، ۱۴۸ مثلاً تفاؤل: جیسے

ہے، جیسے'' رُبَّ رَجُلٍ كَـرِيْـمٍ لَقِيْتُهٗ '' (کریم آدمی سے بہت کم

مستعمل ہوتا ہے، جیسے'' رُبَّ مَـالٍ صَـرَفْتُـهٗ '' (میں نے بہت سا

ے لئے، جیسے اللہ تجھ پر رحم کرے۔ اور امر کی صورت سے
ں دیر میری طرف توجہ فرماویں، اور کل تھوڑی دیر کے لئے

اَسْئِلَةٌ

۲): بِمَ يَكُوْنُ؟(۳): هَلْ يَقَعُ الْخَبَرُ مَوْقِعَ الْاِنْشَاءِ ؟
نْ وَضْعِ الْخَبَرِ مَوْضِعَ الْاِنْشَاءِ،
یا ہے؟

ستعمال ہوتی ہے؟
ل ہونے کی بعض اغراض بتاؤ۔

تَمْرِيْنٌ

نُ یُرٰی (۱۴) صَبُوْراً وَلٰکِنْ لَا سَبِیْلَ اِلَی الصَّبْرِ

ِ بَاقٍ (۱۵) وَلَا مِمَّا قَضَاهُ اللّٰه وَاقٍ

زَاجِهَا (۱۶) وَحُبَّ بِهَا مَقْتُوْلَةً حِیْنَ تُقْتَلُ

لبی کی قسم اور اس کی غرض بیان کرو

ے زیادہ بلیغ ہے۔(رب)

ں آدمی کی جو اللہ سے ڈرے۔(تعجب)۔

چیزوں کو، اور قریب کردیئے ملنے کے دن۔(تفاؤل)

ی خوبی ہے۔(تعجب)

ے لئے یہ کہ سچ بولے۔(تعجب)

کتنے عمدہ تھے۔۱۴۹؎ (تعجب)

ر خیانت نہیں کروں گا اپنے ساتھی کے ساتھ۔(قسم)

ب ہونے والا ہے۔۱۵۰؎ (قسم)

ا نہر کے کنارے پر۔ (تعجب)

لیا ہی بہتر ہے عقلمند آدمی کے لئے' کہ وہ دیکھا جائے صبر

ہے صبر کی طرف۔ (تعجب)

ین پر باقی رہنے والا نہیں ہے، اور نہیں ہے کوئی بچانے

ہے۔ (قسم)

کو قتل کرو (یعنی اس کی تیزی کو ختم کرو) اس میں کچھ ملا کر

کر جبکہ قتل ہو جاتی ہے۔ (مدح)

انِیْ فِی الذِّکْرِ وَالْحَذْفِ

ب ذکروحذف کے بیان میں ۱۵۱

فَصْلٌ فِی الذِّکْرِ

صل ذکر کے بیان میں ہے

عْنًی فِی الْکَلَامِ لَا یُذْکَرُ وَلَایُحْذَفُ اِلَّا لِدَاعٍ ، فَمِنْ

پر دلالت کرے،اس کا ذکر یا حذف کسی وجہ اور سبب سے

رنے کے اسباب (یہ ہیں:)

عِنْدَ حَذْفِهٖ ،نَحْوُ ''رَأْسُ الْحِکْمَةِ مَخَافَةُ اللّٰهِ''

مسند الیہ کے حذف کے وقت اس پر دلالت کرے، جیسے

۱۵

تی کے لئے ، جیسے' بہادر وہ ہے جو اپنی خواہش کی مخالفت
ولیٰ کی اطاعت کرے۔
مِعِ حَتّٰی لَا یَتَأَتّٰی لَهُ الْاِنْکَارُ، کَمَا اِذَا قَالَ الْقَاضِیُ
عَلُ کَذَا،فَیَقُوْلُ :" نَعَمْ رَأَیْتُ زَیْدًا هٰذَا یَفْعَلُ کَذَا"
بن کرانا تا کہ اس سے انکار نہ کر سکے۔جیسا کہ جب قاضی
س زید کو جو کرتا تھا ایسا ایسا؟ تو اس کے جواب میں شاہد یہ
یکھا ہے جو ایسا ایسا کرتا تھا۔
مِعِ حَتّٰی لَایَفْهَمُ عِنْدَ حَذْفِ شَیْءٍ مِنَ الْکَلَامِ ، نَحْوُ
اِنْسَانِ جِهَادٌ"
امع کی غباوت پر یہاں تک کہ (وہ اتنا غبی ہے) کہ اگر
) حذف کر دیا جائے تو وہ سمجھ نہیں سکے گا۔جیسے' انسان کی
ی جہاد ہے۔

'ھل رجع القائد'' یہ کہنا ''رجع المنصور اوالمھزوم
شر مرتب ہے)

:

ں:

دَوَاعِی الذِّکْرِ،

یں ذکر ہوئے۔

دُ التَّجَدُّدَ مُقَیَّدًا بِاَحِدِ الْاَزْمِنَةِ الثَّلا ثَةِ عَلٰی اَخْصَرِ

مَا یَمَّمْتُ یَنْفَعُنِیْ''

تا کہ کسی ایک زمانہ کے ساتھ مقید ہو کر تجدد کا فائدہ دے،

ے ساتھ ہے' جہاں کا ارادہ کرتا ہوں وہ مجھے فائدہ دیتا ہے،

کو تعظیم کے لئے ذکر کیا گیا، مثلاً: سائل نے پوچھا: لشکر کا امیر واپس
ور'' کامیاب انسان لوٹا، اس مثال میں منصور کا ذکر تعظیم کے لئے

الثُّبُوْتَ مُطْلَقاً: نَحْوُ "اَلشَّمْسُ مُشْرِقَةٌ"

صورت میں مطلق ثبوت کا فائدہ دیتا ہے۔جیسے' آفتاب

ـعُوْلِ بِهٖ ، اِفَادَةَ تَعَلُّقِهٖ بِالْفِعْلِ لِوُقُوْعِ الْفِعْلِ عَلَيْهِ ،

فَادَةِ وُقُوْعِهٖ مِنْهُ، وَهٰكَذَا يُقَالُ عَمَّا سِوَى الْمَفْعُوْلِ

عی میں سے ایک فعل کے ساتھ اس کے تعلق کا فائدہ دیتا

ں وجہ سے،جیسا کہ فاعل کا ذکر فعل کے ساتھ اس لئے ہوتا

ا فائدہ دے۔اور اسی طرح مفعول کے علاوہ دوسری قیود

اَسْئِلَةٌ

اِلَيْهِ ؟(۲):مَاالْاَغْرَاضُ الَّتِيْ تَدْعُوْ اِلٰى ذِكْرِهٖ؟(۳):

تَمْرِیْنٌ

دَوَاعِیَ الذِّکْرِ فِیْمَا یَأْتِیْ

ـذَ، فَلْیَکُنْ اِسْمُ الرَّبِّ مُبَارَکاً،(۲):هٰؤُلَاءِ کَتَبُوْا ' وَ
ـرَحَ الدَّرْسَ، وَالْاُسْتَاذُ اَمَرَنَا بِحِفْظِہٖ،(۴):هَلْ جَاءَ
ـةِ،اَوْ قَدِمَ غَامِطُ النِّعْمَةِ،(۵):فُؤَادُ هٰذَا تَکَلَّمَ بِغِیَابِ
جُنُوْنٌ ، وَآخِرُہٗ نَدَمٌ ،(۷):اَوَّلُ الْاِنْسَانِ تُرَابٌ، وَ

عَنَّا (۸) وَعَبَّاسٌ یُجِیْرُ مَنِ اسْتَجَارَ
ـاطِبَةً (۹) هٰـذَا التَّقِیُّ النَّقِیُّ الطَّاهِرُ الْعَلَمُ
ـطَنَا (۱۰) وَنَـحْـنُ الآخِـذُوْنَ لِـمَا رَضِیْنَا
الَّذِیْ (۱۱) اَمَاتَ وَاَحْیَا وَالَّذِیْ اَمْرُہٗ الْاَمْرُ

ـلے جملوں میں دواعی ذکر بیان کرو

، للتعظيم فى الاول وللتحقير فى الثانى)

ر موجودگی میں بات کی۔(ذكر المسند اليه للتسجيل)

اور آخر ندامت ہے۔(ذكر المسند اليه للاصل)

ہے اور انسان کی انتہا بھی مٹی ہے۔

سند اليه للتعريض بغباوة السامع)

مکروہات کو ہم سے، اور عباس پناہ دیتا ہے اس کو جو پناہ

ه للاستلذاذ)

بہترین شخص کا صاحبزادہ ہیں، یہ پاک صاف ستھرا نشان

جيل والتعظيم)

پسند کرتے ہیں' چھوڑ دیتے ہیں، اور جن چیزوں کو ہم پسند

کر تكرار المسند اليه لزيادة التقرير)

س نے رلایا اور ہنسایا، اور اس کی جس نے موت وحیات

...صْلٌ فِی الْحَذْفِ

...س حذف کے بیان میں ہے

...ی حَذْفِ الْمُسْنَدِ اِلَیْہِ

...یہ کےحذف کےاسباب یہ ہیں

...خاطَبِ: نَحْوُ ''حَضَرَ'' تُرِیْدُ شَخْصًا مَعْهُوْدًا بَیْنَکَ

...یہ کو چھپانا، جیسے ''حضر'' جبکہ تو ارادہ کرے ایسے شخص کا جو

...یان معلوم ہے۔۱۵۷

کَقَوْلِہٖ:

...تُ: عَلِیْلٌ سَهْرٌ دَائِمٌ، وَحُزْنٌ طَوِیْلٌ

...نَحْوُ قَوْلِکَ: لِلصَّیَّادِ: غَزَالٌ،

سے، جیسے اس شعر میں: ۱۶۰؎

ں نے کہا: جلدی سے فراق ہوجائے گا، اس کو میں نہیں

ب شور مچاؤ۔

رَمْيَةٌ مِنْ غَيْرِ رَامٍ"

ا کہاوت کو نقل کرنے کے لئے حذف کیا جائے) جیسے تیر

ے۔ ۱۶۱؎

بِهٖ، نَحْوُ "عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، وَخَلَّاقٌ لِمَايُرِيْدُ"

کے لئے، جیسے جاننے والا ہے پوشیدہ اور ظاہر کا۔ بڑا خالق

ہ تعالیٰ ہی ہو سکتے ہیں)

ـادُ الْفِعْلِ اِلٰى نَائبِ الْفَاعِلِ، لِلْعِلْمِ بِهٖ اَوِ الْجَهْلِ،

قَ الْاِنْسَانُ"، "وَاخْتُرِعَ الْحِسَابُ"، "وَسُرِقَ الْبَيْتُ"

ں یہ بھی داخل ہے کہ فعل مجہول کی اضافت نائب فاعل کی

...وَاعِیُ حَذُفِ الۡمُسۡنَدِ

...رکےحذف کےاسباب یہ ہیں

...مَرَّ فِیُ حَذُفِ الۡمُسۡنَدِ اِلَیۡہِ ،کَالۡمُحَافَظَۃِ عَلٰی وَزۡنٍ،

...بِمَا عِنۡدَکَ رَاضٍ'وَالرَّأیُ مُخۡتَلِفٌ

...لَوۡلَا الۡوِئَامُ لَھَلَکَ الۡاَنَامُ

...مذکورہ بالا وجوہ میں سے کسی غرض کا حذف سے متعلق ہونا'

...عر میں:

...رے پاس ہے اورتم جوتمہارے پاس ہے' اس سے خوش

...رَۃٌ فِیُ کَلَامِ الۡمُتَکَلِّمِ، نَحُوُ ''زَیۡدٌ قَائِمٌ وَ عَمۡرٌو'' اَیُ

...حُوُ ﴿ فَسَیَقُوۡلُوۡنَ مَنۡ یُعِیۡدُنَا ؟ قُلِ الَّذِیُ فَطَرَکُمۡ اَوَّلَ

ذُکم الذی فطرکم"

اِعِیْ حَذْفِ الْمَفْعُوْلِ بِہٖ

ں بہ کے حذف کے اسباب یہ ہیں

سَجْعٍ، نَحْوُ ﴿مَاوَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی، وَلَلْاٰخِرَۃُ

آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا اور نہ (آپ سے)

ے دنیا سے بدرجہا بہتر ہے۔

نَحْوُ "وَاللّٰہُ یَدْعُوْا اِلٰی دَارِالسَّلامِ اَیْ جَمِیْعَ عِبَادِہٖ"

جیسے اللہ تعالیٰ دارالسلام کی طرف بلا رہا ہے یعنی اللہ تعالیٰ

ی مَنْزِلَۃَ اللَّازِمِ لِعَدِمِ تَعَلُّقِ الْغَرَضِ بِالْمَعْمُوْلِ، نَحْوُ

الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴾ ۱۶۶

رجہ میں لانا، اس لئے کہ معمول سے کوئی غرض متعلق نہیں،

(کہیں) برابر ہوتے ہیں۔

فِرُ لِمَنْ یَشَاءُ اَیْ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ"

ے لئے منظور ہوگا بخش دیں گے۔"ای یغفر الذنوب"

ہے۔

هَامِ، نَحْوُ ﴿مَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ﴾ (اَیْ مَنْ شَاءَ الْاِیْمَانَ)

کے لئے، جیسے سو جس کا جی چاہے ایمان لے آوے۔

اللّٰہُ مَایَشَاءُ وَیُثْبِتُ" (اَیْ یُثْبِتُ مَایَشَاءُ)

یا ہو (تو دوبارہ اس کو حذف کردیں گے) جیسے خدا تعالیٰ

کر دیتے ہیں اور جس حکم کو چاہیں قائم رکھتے ہیں۔

اَسْئِلَةٌ

تَمْرِيْنٌ

وْفِ وَاذْکُرْ دَوَاعِیَ حَذْفِهٖ فِیْمَا یَأْتِیْ

لِبَاسُ التَّقْوٰی التقْوٰی ذٰلِکَ خَیْرٌ لَکُمْ ،(۳):سَمْعًا وَطَاعَةً،

(۵):اَلْحَیَّةَ اَلْحَیَّةَ،(٦):غَفَّارٌ لِلذُّنُوْبِ،(۷):اَلْحَمْدُ

فَأَنَامَتْ،(۹):بَقْبَقَةٌ فِیْ زَقْزَقَةٍ، (۱۰):زُیِّنَ فِیْ عَیْنِ

ـعَسَلِ وَ فِعْلٌ کَالْاَسَلِ،(۱۲):لَوْلَا الوِئَامُ لَهَلَکَ

مِ،(۱۴):فَعَّالٌ لِمَا یَشَاءُ،

هَوٰی (۱۵) وَاَخْـرُجُ مِـنْـهُ لَا عَلٰی وَلَالِیَـا

رَتْ (۱٦) مَـاکَـانَ یُعْرَفُ طِیْبُ عَرْفِ الْعُوْدِ

رٰی (۱۷) صَبْـرٌ جَـمِیْـلٌ فَـکِلَانَـا مُبْتَلٰـی

لَفْظَةٍ (۱۸) فَـلَـقَـدْ تَـضُـرُّ اِذَا تَشَـاءُ وَ تَنْفَعُ

مِعِدَا (۱۹) وَاِمَّـا کِـفَـافًـا لَا عَلٰی وَلَا لِیَـا

مل میں ’’هذه بقبقة‘‘ تھا اتباعاًللاستعمال‘‘)

یٹا زینت دیا گیا۔۱۶۹ا......

ہے ’ اتباعا للاستعمال للعلم وهو ’’الله‘‘)

م تیز تلوار کی طرح۔

للاستعمال۔اصل میں ’’كلام وفعل ثابت‘‘ تھا)

خلوق ہلاک ہوجاتی۔

عا للاستعمال۔اصل میں ’’الوئام موجود‘‘ تھا)

کلنے والے کے۔

ےاتباعا للاستعمال۔اصل ’’هذه رمية‘‘ تھا)

ہے۔

مسند لايَلِيُقُ الا بالله‘‘۔اصل میں ’’الله فَعَّالٌ‘‘ تھا)

س بات پر راضی ہوں کہ عشق کی محبت کو برداشت کرتا

ـد اليــه مـحـذوف لـلـمحافظة على وزن الشعر 'لان

لٌ)

دل عليه علامة القوسين۔

سے ٹھنڈا رکھ، اگر تو اس کی طاقت رکھتا ہو، کیونکہ تو جب

تا ہے۔

عميم مع الاختصار، والاصل تَضُرُّنِیْ وَتَنْفَعُنِیْ)

رست یا تو ہماری مدد اور نصرت کرو، یا برابر رہو نہ مجھے

على الوزن، لان الاصل لاضرر علی ولا نفع لِیَ)

اتے وقت آہستہ باتیں کرتے ہیں، اور گھر اور دروازے

سائل نہ آجائے، یعنی بخیل ہیں)

فاءُ الامرِ عن غَیرِ المُخَاطَبِ، والاصل هم قوم)

لِثُ :فِی التَّقْدِیْمِ وَالتَّاخِیْرِ

ب تقدیم وتاخیر کے بیان میں

کَلامِ لَایُمْکِنُ النُّطْقُ بِهَا دَفْعَةً وَاحِدَةً ، بَلْ لَا بُدَّ مِنْ

بقَدَّمُ لَفْظٌ عَلٰی غَیْرِهٖ اِلَّا لِدَاعٍ،

تمام اجزاء کا بیک وقت تلفظ ممکن نہیں، بلکہ بعض اجزاء کی

ورکوئی لفظ دوسرے لفظ پر بغیر کسی سبب کے مقدم نہیں ہوتا‘

سْنَدِ اِلَیْهِ

سباب (یہ ہیں):

ِ الْجُمْلَةِ الْاِسْمِیَّةِ تَقْدِیْمُ الْمُسْنَدِ اِلَیْهِ لِکَوْنِ ذِکْرِهٖ

سندالیہ کومقدم کرنا ہے، اس لئے کہ اس (مبتداء) کا ذکر

سب سے زیادہ پرہیز گار ہو۔۱۷۰

اءَ ةِ، نَحْوُ" اَلْحَبِیْبُ اَقْبَلَ وَالْعَدُوُّ فَاجَأَنَا"۔۱۷۱

کے لئے) جیسے' دوست آیا اور دشمن اچانک آ گیا۔

سَّلْبِ' وَسَلْبِ الْعُمُوْمِ: فَالْاَوَّلُ یَکُوْنُ بِتَقْدِیْمِ اَدَاةِ

"کُلُّ الدَّرَاهِمِ لَمْ آخُذْ" وَالثَّانِیْ بِتَقْدِیْمِ اَدَاةِ النَّفْیِ

کُنْ کُلُّ ذٰلِکَ"

رح پر،۱۷۲ پس پہلا (عموم سلب) ادات عموم کے ادات

جیسے "کل الدراهم لم آخذ "۔اور دوسرا (سلب

قدیم کے ذریعہ ہوتا ہے۔جیسے "لم یکن کل ذلک"

اس حیثیت سے کہ جزءِ متقدم آنے والے جزءِ متأخر کو سننے کا شوق

ذکر کیا جائے گا تو سامع کے ذہن میں متمکن ہو جائے گا، کیونکہ جو

ن میں مضبوط جگہ پکڑ لیتی ہے۔بخلاف ان خبروں کے جو بغیر شوق

فَعَلْتُ هٰذَا، وَرَجُلٌ جَاءَ نِيْ، اَیْ لَا اِمْرَأَةٌ اَوْ لَا رَجُلَانِ،

"اور "رجل جاء نی" یعنی نہ عورت اور نہ دو آدمی۔۱۷۳

سْنَادِ، نَحْوُ "زَيْدٌ جَاءَ وَالْعِلْمُ يَنْفَعُ"

ہنچانا، جیسے زید آیا اور علم نفع دیتا ہے۔۱۷۴

فَائِدَةٌ

ا اَلْقَصْرُ نَفْيًا ، فَاِنَّهُ يُفِيْدُ اِخْتِصَاصَ نَفْيِ الْفِعْلِ

اَنْ يُقَالَ: "مَا اَنَا فَعَلْتُ هٰذَا وَلَا غَيْرِیْ" وَيَصِحُّ "بَلْ

قصر کا معنی ہے۔ اس صورت میں متکلم کے ساتھ فعل کی نفی

ر اسی اصل کی بناء پر "ما انا فعلت هٰذا ولا غیری" صحیح

لت هٰذا) بل غیری"۔

وَاعِ تَقْدِيْمِ الْمُسْنَدِ

ٖعض،نَحْوُ" فِیْ دَارِنَا الْاَمِیْرُ" وَکَیْفَ اَنْتَ؟،وَاِنَّ مِنَ

ہ اموریں بعض، جیسے اہمیت اورقواعد کی اتباع، اورشوق
ر میں امیر ہیں،اورآپ کیسے ہیں؟۵۷لے اور یقیناً بعض

سُّوَالِ کَتَقْدِیْمِ الْمَسئُوْلِ عَنْہُ بَعْدَ ھَمْزَۃِ الْاِسْتِفْھَامِ
حْوُ : اَتَتَبِّعُ ھَوَاکَ بَعْدَ الْمَشِیْبِ،
جیسے کہ مسئول عنہ کا متقدم ہونا ہمزہ استفہام کے بعد، یا
کیاتو بڑھاپے کے بعد بھی خواہش کی اتباع کرتا ہے۔
حْوُ :
لا تُجِبْہُ فَخَیْرٌ مِنْ اِجَابَتِہٖ السُّکُوْتُ

اِلَیْہِ مَعْمُوْلًا ،وَلَا غَرَضَ لِتَاخِیْرِہٖ، نَحْوُ ’’قَامَ زَیْدٌ‘‘

عمول ہو، اور مسند الیہ کے مؤخر لانے کی کوئی غرض نہ ہو۔

تَنْبِیْہٌ

مُسْنَدِ اِلَیْہِ وَالْمُسْنَدِ کَالذِّکْرِوَالْحَذْفِ، وَالتَّقْدِیْمِ

ختَصُّ بِھِمَا بَلْ یَجْرِیْ عَلٰی غَیْرِھِمَا مِنْ مَعْمُوْلَاتِ

رِیْنِ ، وَاعْلَمْ اَنَّ التَّقْدِیْمَ مُطْلَقاً قَدْ یَکُوْنُ فِی الْقُیُودِ

تَبَرُّکِ اَوِالْاِسْتِلْذَاذِ اَوْضَرُوْرَةِ الشِّعْرِ اَوْ رِعَایَةِ

بہت سے احکام جیسا کہ ذکر وحذف اور تقدیم وتاخیر، اور

الیہ ہی کے ساتھ خاص نہیں ہیں، بلکہ (یہ احکام) ان کے

ہود میں ہوتی ہے جیسا کہ ان دونوں میں (مسند اور مسند
ذ یا ضرورت شعر یا فاصلہ کی رعایت یا تخصیص کے لئے۔

تَرْتِيْبِ الْفِعْلِ وَمَعْمُوْلَاتِهٖ

ں کے معمولات میں ترتیب کی بحث

نْ يَتَقَدَّمَ عَلَى الْمَعْمُوْلِ، فَيُحْفَظُ الْاَصْلُ بَيْنَ الْفِعْلِ
الْمَعْمُوْلِ اَنْ تُقَدِّمَ عُمْدَتَهٗ عَلَى الْفُضْلَةِ، فَيَقَعُ الْفِعْلُ
فَالْمَفْعُوْلُ الْمُطْلَقُ، فَالظَّرْفُ، فَالْمَفْعُوْلُ لِاَجْلِهٖ، ثُمَّ

پر مقدم ہوگا، پس یہ اصل، فعل اور فاعل کے درمیان برابر
یہ ہے کہ عمدہ (عامل) زائد (معمول) پر مقدم ہوگا، اس
اعل، پھر مفعول بہ، پھر مفعول مطلق، پھر ظرف (یعنی مفعول

سے میں نے بات کی۔۱۷۹

جُلٌ مِنْ اَقْصَی الْمَدِیْنَةِ رَاکِضًا‘‘

شہر کے کنارے (رہتا تھا وہاں) سے آیا دوڑتا ہوا۔۱۸۰

حْوُ ﴿جَاءَ هُمْ مِنْ رَبِّهِمُ الْهُدٰی﴾

جیسے' ان کے پاس ان کے رب کی جانب سے (بواسطۂ

ارِجِیَّ زَیْدٌ‘‘

نے خارجی کو قتل کیا۔ (خارجی کو زید فاعل پر مقدم کیا)

سِبْتُ زَیْدًا کَرِیْمًا، وَاَعْطٰی زَیْدٌ عَمْرًا دِرْهَمًا‘‘

سے، جیسے' میں نے زید کو کریم گمان کیا، اور زید نے عمرو کو

یَانِ الْمَعْنٰی، نَحْوُ ’’مَرَرْتُ رَاکِباً بِزَیْدٍ‘‘ اَوْبِقَوَاعِدِ

میں خلل واقع ہوتا ہو، جیسے' میں گذرا سوار ہوتے ہوئے
ہ کی وجہ سے، جیسے' ہر دن کو اس کی شرارت کافی ہے۔۱۸۴

اَسْئِلَۃٌ

الْمُسْنَدِ اِلَیْہِ، (۲): مَاالْمُرَادُ بِالتَّخْصِیْصِ ھٰھُنَا؟
الْمُسْنَدِ، (۴): تَکَلَّمْ عَلٰی عُمُوْمِ السَّلْبِ وَسَلْبِ
عَامِلِ ؟ وَاَیْنَ یَحْفَظُ ھٰذَا الْاَصْلُ؟ (۶): مَا الْاَصْلُ فِی
یْبَ الْفِعْلِ مَعَ مَعْمُوْلَاتِہٖ، (۸): مَتٰی یُخَالِفُ ھٰذَا

ں،
لاؤ۔

راد ہے۔
ں بیان کرو۔
ر کلام کیجئے!

تَمْرِيْنٌ

ی التَّقْدِیْمِ فِی الْعِبَارَاتِ الْآتِیَةِ

،لِـیْ تَـجْثُـوْ كُـلُّ رُكْبَةٍ،(۲):مَـا كُلُّ بَـارِقَةٍ تَجُوْدُ

فِ،وَلَاسَرَفَ فِی الْخَیْرِ، (۴):اَدَبُ الْمَرْءِ خَیْرٌ مِنْ

مَا تَمَنّٰی،(٦):غَیْرِیْ یَأْكُلُ الدَّجَاجَةَ ، وَاَنَا اَقَعُ فِی

یَرْمِیْ بِهٖ،(۸):اَلْخَارِجِیُّ دَخَلَ الْبَلَدَ،(۹):هُوَ یَهَبُ

ـیْ،(۱۱):اَنْـتَ مَـاسَـعَیْـتَ فِیْ حَاجَتِیْ،(۱۲):اَنَا

):مَـا اسْتَبْـقَاكَ مَنْ عَرَضَكَ لِلْاَسَدِ،(۱۴):نِعْمَ

نٌ فِیْ كُلِّ عَیْنٍ مَنْ تَوَدُّ، (۱٦): كُلُّ حَیٍّ لَا یَسْتَغْنِیْ

یُفْلِحُ،(۱۸):مَاكُلّ رَأیِ الْفَتٰی یَدْعُوْ اِلٰی رَشَدٍ،

صْحَهٗ (۱۹) وَلَا كُـلُّ مُـوْتٍ نُـصْحَهٗ بِلَبِیْبِ

سُّرٰی (۲۰) وَتَنْجَلِیْ عَنْهُمْ غَیَاهِیْبُ الْكَرٰی

ں نہیں،اور بھلائی میں کوئی اسراف نہیں۔۱۸۵

سونے سے بہتر ہے۔

مقدم ہے۔الاصل فی الجملة تقدیم المسند الیه)

و سمجھ لے گا۔

ل‘‘مسندالیہ مقدم ہے، لِلَاهمية)

ر میں باڑ میں پڑا رہتا ہوں۔

ں اورانا مسندالیہ مقدم ہے اصل کی وجہ سے)

تی ہے جس کو وہ پھینکتا ہے۔

مقدم ہے،لِاِصَالَةِ التقديم او للاهمية)

گیا۔

قدم ہے۔ لِتَعُجِيُلِ الُمُسَاء ةِ او للاهمية)

سامنے پیش کیا اس نے تم کو باقی نہیں رکھا۔

سے ''ما استبقاک''مسند مقدم ہے)

مَا یَسْتَبْقِیْ اِسْتِبْقَاءً ، باب استفعال سے ہے۔

۔

مقدم ہے۔تشویق الی المتأخر کی وجہ سے)

جس کو وہ چاہتی ہے۔

مقدم ہے۔یہ مثل ہے'اتباع استعمال یا تخصیص کے لئے)

نہیں ہے۔

رف عام''کل''مقدم ہے حرف نفی''لا''پر)

ہوتا۔

عام''کل''مقدم ہے حرف نفی''لا''پر)

نمائی تک نہیں پہنچاتی۔

انا'' علی النفی ،للتخصیص)
سے دنیا روشن ہوتی ہے، شمس الضحی ' ابواسحاق اور قمر۔

ں ، ھذا قول محمد بن وھیب ،یمدح المعتصم ،علوم
البالغۃ،ص۹۸)

حیران ہے وہ ایسا جانور ہے زمین سے پیدا ہوتا ہے (یعنی'

ں '' اتباعا للقواعد ، للتشویق الی المتأخر ،ف ،
بی العلاء، علوم البلاغۃ ص۹۳)

بعُ : فِی التَّعْرِیْفِ وَالتَّنْکِیْرِ

عریف اور تنکیر کے بیان میں ۔۱۷۹

علَیْہِ ، فَحَقُّہٗ اَنْ یَکُوْنَ مَعْرِفَۃً لِیَکُوْنَ الْحُکْمُ مُفِیْدًا ،
حوِیَّۃِ السَّبْعَۃِ وَھِیَ الضَّمِیْرُ ، وَالعَلَمُ ، وَاِسْمُ الْاِشَارَۃِ ،
بِاَلْ ، وَالْمُضَافُ اِلٰی مَعْرِفَۃٍ ، وَالْمُنَادٰی ،

ی اس پر کسی چیز کا حکم لگایا جاتا ہے) اس لئے اس کا حق یہ
پر حکم لگانا مفید ہو ۔ اور اس کا معرفہ ہونا نحو کے سات
ہ ضمیر ، علم ، اسم اشارہ ، اسم موصول ، معرفہ باللام ، مضاف الی

مُقَامِ لِلتَّکَلُّمِ ، اَوِ الْخِطَابِ ، اَوِ الْغَیْبَۃِ ،

یا جاتا ہے کہ مقام تکلم یا خطاب یا غائب کا ہوتا ہے ۔

بْتِدَاءً فِیْ ذَھْنِ السَّامِعِ اَوْ لِلتَّعْظِیْمِ اَوِ الْاِھَانَۃِ ،

یااہانت کے لئے۔

بِالْقَرَائِنِ كَالْقُرْبِ وَالْبُعْدِ' وَالتَّعْظِيْمِ وَالتَّحْقِيْرِ،

۱۹۲ کئی معانی کے لئے' جوقرائن سے سمجھ میں آتے

ر۔

التَّفْخِيْمِ وَالتَّعْظِيْمِ وَالتَّوْبِيْخِ' اَوْلاَنَّ الْمُتَكَلِّمَ لاَيَعْلَمُ

ے ابہام اور تفخیم اور تعظیم اور توبیخ کے لئے یا اس لئے کہ متکلم

ے مسند الیہ کو معرفہ لائے۔

غرض تعظیم بھی ہے۔جیسے''رکب سیف الدولۃ''سیف الدولہ علم

تعظیم کی وجہ سے۔

غرض اہانت بھی ہے۔جیسے''حضر انف الناقۃ''انف الناقۃ' علم

لئے۔

معرفہ لانے میں چند اغراض ہیں:

۱۹۳

مَعْهُوْدٍ، نَحْوُ ''حَكَمَ الْقَاضِىْ بِكَذَا''

رف اشارہ کے لئے لایا جاتا ہے، جیسے' خاص قاضی نے

التَّعْظِيْمِ، نَحْوُ ''جَاءَ غُلَامِىْ'' وَقَالَ نَبِىُّ اللّٰهِ مُوْسٰى'

''

تھ اختصار یا تعظیم کے لئے، جیسے' میرا غلام آیا، اور اللہ کے

ر میرا غلام میرے پاس ہے۔۱۹۴

یں بھی کچھ اغراض ہیں:

ہوتو اسم موصول سے معرفہ لاتے ہیں، جیسے '' لیس للانسان الا

ں لئے'' ما'' اسم موصول سے معرفہ لائے۔

ت کو بڑا بتلانا مقصود ہو، جیسے ﴿وَاِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَايَغْشٰى﴾

ں لئے'' ما'' اسم موصول سے معرفہ لائے۔

اوِ النَّوْعِيَّةِ ، نَحْوُ "وَيْلٌ اَهْوَنُ مِنْ وَيْلَيْنِ' وَلِكُلِّ دَاءٍ
حْوُ" اِنَّ لَهُ لَاِبِلاً وَغَنَمًا،وَعِنْدَهُ كِسَرٌ يُقْتَاتُ بِهَا،

ہے' وحدت یا نوعیت کے بیان کے لئے ، جیسے ایک ہلاکت
اور ہر قسم کی بیماری کے لئے اس کا علاج ہے۔اور تکثیر اور
رہ ہوجاتا ہے) جیسے' بیشک اس کے پاس بہت اونٹ اور
ند ٹکڑے ہیں جن سے وہ روزی حاصل کرتا ہے۔

لاِمِ الْجِنْسِ' فَيُفِيْدُ الْقَصْرَ، نَحْوُ' اَنْتَ الْاَمِيْرُ "حَقِيْقَةً

تھ معرفہ لایا جاتا ہے،اس وقت قصر کے معنی کا فائدہ دیتا
تۃً یامبالغۃً ۔۱۹٦

وِ الْحَصْرِ، نَحْوُ" اَنْتَ اَمِيْرٌ"
تا ہے' عہد (تعیین) یا حصر کی نفی کے لئے ، جیسے' آپ امیر

صف یا اضافت کی وجہ سے کرتے ہیں تا کہ فائدہ مکمل ہو،
علم ہے۔ ۱۹۸

اَسْئِلَةٌ

الْمُسْنَدِ اِلَيْهِ بِالضَّمِيْرِ وَالْعَلَمِ ،(۲):وَضِّحِ الْمُرَادَ
لْاِشَارَةِ ،(۳):اُذْكُرْ اَغْرَاضَ تَعْرِيْفِهٖ بِاَلْ وَالْاِضَافَةِ،
جِنْسِ وَلِمَ يُنَكِّرُ؟
رفہ ہو اس سے مراد کیا ہے' واضح کرو۔
رہ سے معرفہ ہو' اس کی مراد کیا ہے؟
رفہ لانے کی غرض کیا ہے؟
ذریعہ معرفہ لایا جاتا ہے؟ اور کیوں نکرہ؟

تَمْرِيْنٌ

۱۱):عِنْدَ جُهَيْنَةَ الْخَبَرُ الْيَقِيْنُ،(۱۴):لِكُلِّ جَوَادٍ

فتُ، (۱۶):جَارٌ قَرِيْبٌ خَيْرٌ مِنْ اَخٍ بَعِيْدٍ ،

سِيْنُهٗ (۱۷) وَلَيْسَ لَهٗ عَنْ طَالِبِ الْعُرْفِ حَاجِبٌ

مائِرَهٗ (۱۸) مَعَ الصَّفَا وَيُخْفِيْهَا مَعَ الْكَدَرِ

رْضٍ (۱۹) وَاَنْتَ مِنْ فَوْقِهِمْ سَمَاءُ

بِهٖ (۲۰) اِلَّا الْحَمَاقَةَ اَعْيَتْ مَنْ يُدَاوِيْهَا

والے جملوں میں معرفہ اورنکرہ کا سبب کیا ہے'اس کو بیان کرو؟

ا اورفرزدق کا شعرنہیں پڑھا۔

بالعلم' لاحضارهما فی الذهن)

ئے کھول۔(منادیٰ' اضافت بالنداء کے ذریعہ تعریف)

۔

ے ٹھوکر کھانا ہے۔ (مثل ہے۔ منجد ص۱۱۷۰۔ فیہ تقدیم
ل جواد، خبر مقدم اور کبوۃ مبتدا)
اس نے آنسو بہادیئے۔
ہے منجد ص۱۲۱۳۔ مطلب یہ ہے حقیقت کو دیکھتے ہی پالیا)
والے بھائی سے بہتر ہے۔
صحیح ہوا۔ اس کو تنکیر بالنوعیہ میں شمار کر سکتے ہیں) ف
انع ہے ہر اس امر سے جو اسے عیب دار کرے، لیکن اس
ئی بھی مانع نہیں۔ (اَلنَّكِرَةُ فی حاجب فیه التَّعْظِيْمُ وفی
ں مروان ابن ابی حفصة۔ (علوم البلاغۃ ۱۱۶)
رح ہے، ظاہر کرتا ہے میرے لئے پوشیدہ چیزوں کو صفائی
کے ساتھ۔
س، هذا قول ابی العلاء، (علوم البلاغة ص۱۱۰)

مسُ: فِی الْاِطْلَاقِ وَالتَّقْیِیْدِ

اب: اطلاق وتقیید کے بیان میں

فِی الْجُمْلَةِ عَلٰی ذِکْرِ الْمُسْنَدِ وَالْمُسْنَدِ اِلَیْهِ، نَحْوُ

الْکَلَامُ حِیْـنَئِذٍ مُطْلَقًا، وَهُوَ یَکُوْنُ حَیْثُ لَمْ یَتَعَلَّقِ

جْهٍ مِنَ الْوُجُوْهِ، حَتّٰی یَتَأَ تّٰی لِلسَّامِعِ اَنْ یَذْهَبَ فِی

راورمسندالیہ کے ذکر پراکتفاء کیا جائے۔جیسے ابراہیم نے

ں،اور یہ وہاں ہوتا ہے جہاں حکم کوکسی وجہ کے ساتھ مقید

تا کہ سامع جملہ سے ہرممکن طریقہ اختیار کر سکے۔

عَلَی الْمُسْنَدِ وَالْمُسْنَدِ اِلَیْهِ شَیْءٌ یَتَعَلَّقُ بِهِمَا اَوْ

حارًّا' وَلَمْ یَخْلُقِ اللّٰهُ العَالَمَ مُفْتَقِرًا اِلَیْهِمْ'' وَیُسَمّٰی

وَ یَکُوْنُ حَیْثُ یَتَعَلَّقُ الْغَرْضُ بتَقْیِیْدِ الْحُکْم بِوَجْهٍ

یہ وہاں ہوتا ہے جہاں کسی خاص وجہ کے ساتھ حکم کومقید
گر اس کی رعایت نہ کی گئی تو فائدہ مقصودہ ۲۰۳ فوت ہو
۔۲۰۴

الشَّرْطِ، وَالنَّفْيِ، وَالنَّوَاسِخِ، وَالْمَفَاعِيْلِ، وَالْحَالِ،
وَابِعِ،

ں نواسخ، مفاعیل، حال، تمیز، مستثنیٰ بالاّ اور توابع کے ساتھ

ـرْطِ فَـالْـغَـرْضُ مِنْهُ هُنَا التَّكَلُّمَ عَلٰى اِنْ وَاِذَا وَلَوْ،
لِذِكْرِهَا فِيْ عِلْمِ النَّحْوِ،

یید میں یہاں پر کلام صرف ان' اذا' اور لو' پر ہوگا، اس لئے
یں، جن کا ذکر علم نحو میں نہیں ہوتا۔

لْجَزْمِ بِوُقُوْعِ الشَّرْطِ، وَفِيْ "اِذَا" اَلْجَزْمُ بِوُقُوْعِهٖ ،

ں شرط کے وقوع کا یقین ہو،اسی لئے ''اِن'' کے بعد عام
ع کے لفظ سے لاتے ہیں۔اور''اذا'' کے بعد کثیر الوقوع
جیسے' سو جب ان پر خوش حالی آجاتی ہے' تو کہتے ہیں یہ تو
ر اگر ان کو کوئی بدحالی پیش آتی ہے' تو موسیٰ اور ان کے

۲۰۵

زْمُ بِانْتِفَاءِ الشَّرْطِ فِيْمَا مَضٰى، فَلِذَا غَلَبَ الْاِ تْيَانُ
' لَوْ اَحْبَبْتَ صُنْعَکَ لَأَتْقَنْتَهُ''

مانہ ماضی میں شرط کی نفی میں قطعیت ہو،اسی لئے''لو'' کے
ں ماضی لاتے ہیں۔جیسے' اگر تم کو اپنے کام سے محبت ہوتی'

'' میں شرط کے وقوع کا یقین ہوتا ہے،اسی لئے''اذا'' کے بعد
اور یقین پر دلالت کرتا ہے،جیسے'' اذا جا ئتهم الحسنة ''اس

جُمْلَتَيِ الشَّرْطِ وَالْجَوَابِ هُوَ جُمْلَةُ الْجَوَابِ فَقَطُ،
يْدٌ لَهَا ، فَإِذَا قُلْتَ "إِنِ اجْتَهَدَ زَيْدٌ اُكْرِمُتُهُ" كَانَ
هُ، وَلٰكِنْ فِيْ حَالِ حُصُوْلِ الْإِجْتِهَادِ ،لَا فِيْ جَمِيْعِ
وْ فِعْلِيَّةً خَبْرِيَّةً اَوْ اِنْشَائِيَّةً بِاِعْتِبَارِ الْجَوَابِ،

وَاب کے دونوں جملوں میں صرف جواب ہوتا ہے۔اور
ں جب تو کہے' اگر زید محنت کرے تو اس کا اکرام کروں، تو
رام تو کرے گا، مگر اجتہاد کے حصول کی حالت میں، تمام
اب کے لحاظ سے (لو پر مشتمل) جملہ کو اسمیہ یا فعلیہ خبریہ یا

نے) کے لئے، جیسے ''اِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ هٰذَا فَعَنْ خَطَاٍ'' (اگر میں
ں کے لئے ''اِن'' کے بعد کنت ماضی لائے۔
ہ ہو تو اس کو سمجھانے کے لئے، جیسے ''اِنْ نَدِمْتَ فَلُمْ نَفُسَكَ''
مت کر) یہاں جاہل مخاطب کے عدم یقین کی وجہ سے ''اِن'' کے

ـا الْكَلَامُ عَلَيْهِ مِنْ خَصَائِصِ عِلْمِ النَّحْوِ فَلْيُرَاجِعْ فِیْ

ـم نحو کی خصوصیات میں سے ہے، اس لئے اس کو وہیں دیکھ

تَنْبِیْهٌ

الصِّلَةِ، وَالْمُضَافَ اِلَیْهِ لَایُعَدَّانِ مِنَ الْقُیُوْدِ، فَتدَبَّرْ،

ـملہ اور مضاف الیہ قید میں شامل نہیں ہیں، فتدبر۔ ۲۰۷

اَسْئِلَةٌ

ـ التَّقْیِیْدِ وَمَتٰی یَکُوْنُ کُلٌّ مِنْهُمَا ؟(۲):لِمَاذَا یُقَیَّدُ

ـرِ، (۳):لِمَاذَا یُقَیِّدُ بِالنَّوَاسِخِ ،(۴):مَاذَا یُفِیْدُ الْقَیْدُ

ـدُ بِالشَّرْطِ؟ وَمَا الْفَرْقُ بَیْنَ اِنْ وَ اِذَا وَ لَوْ ؟(۶):مَا

ق ہے؟ ۲۰۸

یا جاتا ہے؟ اوران' اذا' اور لوْ میں کیا فرق ہے؟

ہے؟

ے حکم میں مخالفت بھی ہوتی ہے' کہ ''ان'' کو شرط کے وقوع

شرط کے مشکوک ہونے کی جگہ استعمال کرتے ہیں؟

تَمْرِيْنٌ

مِنْهُ،وَ مَيِّزِ الْجُمْلَةِ الرَّئِيْسِيَّةِ مِنَ الْفَرْعِيَّةِ فِيْمَا يَأْتِيْ:

وَرَؤُوْفٌ،طَوِيْلُ الْاَنَاةِ، كَثِيْرُ الْمُرَامِ' وَالْوَفَاءِ،(۲):

هٖ تُفَّاحٌ مِنْ ذَهَبٍ فِيْ سَلَالٍ مِنْ فِضَّةٍ،(۳):اِنْ كُنْتَ

ذَا تَمَّ الْعَقْلُ نَقَصَ الْكَلَامُ ،(۵):اَلْحُرُّ حُرٌّ وَاِنْ مَسَّهُ

ب فَلَا تُشْمِتْ،وَاِذَا وَقَعَ فَلَا يَبْتَهِجْ قَلْبُكَ، (۷):لَوْ

ي الْجَشِيْشَةِ بِالْمُدُقِّ' لَمْ يُفَارِقْهُ سَفَهُهُ،(۸):لَوْ ذَاتُ

ـک،

ـرابٍ (۱۲) وَبِـتُّ مُـجَـاوِرَ الرَّبِّ الرَّحِيْمِ

ـوُلُوْا ” لَکَ الْبُشْرٰی قَدِمْتَ عَلٰی کَرِیْمٍ

ـصْبِرُ (۱۳) فَـاِنَّ الـصَّبْـرَ اَحْسَـنُ مَایَکُوْنُ

ـیْکُمْ (۱۴) فَـزَمَـانِـیْ هُـوَ الْمُضَیِّعُ لِحَالِیْ

ـسَنٌ (۱۵) فَهُوَ فِیْ دُوَرِبَنِیْ عَبْدِ الْمَلِکِ

ـرْضٍ (۱۶) طَـلَـبَ الطَّعْنَ وَحْدَهٗ وَالنِّزَالَا

ـم کی طرف اشارہ کرو اور اس کی غرض بتاؤ، نیز جملہ رئیسہ

(اصلیہ) اور فرعیہ کا فرق بتلاؤ

ـہے بردبار ہے بہت مہلت دینے والا ہے بہت رحم اور وفا

ـکے احوال بیان کرنا مقصود ہے)

ـبولا جائے وہ سونے کا سیب ہے چاندی کی ٹوکری میں۔

چہ اس کو تکلیف پہونچے۔ ۲۱۲

تو مت ہنس، اور جب وہ گرے تو تیرا دل خوش نہ ہو۔

فلا تشمت'' اور ''فلا یبتهج'' جملہ رئیسہ ہے، اور ''اذا

'' اور '' اذا وقع'' فرعیہ ہے)

ون میں پسی ہوئی چیز کے درمیان رکھ کر دستہ کے ذریعہ تو

ہوگی۔

یفارقه، جملہ رئیسہ ہے اور ''لو دققت'' فرعیہ ہے)

ت مجھے طمانچہ مارتی۔ ۲۱۳ (قید ''لو'' حرف شرط)

پنے آپ کو ملامت کر۔ (قید ہے ''ان'' حرف شرط، ان

اصل ہے۔ ''لو ذات'' جملہ فرعیہ ہے ''حسن'' محذوف

'' جملہ رئیسہ ہے ''ان ندمت'' فرعیہ ہے)

تو غلطی سے۔

ٕ

یسہ ہے'' ان کُنتُ'' جملہ فرعیہ ہے)

تو میں ضرور تیری عزت کرتا۔

'کرمتک'' جملہ رئیسہ ہے،''لو زُرُتَنِی'' فرعیہ)

ئے (یعنی قبر میں چلا جاؤں) اور رب رحیم کی امان میں

رط)

بارک باد دینا اور کہنا، تم کو بشارت ہے کہ تم کریم کے پاس

ہ ہے، اور'' اذا اَمُسی '' الخ 'جملہ فرعیہ ہے،'' اذا امسی

ِ مِتُّ)

نھ ظلم کرے تو صبر کر، اس لئے کہ صبر سب سے اچھی چیز

'' الخ 'جملہ رئیسہ ہے'' اذا جار الزمان '' جملہ فرعیہ ہے)

لر آپ لوگوں کے یہاں میرا حال برا ہو گیا ہے، اس لئے

خلاصہ تقسیم قصر

چیز کے ساتھ مخصوص طریقہ سے خاص کرنے کو قصر کہتے

ں:(۱)......قصر حقیقی۔(۲)......قصر اضافی۔

ی چیز کی تخصیص حقیقۃً اور واقعۃً ہو، جیسے'معبود حقیقی صرف

ص حقیقۃً اور واقعۃً ہے۔

ں کسی چیز کی تخصیص واقعۃً نہ ہو، بلکہ کسی متعین چیز کے

جیسے'نہیں ہے امین مگر یوسف'،اس میں امین کی تخصیص

مقابلہ میں ہے۔مثلاً کوئی شخص امانت داری کو یوسف اور

ے یہ کہا جائے کہ: امین ہی یوسف ہے' ہاشم نہیں،تو یہاں

بمقابلہ ہاشم کے خاص ہے نہ کہ بمقابلہ تمام انسانوں کے

ی دو قسمیں ہیں:

ـ (۲)......قصر صفت علی الموصوف۔

... یہ ہے کہ (کسی کے مقابلہ میں) موصوف کو صفت کے

ـا یُوسُفُ اَمِیْنٌ '' (یوسف امین ہی ہے)، میں یوسف

(کسی کے مقابلہ میں مثلاً: کوئی یوسف اور احمد کے امین

ا جائے ''اِنَّمَا یُوسُفُ اَمِیْنٌ '' اس میں یوسف موصوف کو

یہ قصر موصوف علی الصفت (اضافی) ہے۔

... یہ ہے کہ (کسی کے مقابلہ میں) صفت کو موصوف کے

یْنٌ اِلَّا یُوسُف '' (صرف یوسف ہی امین ہے) میں امین

ہ (کسی کے مقابلہ میں مثلاً: کوئی یہ اعتقاد رکھے کہ یوسف

سے یہ کہا جائے کہ ''مَا اَمِیْنٌ اِلَّا یُوسُف '' اس میں امین

ھ خاص کیا گیا ہے۔ یہ قصر صفت علی الموصوف (اضافی)

ن دومشترک اعتقادوں میں قائم کی تعیین کردی گئی ہے، یہ

ترک چیزوں کا اعتقاد رکھے، مگر کسی ایک کی تعیین نہ ہو تو
دینا، جیسے ''انما قائم زید ''اس میں مخاطب قیام زیدو
ں کردی گئی، یہ قصر تعیین ہے۔
کم کا اعتقاد رکھے، اب قصر لا کر اس کے اعتقاد کو پلٹنا' جیسے
عبید کے کھڑے ہونے کا اعتقاد رکھتا تھا تو زید کے قائم کی
بدل دیا۔ یہ قصر قلب ہے۔

قصر قلب
ے زیادہ میں شرکت کا اعتقاد رکھے تو قصر کے ذریعہ ایک کو
'' (کھڑا زید ہی ہے)۔ اس میں مخاطب کا اعتقاد یہ تھا کہ

کے اعتقاد کو بدلا۔ یہ قصر قلب ہے۔

قصر

قصر حقیقی۔ (۲)......قصر اضافی۔

(۱) قصر حقیقی:

الصفت۔ (۲)......قصر صفت علی الموصوف۔

قصر موصوف علی الصفت:

۔ (۲)......قصر تعیین۔ (۳)......قصر قلب۔

قصر صفت علی الموصوف:

۔ (۲)......قصر تعیین۔ (۳)......قصر قلب۔

....

(۲)......قصر اضافی:

الصفت۔ (۲)......قصر صفت علی الموصوف۔

...ُ السَّادِسُ فِی الْقَصْرِ

...ٹا باب قصر کے بیان میں

... شَیْءٍ بِآخَر بِطَرِیْقٍ مَخْصُوْصٍ ، وَهُوَاِمَّا حَقِیْقِیٌّ اَوْ
...اکَانَ التَّخْصِیْصُ فِیْهِ بِحَسْبِ الْحَقِیْقَةِ وَالْوَاقِع ، لَا
...ءٍ آخَرَ ، نَحْوُ ''لَا مَعْبُوْدَ بِحَقٍّ اِلَّا اللّٰهَ' وَاِنَّمَا زَیْدٌ
...نَ التَّخْصِیْصُ فِیْهِ بِحَسْبِ الْاِضَافَةِ اِلٰی شَیْءٍ مُعَیَّنٍ،
...ما یُوْسُفُ اَمِیْنٌ''

...سری کے ساتھ کسی مخصوص طریقہ سے خاص کرنے کا اور
...یا اضافی۔۲۱۴ قصر حقیقی وہ ہے جس میں اختصاص حقیقت
...سری شئ کی بنسبت نہ ہو۔ جیسے' کوئی معبود نہیں مگر اللہ کے،
...ضافی وہ ہے جس میں تخصیص کسی شئ معین کی بنسبت ہو۔
...ر یوسف امین ہی ہے۔

ی قَصْرِ صِفَةٍ عَلٰی مَوْصُوْفٍ وَقَصْرِ مَوْصُوْفٍ عَلٰی

سے منقسم ہوتا ہے (دو قسم کی طرف) قصر صفت علی موصوف

فَائِدَةٌ

اَلصِّفَةُ الْمَعْنَوِيَّةُ كَالْفِعْلِ، وَالظَّرْفِ، وَالْجَارِ
لِ وَالْمَفْعُوْلِ، وَالْمَنْسُوْبِ، وَالصِّفَةِ الْمُشَبَّهَةِ، وَيَقَعُ
كَمَا يَقَعُ بَيْنَ الْفِعْلِ وَمَعْمُوْلَاتِهٖ مَاعَدَا الْمَفْعُوْلَ مَعَهُ،
لَاتِهٖ يُعْتَبَرُ قَصْرُ صِفَةٍ عَلٰی مَوْصُوْفٍ، اِلَّا فِی الْحَالِ
أِ وَالْخَبَرِ يُعَدُّ الْمُبْتَدَأُ مَوْصُوْفًا وَالْخَبَرُ صِفَةً غَالِبًا،

فت سے مراد معنوی صفت ہے۔ ۲۱۶ (اس لئے کہ کلام
جار و مجرور، اسم فاعل، اسم مفعول، منسوب، اور صفت مشبہ

ں ہوتا ہے مفعول معہ کے علاوہ۔ (مفعول معہ میں قصر نہیں
ت پر قصر صفت علی الموصوف کہلائے گا، ۲۱۸ مگر حال
ف علی الصفت ہوگا) اور مبتدا و خبر میں عام طور سے مبتدا

ہے۔

تِبَارِ حَالِ الْمُخَاطَبِ اِلٰی ثَلاثَةِ اَقْسَامٍ: قَصْرُ اِفْرَادٍ:
بَیْنَ الشَّیْئَیْنِ فَاَکْثَرَ، وَقَصْرُ تَعْیِیْنٍ: اِذَا اعْتَقَدَ وَاحِدًا
اعْتَقَدَ عَکْسَ الْحُکْمِ، نَحْوُ" مَازَیْدٌ اِلَّا قَائِمٌ وَاِنَّمَا

ہے مخاطب کے حال کے اعتبار سے تین قسموں کی طرف:
یادہ چیزوں میں شرکت کا خیال رکھے (اب قصر لا کر ایک
ہے کہ (مخاطب) غیر معین طور پر دو میں سے ایک کا اعتقاد

رو "میں صفت کا قصر موصوف پر ہے یعنی ضرب صفت ہے اور عمرو

ئے معین کرنا)۔اور قصر قلب یہ ہے کہ (مخاطب) عکس حکم کا

ھڑا، اور کھڑا زید ہی ہے۔

شُهُوْرُ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ :

ں، چار ان میں مشہور ہیں۔۲۲۱

حْوُ ﴿اِنْ هٰذَا اِلَّا مَلَکٌ کَرِيْمٌ﴾

ے یہ تو بزرگ فرشتہ ہے۔

ذَكَّرُ اُوْلُوا الْاَلْبَابِ''

ف عقل والے ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

لْ، وَلٰكِنْ، نَحْوُ ''اَنَا نَاثِرٌ لَا نَاظِمٌ' وَمَا اَنَا طَامِعٌ بَلْ اَوْ

ل' اور لکن کے ساتھ۔جیسے' میں نثر کلام کہنے والا ہوں' نظم

والانہیں، بلکہ یا لیکن قناعت کرنے والا ہوں۔

خیر، نحو "اِنَّا عَلَی اللّٰہِ مُعْتَمِدُوْنَ"

قدیم،۲۲۵ جیسے' ہم اللہ ہی پر بھروسہ کرنے والے ہیں۔

فَوَائِد

صُوْرًا، فَانْظُرْ فِیْہِ فَاِنْ کَانَ صِفَۃً فَقَصْرُ صِفَۃٍ عَلٰی

صُوْفٍ،اَمَّا الْمُقَدَّمُ وَحَقُّہُ التَّاخِیْرُ فَھُوَ مَقْصُوْرٌ

ھُوَ الْمَقْصُوْرُ ، وَالْمُبْتَدَأُ وَالْخَبَرُ الْمُعَرَّفَانِ، فَالثَّانِیْ

لْفَصْلِ مَقْصُوْرٌ،

فوائد

ہے،۲۲۶ پھر دیکھئے اگر وہ مقدم' صفت ہے تو وہ قصرصفت

ر"لا" سے پہلے "ناثر" مثبت ہے۔

تا ہے، اس میں شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے نفی ہو، جیسے "ما انا

علی صفت ۔ ۲۲۷ رہا وہ مقدم جس کا حق مؤخر ہوتا ہے تو وہ
ر جو محلی بال ہو تو وہ مقصور ہوتی ہے۔ ۲۲۹ مبتدا اور خبر
وتی ہے۔۲۳۰ اور ضمیر فصل کا مابعد مقصور ہوتا ہے۔ ۲۳۱
كْمَيْنِ اَیْ اِثْبَاتَ الْحُكْمِ لِلْمَقْصُوْرِ عَلَيْهِ، وَنَفْيِهِ عَمَّا
كَ تَمْتَازُ عَنِ الْعَطْفِ،وَاَمَّا النَّفْىُ وَالْاِسْتِثْنَاءُ

فائدہ دیتا ہے،۲۳۲ مقصور علیہ کے لئے حکم کا اثبات اور

مٌ ''میں ''ھٰذا'' مقصور ہے اور ''ملک کریم'' مقصور علیہ ہے۔ اور
کر'' مقصور ہے اور ''اولوا الالباب'' مقصور علیہ ہے۔
ریم ''میں مقدم ''ھٰذا'' موصوف ہے، تو یہ قصر موصوف علی الصفت
ت علی الموصوف ہوگا۔ جیسے ''انما یتذکر اولو الالباب'' میں
ور ''اُوْلُوْ الْاَلْبَاب'' موصوف ہے جو مؤخر ہے' تو قصر صفت علی

ونوں حکم ''انما'' سے آن واحد میں معلوم ہوتے ہیں۔اور
وجاتا ہے۔٢٣٣ اور نفی اور استثناء اس کو چاہتے نہیں ہیں،
''اِنَّمَا''فِیْ مَوَاطِنِ التَّعْرِیْضِ،نَحْوُ''اِنَّمَا اللَّبِیْبُ مِنَ
نَّهُ لَایَفْهَمُ ،وَلَیْسَ ذَالِکَ فِیْ سِوَاهَا،
ض کی جگہوں پر بہتر سمجھا جاتا ہے۔جیسے' عقلمند ہی اشارہ
ریض اور اشارہ ہے' دوسرے کی طرف کہ وہ سمجھتا نہیں'

یْهِ دَائِمًا مَعَ اِنَّمَا، وَلَایَجُوْزُ تَقْدِیْمُهٗ،
ہمیشہ مؤخر ہوتا ہے۔اس کا مقدم کرنا جائز نہیں۔٢٣٥
عدَمَ الْاِصْرَارِ اَیِ الْاِنْکَارِ الشَّدِیْدِ ، فَهِیَ دُوْنَ النَّفْیِ
،

ل) دو کام کرتا ہے،اسی وجہ سے عطف سے ممتاز ہے، کیونکہ عطف

شدید کے نہ ہونے کا پتہ دیتا ہے، اس طرح یہ حکم کی تاکید

اَسْئِلَةٌ

ـا هوَ؟(۲):اُفْرُقْ بَيْنَ الْقَصْرِ الْحَقِيْقِيِّ وَالْاِضَافِيِّ،
صُوْفِ عَلَى الصِّفَةِ وَقَصْرِ الصِّفَةِ عَلَى الْمَوْصُوْفِ؟
فِىُّ بِاعْتِبَارِ الْمُخَاطَبِ ؟(۵):اُذْكُرِ الْفَرْقَ بَيْنَ قَصْرِ
(٦):مَاالْمُرَادُ بِالصِّفَةِ فِى الْقَصْرِ،(۷):مَاهِىَ طُرُقُ
النَّفْىَ' وَالْاِسْتِثْنَاءَ' فِى الْقَصْرِ ،

ی قسمیں ہیں؟

کے درمیان کیا فرق ہے؟

ی اور قصر صفت علی الموصوف کے درمیان کیا فرق ہے؟

صر اضافی کی کتنی قسمیں ہیں؟

أسِ الْكِرَامِ نَصِيبٌ،(۵):مَا الدَّهْرُ اِلَّا هٰكَذَا، فَاصْبِرُ
كَفُّ،(۷):اِنَّهُ لَيْسَ خَفِيٌّ اِلَّا سَيُظْهِرُ،وَلَا مَكْتُومٌ اِلَّا
تَسْجُدُ وَاِيَّاهُ وَحْدَهُ تَعْبُدُ،(۹):لَايَحْتَاجُ الْاَصِحَّاءُ
امِ،(۱۰):اِنِّی اُرِيْدُ رَحْمَةً لَاذَبِيْحَةً،(۱۱):لَا يَبْقٰى
(۱۲):لِلْفَرَسِ اَلسَّوْطُ، وَلِلْحِمَارِ اَللِّجَامُ، وَلِظُهُوْرِ
حَيَاتُنَا ظِلٌّ يَمْضِیْ،(۱۴):لَيْسَ بِالْخُبْزِ وَحْدَهُ يَحْی
رُجُ مِنْ فَمِ اللّٰهِ، (۱۵):بِکَ يَا رِبِّ اِعْتَصَمْتُ، فَلَا

وَالِدُهُ (۱۶) بَلِ الْيَتِيْمُ يَتِيْمُ الْعِلْمِ وَالْاَدَبِ
دَّمَتْ (۱۷) يَدَاهُ قَبْلَ مَوْتِهٖ لَا مَااقْتَنٰی
فَقِيْرٌ (۱۸) اِنَّمَا الْعَارُاَنْ يُقَالَ بَخِيْلٌ
سِرُّهَا (۱۹) مِنْ حَكِّهٖ لَا مِنْ مَلَاحَةِ نَقْشِهٖ

ھوکہ دینے	قصر موصوف علی صفت	انما اضافی	ھو	کبرق الخلب
معاملہ کے	قصر صفت علی موصوف	النفی والاستثناء	یدعی	اخوھا
س ہی کے	قصر موصوف علی صفت	تقدیم	نصیب	من کأس الکرام
ح پس اس	قصر موصوف علی صفت	النفی والاستثناء	الدھر	ھکذا
رتی ہے۔	قصر صفت علی موصوف	تقدیم	تبطش	بالساعد

والی بجلی کی طرح ہے) یعنی بجلی چمکتی ہے، مگر بارش نہیں ہوتی ''جو

تقریب وہ ہوا ہے مگر	قصر موصوف علی صفت	النفی والاستثناء	خفی	سیظهر
تو سجدہ کرتا کرتا ہے،	قصر صفت علی موصوف	تقدیم	تسجد وتعبد	للرب وایاه وحده
محتاج نہیں	قصر صفت علی موصوف	لکن	یحتاج	ذو الاسقام
ں، نہ کہ ذبح	قصر صفت علی موصوف		ارید	رحمة
ں نہیں باقی	قصر صفت علی موصوف	النفی والاستثناء	یبقی	عمله
ںدھے کے	قصر موصوف	تقدیم	السوط	للفرس

لدکا انتقال ہو چکا ہو، بلکہ یتیم وہ ہے جو علم وادب سے یتیم

ہی مال فائدہ دیتا ہے جو آگے بھیج دے! اپنی موت سے

ں کہ فقیر کہا جائے، شرم تو اس بات میں ہے کہ بخیل کہا

راز ظاہر ہوتا ہے، اس کے رگڑنے سے نہ کہ اس کے نقش و

ے، پس تو' تو اس سے جاہل نہیں ہے۔ بلکہ جاننے والا ہے

القصور عليه	المقصور	طريق القصر
		عطف ببل

...سابِعُ: فِی الْوَصْلِ وَالْفَصْلِ

...باب: وصل اور فصل کے بیان میں

...لٰی اُخْرٰی، وَالْفَصْلُ تَرْکُ الْعَطْفِ بَیْنَهُمَا،وَالْکَلَامُ ...عَطْفَ بِغَیْرِهَا لَایَقَعُ فِیْهِ اِشْتِبَاهٌ،

...لہ پرعطف (کانام) ہے۔اور فصل دو جملوں کے درمیان ...حث یہاں عطف بالواو سے ہے،۲۴۱ اس لئے کہ بغیر واو ...تا۔

...صْلٌ فِی الْوَصْلِ

...صل: وصل کے بیان میں

...ن:اَلْاَوَّلُ اَنْ یَکُوْنَ بَیْنَ الْجُمْلَتَیْنِ کَمَالُ الْاِنْقِطَاعِ، ...الْمَقْصُوْدِ،نَحْوُ ''لَاوَاَیَّدَکَ اللّٰهُ''

ن الْجُمْلَتَيْنِ توَسُّطٌ بَيْنَ الْكَمَالَيْنِ،وَذٰلِکَ بِاَنْ
ن بَيْنَهُمَا جِهَةٌ جَامِعَةٌ، اَیْ مُنَاسَبَةٌ تَامَّةٌ كَالْاِ تِّحَادِ اَوِ
عٌ مِنَ الْعَطْفِ كَقَوْلِهٖ:

ی الْعُلٰی وَالْجَهْلُ يَقْعُدُ بِالْفَتَی الْمَنْسُوْبِ

ملوں کے درمیان توسط بین الکمالین ہو،اور یہ اس طور پر
ہونے میں متفق ہوجائیں،اوردونوں کے درمیان جہت
تحاد ۲۴۳ یا تماثل ۲۴۴ یا تقابل ۲۴۵ (میں مناسبت
نہ ہو،جیسے،اس شعر میں ؎
رف اٹھاتا ہے،اور جہالت بڑے خاندانوں کی طرف
ـ۲۴۶

ن دونوں میں کمال انقطاع ہے، جو کہ فصل کا سبب ہے اس لئے
اس لئے کیا گیا کہ ترک عطف کی صورت میں سامع بجائے دعا

فَصْلٌ فِی الْفَصْلِ

صل:فصل کے بیان میں

مَوَاضِعَ:

ں ہے:

جُـمْلَتَیْنِ کَمَالُ الْاِتِّصَالِ،اَیْ اِتِّحَادٌ تَامٌّ بِاَنْ تَکُوْنَ

دًا لَّهَا،اَوْ بَدْلًا مِّنْهَا، نَحْوُ" فَوَسْوَسَ اِلَیْهِ الشَّیْطَانُ"

ۃِ الْخُلْدِ﴾وَاَزْهَرَ الْبُسْتَانُ اَزْهَرَتْ اَشْجَارُهُ ، وَیُدَبِّرُ

رمیان کمال اتصال ہو،یعنی اتحاد تام ہو،اس طرح کہ دوسرا

کید ہو، یا اس سے بدل ہو۔جیسے:شیطان نے آدم (علیہ

ں ہوا۔(یعنی دونوں جملوں کے درمیان نہ پورا اتصال ہے نہ پورا

'اور کہا: کہ کیا میں تجھ کو ہمیشگی کے درخت کی رہنمائی نہ
اس کے درختوں میں پھول آئے۔ وہی (اللہ) ہر کام کی
اف بیان کرتا ہے۔

لْجُمْلَتَيْنِ كَمَالُ الْاِنْقِطَاعِ، اَىْ تَبَايُنٌ تَامٌّ بِاَنْ يَخْتَلِفَا

مِثْلَهُ   عَارٌ عَلَيْكَ 'اِذَا فَعَلْتَ' عَظِيْمُ

ا مُنَاسَبَةٌ فِى الْمَعْنٰى، نَحْوُ "اَلْمَلِكُ عَادِلٌ" اَلْاَدَبُ

ملوں کے درمیان کمال انقطاع ہو، یعنی تباین تام ہو، اس
ء ہونے میں مختلف ہوں۔ جیسے اس شعر میں:
کہ جس کو تو خود کرے، اگر تو ایسا کرے' تو تجھ پر بڑی شرم

كُلُّ خَيْرٍ   عَرَفْتُ بِهَا عَدُوِّیْ وَصَدِیْقِیْ

کے درمیان شبہ کمال اتصال ہو، اور وہ اس طرح پر کہ جملہ

لے سوال کا جواب ہوگا۔ جیسے اس شعر میں:

ے خیر دے کہ انہی کے ذریعہ میں نے دوست اور دشمن کو

قِطَاعِ، وَھُوَ اَنْ تَسْبَقَ جُمْلَةٌ بِجُمْلَتَیْنِ یَصِحُّ عَطْفُهَا

صِحُّ عَطْفُهَا عَلَى الثَّانِیَةِ لِوُجُوْدِ فَسَادٍ فِی الْمَعْنٰی،

قَوْلِهٖ:

عِنْدَهُمْ   اَعُوْذُ بِرَبِّیْ اَنْ یُضَامُ نَظِیْرِیْ

اور وہ یہ ہے کہ ایک جملہ دو جملوں کے بعد آئے، اور اس

پر صحیح ہو اور اس کا عطف دوسرے پر صحیح نہ ہو معنی کے فساد

دیا جائے گا وہم کو دفع کرنے کے لئے۔ جیسے اس شعر میں

لْكَمَالَيْنِ، وَهُوَ اَنْ لَايُقْصَدُ تَشْرِيْكُ الْجُمْلَتَيْنِ فِى
بِ، نَحْوُ'' اِنَّمَا زَيْدٌ شَاعِرٌ' اَخُوْهُ نَاثِرٌ''
لاُوْلٰى، وَلَيْسَ مُرَادًا فِى الثَّانِيَةِ،

ین ہے،اور وہ یہ ہے کہ حکم میں دونوں جملوں کی شرکت کا
ں مانع کے پائے جانے کی وجہ سے۔جیسے' زید شاعر ہی

صر مراد ہے، دوسرے میں نہیں۔(اگر عطف کر دیا جائے
ف مراد ہے)

اَسُئِلَةٌ

وَصْلِ؟(۲):هَلْ يَصِحُّ الْوَصْلُ بِغَيْرِ الْوَاوِ؟(۳):مَتٰى
ـرَادُ بِـالْـجَامِعِ اَوِ الْجِهَةِ الْجَامِعَةِ ؟(۵):اَيْنَ يَتَعَيَّنُ
لَيْنِ؟(۷):مَاالْفَرْقُ بَيْنَ شِبْهَى الْكَمَالَيْنِ؟(۸):اُفْرُقْ

ن کیا فرق ہے؟

رمیان کیا فرق ہے؟

بین الکمالین کے درمیان کیا فرق ہے؟

تَمْرِیْنٌ

یْ مِنَ الْفَصْلِ وَالْوَصْلِ وَبَیِّنِ السَّبَبَ

انُوْا،(۲):اَحِبُّوْا اَعْدَاءَ کُمْ، وَاَحْسِنُوْا اِلٰی مَنْ

شَأْنِ الْغَدِ فَالْغَدُ یَهْتَمُّ بِشَأْنِهٖ،(۴):مَا اَضْیَقُ الْبَابِ

الْحَیَاةِ،(۵):اَکْرِمْ اَبَاکَ وَاُمَّکَ، اَحْبِبْ قَرِیْبَکَ

تَنْطِقُ بِمَجْدِ اللّٰهِ، وَالْجِلْدُ یُخْبِرُ بِعَمَلِ یَدَیْهِ،

خَلَاصِکَ، اِنَّمَا رَجَوْتُ کَلِمَتَکَ،(۸):لَا تَحْلِفُوْا

لّٰهِ، وَلَا بِالْاَرْضِ فَاِنَّهَا مَوْطِئُ قَدَمَیْهِ،

ت کرو، اور جو تمہارے ساتھ بغض کرے اس کے ساتھ

مالین کی وجہ سے دونوں انشاء ہیں)

ت کرو، اس لئے کہ کل خود اپنے کام کا اہتمام کرے گا۔

ف الفاء' وهو ليس بمقصود عند البلغاء)

، اور کیا ہی تنگ ہے وہ راستہ جو زندگی کی طرف پہنچانے

ین۔ دونوں فعل تعجب ہیں)

ر اپنے رشتہ دار سے ایسی محبت کر جیسے اپنے نفس سے۔

ہے اول کے لئے۔ "اکرم اباک واکرم امک" اس

ل بھی ہوسکتا ہے، توسط بین الکمالین)

ہے، اور جسم اپنے عمل کی خبر دیتا ہے۔

ین الکمالین، جملہ خبریہ ہونے میں متفق)

ں میں میرا نفس پگھل گیا، صرف میں نے امید کی تیرے

عادتیں عمدہ نہ ہوتیں اور لفظ مجد کا معنی تو ہم نے آپ ہی

ھا، جس کو زمانہ کے سینہ نے چھپا رکھا تھا، پس جب تو ظاہر

یان لقوله والمجد لفظ عرفنا منک معناه)

ں ماضی معروف: لَاحَ یَلُوْحُ لُوْحاً، اجوف واوی۔

چیز باقی نہیں رکھی، جس کی میں امید رکھوں، تم نے مجھے

کے رہتا ہوں۔۲۵۳

تاکید. لم یبق' الخ' لذالک ترک الفصل)

ے چھوڑ دے (اس لئے کہ) سمندر کی موج تھوڑے پانی

، فی لجة البحر'' یہ بیان ہے ''ودع'' سے)

اَلْبَابُ الثَّامِنُ

...جَازِ وَالْاِطْنَابِ وَالْمُسَاوَاةِ

...ز‘ ۲۵۵؍ اطناب اور مساوات کے بیان میں

... الْمَعَانِیْ یُمْکِنُ اَنْ یُعَبَّرَ عَنْهُ بِثَلَاثِ طُرُقٍ: اَلْاِیْجَازُ‘

...ہیں‘ تین طریقوں سے ان کی تعبیر ممکن ہے: ایجاز‘ اطناب

...صْلٌ فِی الْمُسَاوَاةِ

...مساوات کے بیان میں ہے

...مَعْنٰی بِعِبَارَةٍ مُسَاوِیَةٍ لَهُ، بِاَنْ تَکُوْنَ عَلٰی حَسْبِ

...هُمُ الَّذِیْنَ لَمْ یَرْتَقُوْا اِلٰی دَرَجَةِ الْبَلَاغَةِ وَلَمْ یَنْحَطُّوْا

طابق ہو، اور وہ' وہ لوگ ہیں جو درجۂ بلاغت تک نہیں پہنچے

ں، جیسے اس شعر میں:

س کی عقل کو کامل کر دے، پس تحقیق کہ کامل ہو جاتے ہیں

ں۔۲۵۶

صْلٌ فِی الْاِیْجَازِ

ل ایجاز کے بیان میں ہے

بِعِبَارَةٍ نَاقِصَةٍ عَنْ مُتَعَارَفِ اَوْسَاطِ النَّاسِ مَعَ وَفَائِهَا

۲ فَاِذَا لَمْ تَفِ بِهٖ سُمِّیَ اِخْلَالًا، کَقَوْلِهٖ:

فِیْ ظَلَالٍ   اَلْجَهْلُ مِمَّنْ عَاشَ کَدًّا

م ہے ناقص عبارت کے ساتھ اوساط الناس کے عرف سے

جائے۔ جیسے' آدمی کی زینت دو چھوٹی چیزوں (زبان اور

ں عبارت معنی کو پورا' ادا نہ کرے تو اس کو اخلال کہتے ہیں،

وَالْاِیْجَازُ قِسْمَانِ

ورایجاز کی دو قسمیں ہیں

لْمَعَانِی الْکَثِیْرَةِ بِعِبَارَةٍ قَصِیْرَةٍ بِدُوْنِ حَذْفٍ، وَھٰذَا

مْ فِی الْقِصَاصِ حَیَاةٌ "

غیر حذف کے قلیل عبارت کے ساتھ معانی کثیرہ ادا کئے

ہے۔ جیسے' تمہارے لئے قصاص میں حیات ہے۔

حْذَفَ مِنَ الْعِبَارَةِ کَلِمَةٌ اَوْ جُمْلَةٌ اَوْ اَکْثَرُ مَعَ قَرِیْنَةٍ

لِ الْقَرْیَةَ" اَوْ "یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ ھٰذَا"

تُ لَهُ اِجْتَهِدْ فَنَجَحَ، اَوِ الْکِلَابَ عَلَی الْبَقَرِ" اَکْثَرُ مِنْ

الْقَوْمِ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا فَدَمَّرْنَاھُمْ تَدْمِیْرًا﴾

رت میں سے ایک کلمہ یا ایک جملہ یا اس سے زیادہ حذف

جومحذوف کو متعین کر دے۔ حذف کلمہ کی مثال، جیسے اور
یوسف! اس بات کو جانے دو۔ ۲۶۰
میں نے اس سے کہا: محنت کر (تو اس نے محنت کی) پس
کو گائے کی طرف (تو اس نے کتے چھوڑ دئے)۔
مثال) جیسے پھر ہم نے (دونوں کو) حکم دیا کہ دونوں آدمی
نے ہماری (توحید کی) دلیلوں کو جھٹلایا ہے سو ہم نے ان کو
ت کر دیا۔
سْهِيلُ الْحِفْظِ وَتَقْرِيبُ الْفَهْمِ وَضِيقُ الْمَقَامِ

ہیں: یاد کرنے میں سہولت پیدا کرنا، فہم کے قریب کرنا،
چھپانا اور اکتاہٹ کو دور کرنا۔

صْلٌ فِي الْاِطْنَابِ

رَاَیُتُهُ بِعَیُنِیُ، وَسَمِعُتُهُ مِنُ اُذُنِیُ"

ادَةِ فَائِدَةٌ سُمِّیَ حَشُوًا ،اِنُ تَمَیَّزَ الزَّائِدُ مِنُ غَیُرِهٖ،

کَقَوُلِهٖ:

سِ قَبُلَهُ وَلٰکِنَّنِیُ عَنُ عِلُمِ مَا فِیُ غَدٍ عَمِیَ

رَاهِشَیُهِ وَاَلُفٰی قَوُلَهَا کِذُبًا وَمَیُنًا

الناس کے عرف سے زائد عبارت سے ادا کیا جائے، کسی

ے (یعنی تاکید لفظی کے بغیر) جیسے' میں نے اس کو اپنی آنکھ

کان سے سنا۔

فائدہ نہ ہوتو اس کو حشو کہتے ہیں۔ جبکہ زائد عبارت غیر

ممتاز نہ ہوتو تطویل کہتے ہیں۔حشو کی مثال، جیسے یہ شعر:

کے علم کو اور لیکن آئندہ کل کے علم کو میں نہیں جانتا۔٢٦٣

..ثُ فِیْ اَقْسَامِ الْاِطْنَابِ
..طناب کی قسموں کے بیان میں

..رَۃٍ مِنْهَا :

.. : وَالْعَکْسُ ، نَحْوُ "اِجْتَهِدُوْا فِیْ وَاجِبَاتِکُمْ وَاِکْرَامِ
..ِ وَالْبَلَاغَةِ"

..وتا ہے۔ان میں سے چند یہ ہیں:
..اوراس کا عکس (عام کا ذکر خاص کے بعد) جیسے' واجبات
..م کرو،۲٦۵ اورقصراور بلاغت کو سیکھو۔

..نَحْوُ" ثَلاَ ثَةٌ تُوْرِثُ ثَلاَ ثَةً ' اَلنِّشَاطُ یُوْرِثُ الْغِنٰی"
..ِرُہُ یُوْرَثُ الْمَرْضَ "
..ں چیزیں تین چیزوں کو پیدا کرتی ہیں،۲٦٦ چستی غنی کو پیدا
..ی ہے،اورزیادہ کھانا بیماری کو پیدا کرتا ہے۔

طُوْلِ الْفَصْلِ فِیْ قَوْلِہٖ: (قائل حماسی" البلاغة

قُ عَھْدِہٖ عَلٰی مِثْلِ ھٰذَا اِنَّہٗ لَکَرِیْمُ

فْوِ، نَحْوُ "اِنْ تَعْفُ عَنِ الْمُسِیْٔ اِلَیْکَ' وَتَصْفَحُ عَنْ

الٰی'

کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ، ثُمَّ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴾

، ٢٦٧ جیسے' طول فصل شاعر کے قول میں ۔

وقرار کے مواثیق ہمیشہ رہیں اس جیسے پر تو بلا شبہ یہ شخص

) معانی میں زیادہ ترغیب کے لئے ، جیسے' اگر تو معاف

والے کو' اور اس کی لغزش سے درگذر کر دے، اور اس کو

مل کرے گا۔

طُ جُمْلَةٍ اَوْاَكْثَرَ بَيْنَ اَجْزَاءِ جُمْلَةٍ 'اَوْ بَيْنَ جُمْلَتَيْنِ

:

غْتُهَا قَدْ اَحْوَجَتْ سَمْعِىْ اِلٰى تَرْجُمَانٍ

لٰى بِهَيِّنٍ لَقَدْ نَطَقَتْ بَطْلًا عَلَىَّ الْاَقَارِعُ

سے زائد کو اجزاء کثیرہ کے درمیان' یا دو مربوط جملوں کے

یسے اس شعر میں

ورتو بھی اس تک پہنچایا جائے'' میرے کانوں کو ترجمان کا

ے پر ذلیل نہیں ہے، تحقیق آل اقرع نے بلاشبہ مجھ پر جھوٹی

و۔اور وہ دو قسموں پر ہے:

ں پر جاری ہو اس کے مفہوم کے مستقل ہونے کی وجہ سے،

ہیں۔۱۷۱ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

ہوں پر جاری نہ ہو عدم استقلال کی وجہ سے، جیسے اس شعر

ں نہیں رکھی، جس کی میں امید رکھوں، تم نے مجھے ایسا کر دیا

رہتا ہوں۔۱۷۲

وَهُوَ اَنْ يُؤْتٰى فِيْ كَلَامٍ يُوْهِمُ خِلَافَ الْمَقْصُوْدِ بِمَا

اللّٰهُ بَاطِلٌ''وَنَحْوُ قَوْلِهٖ:

مُفْسِدِهَا صَوْبُ الرَّبِيْعِ وَدِيْمَةٌ تَهْمِيْ

سی کلام میں خلاف مقصود کا وہم ہوتا ہو تو اس کلام میں کوئی

مقصود کے وہم کو دور کر دے۔ جیسے' خبر دار ہر چیز اللہ کے

روں کو درانحالیکہ نہ خراب کرنے والی ہوموسم بہار کی بارش

۔۲۷۴

فَائِدَةٌ

الُ“ وَهُوَ الْمُبَالَغَةُ لُغَةً ، وَاصْطِلَاحًا خَتْمُ الْبَيْتِ بِمَا

نْسَاءِ :

هُدَاةُ بِهٖ كَاَنَّهٗ عَلَمٌ فِيْ رَأسِهٖ نَارٌ

لِنُكْتَةٍ كَالْمُبَالَغَةِ بِفَضْلَةٍ تَزِيْدُ الْمَعْنى التَّامّ حَسَنًا ،

وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ﴾

ے ایغال بھی ہے، اس کا لغوی معنی مبالغہ کے ہیں، اور

عر کو ایسے لفظ پر ختم کیا جائے جس کے بغیر معنی پورا ہوجاتا

پیروی کرتے ہیں گویا کہ صخر ایک پہاڑ ہے جس کی چوٹی پر

کسی نکتہ کے لئے، جیسے مبالغہ کے لئے (کلام میں) کوئی
عنی تام کے حسن میں اضافہ ہو جائے۔ جیسے اور اپنے سے
ر ہی ہو۔

اَسْئِلَةٌ

مُسَاوَاةِ وَالْاِطْنَابِ؟(۲):مَاالْاِخْلَالُ وَمَاالْفَرْقُ بَیْنَ
هِیَ دَوَاعِی الْاِیْجَازِ؟(۴):مَا هِیَ دَوَاعِی الْاِطْنَابِ؟
مَا الْفَرْقُ بَیْنَ قِسْمَیْهِ؟(٦):اُذْكُرْ اَقْسَامَ الْاِطْنَابِ ؟
؟(٨):مَا الْاِعْتِرَاضُ وَمَاالتَّذْیِیْلُ ، وَكَمْ قِسْمًا لِهٰذَا
١٠):تَكَلَّمْ عَلٰى اِیْجَازِ الْقَصْرِ مَعَ التَّمْثِیْلِ؟

سوالات

ب کے مابین کیا فرق ہے؟

کرو؟

یل کیا ہے؟ اور تذییل کی کتنی قسمیں ہیں؟

ضح کیجئے!

تَمَارِیْنٌ

مَا یَلِیْ:

۲): جَاءَ اَبُوْ وَاَخُوْ زَیْدٍ، (۳): جَاءَ بَعْدَ اللَّتَیَّا وَالَّتِیْ ،

): اِنْتَظَرْتُکَ طَوِیْلاً (٦): اَلظَّالِمُ هَالِکٌ وَلَوْ مَلِکًا،

زَادَکُمُ اللّٰهُ صَلَاحًا اِلٰی صَلَاحِکُمْ، (۹): لَوْتَرٰی اِذَا

): اَلْمَنِیَّةُ لَا الدَّنِیَّةُ، (۱۱): قَالَ یَسُوْءُ لِلرَّجُلِ اُمْدُدْ

حةً مِثْلَ الْاُخْرٰی، (۱۲): قَالَ الْجَاهِلُ فِیْ قَلْبِهٖ: لَیْسَ

۲۷۸(ایجاز قصر)

ی پر اس کے کفر کا وبال ہے۔(ایجاز حذف)

ک انتظار کیا۔(ایجاز حذف ہے، زمنا طویلا)

ہے اگر چہ بادشاہ ہی کیوں نہ ہو۔

جاز حذف۔ولو کان ملکا)

ان تدارسوا تحفظوا" ان تدارسوا" محذوف)

ت میں مزید صلاحیت کا اضافہ کرے۔

صلاحًا مضمومًا الی صلاحکم)

حسان کی تھی۔

"لرأیت امرًا قطعیاً" اس مثال میں حذف جملہ ہے)

ت۔

رمکروالےکو۔ ۹ ۲۷؎

واتو سندکو پالیا۔

ت المدرسة فاجتهدت فنلت الشهادة")

. كُرْ نَوْعَهُ فِيْمَا يَأْتِيْ:

االلُّغَةِ الْعَرْبِيَّةِ، (۲):اَكْرِمْ وَالِدَيْكَ اَبَاكَ وَاُمَّكَ

نَحهُمْ يَوْمَ عُطْلَةَ، (۴):اِجْتَهِدْ وَلَا تَكْسِلْ وَلَا تُهْمِلْ

امُوْرٍ مَاقُلْتَهُ لَنَا سَابِقًا، (۶):نَحْنُ الْعَرْبُ نُقْرِی

بِاجْتِهَادِهٖ وَمَا يَنْجَحُ اِلَّا الْمُجْتَهِدُوْنَ ، (۸):اُدْرُسْ

وَالْمُسَاوَاةِ وَالْاِطْنَابِ، (۹):اِحْفَظِ الْوَصَايَا الْعَشْرَ

ں اطناب کی تعیین کرواوراس کی قسموں کو بیان کرو

واورعربی لغت میں۔ (ذکر الخاص بعد العام)

ر،اوراپنے اسباق کومت چھوڑ۔

لتکریر لزیادة الترغیب)

ے ہم سے کہی تھی' ذرا دہرا دیجئے،آپ کو حکم نہیں ہے۔

م خلاف المقصود۔(درخواست ہے۔ف)

نوازی کرتے ہیں۔ ۲۸۰ (ایضاح بعدالابہام)

میاب ہوااور کامیاب نہیں ہوتے ہیں مگر محنت کرنے

ز' مساوات اوراطناب کے باب کو۔

(ذکرالخاص بعدالعام)

روالدین کے اکرام کی وصیت کوبھی۔

(ذکرالخاص بعدالعام)

اوَاةِ وَالْاِطْنَابِ وَاذْكُرْ نَوْعَ الْاِطْنَابِ فِيْمَا يَأْتِيْ:

ﮬَـا (۱۱) يَـا صَاحِبَيَّ، اِذَا مَضَتْ لَمْ تَرْجِعِ

حَاتِمٍ (۱۲) كَـرَمًـا،وَلَـمْ تَهْـدِمْ مَـاثِرَ خَـالِدٍ

رکرواوراطناب کی قسم کی تعیین کروآنے والے جملوں میں

ورآخرکارندامت ہے۔(ایجازقصر)۔

ہے۔۲۸۱(ایجازقصر۔مثل ہے)

سم اورفعل۔(اطناب،ایضاح بعدالابہام)

لوکاٹ دیتی ہے۔۲۸۲(ایجازقصر)

ے رہنے والے شیر سے بہتر ہے۔۲۸۳

ساوات۔ایجازقصر۔ف)

ؤتمہارے لئے دروازہ کھولا جائے گا۔(ایجازحذف)

نفس کو تیرے گھر کے اطراف میں محبت کی وجہ سے اور

وگیا۔(تذییل جاری مجری الامثال)

والے ان کے اموال میں، افسوس ہے' مارتا ہے ٹھنڈے
ـرب فی حـدید بارد، تو ٹھنڈا لوہا پیٹ رہا ہے، بے نتیجہ

کے خزانے کی طرف وہاں ہی فضیلت ہے اور عمدہ اخلاق
ام)
ے میرے دونوں دوستوں، مگر یہ جب گذر جائیں گے تو

ساحبی۔ یہ بحتری کا شعر ہے۔ علوم البلاغۃ ص ۱۷۴)
ر کے حاتم کی سخاوت کو خراب نہ کرتے، اور نہ خالد کے
ر)

تَتِمَّةٌ

ج الْكَلَامِ عَلٰى خِلَافِ مُقْتَضَى الظَّاهِرِ)

لَّمُ'' وَكَقَوْلِهِ :

فِيُهَا حَذَارِ حَذَارِ مِنُ بَطُشِیُ وَفَتُكِیُ

اور کبھی اس کا عکس (یعنی اسم ضمیر کو اسم ظاہر کی جگہ پر لانا)

کیا اجازت دے گا مجھے میرا مولی کہ میں بات کروں۔

بچ، میری پکڑ اور میرے قتل سے۔۲۸۵

لِ بِلَفُظِ الْمَاضِیُ، نَحُوُ ﴿يَوُمَ يُنُفَخُ فِی الصُّوُرِ فَتَاْتُوُنَ

تُ اَبُوَابًا﴾ اَیُ وَتُفُتَحُ

عبیر کرنا، جیسے جس دن صور پھونکا جائے گا پھر تم لوگ گروہ

ں جاوے گا، ۲۸۶ پھر اس میں دروازے ہی دروازے

لَفُظِ اَحَدِ الصَّاحِبَيُنِ عَلَى الْآخَرِ، تَرُجِيُحًا لَهُ عَلَيُهِ

پنی اولاد کی بہترین طریقے پر تربیت کرنا لازم ہے۔۲۸۷

ں كُلٍّ مِّنَ الْجُزْءَ يْنِ فِي الْكَلَامِ مَكَانَ صَاحِبِهٖ لِنُكْتَةٍ

ارْجَاؤُهُ كَأَنَّ لَوْنَ ارْضِهٖ سَمَاؤُهُ

رْضِهٖ،عَكَسَ التَّشْبِيْهَ مَبَالَغَةً فِيْ وَصْفِ لَوْنِ السَّمَاءِ

وْنُ الْاَرْضِ،

ں ایک کو دوسرے کی جگہ لانا کسی وجہ سے، جیسے مبالغہ کے

کہ ان کے کنارے غبار آلود ہیں، گویا کہ ان کی زمین کی

رح ہے۔۲۸۸

حَكِيْمِ، وَسَيَأتِي الْكَلَامُ عَلَيْهِمَا فِي الْبَدِيْعِ ،

ب ہیں، لیکن دونوں کے درمیان مناسبت کی وجہ سے تغلیبًا دونوں کو

ں دونوں کی بحث عنقریب علم بدیع میں آئے گی۔۲۸۹

اَسْئِلَةٌ

لْبَلاغَةُ ؟(۲):مَاالْاَصْلُ فِی الْکَلامِ ؟(۳):مَتٰی یُعْدَلُ

:اُذْکُرِ الْاَغْرَاضَ الَّتِیْ یُعْدَلُ لِاَجْلِهَا عَنْ مُقْتَضَی

سوالات

منحصر ہے؟(۲)......کلام میں اصل کیا ہے؟

دول ہوتا ہے؟

کی وجہ سے کلام مقتضی الظاہر کے خلاف استعمال ہوتا ہے،

تَمْرِیْنٌ

وَالنُّکْتَةُ الَّتِیْ عُدِلَ لِاَجْلِهَا عَنْهُ فِیْمَا یَأْتِیْ:

ظاہر کو بیان کرو، اور اس نکتہ کو جس کی وجہ سے مقتضی الظاہر
سے عدول کیا گیا

س کو جو تم پر ضروری ہے۔ (تغلیب المعنی علی اللفظ)

ق اور مغرب کے درمیان پھیل چکا ہے۔

(تغلیب فی الخافقین)

ہم سائل کو حق دیں گے۔

وْضِعُ الْمُضْمَرِ، اصل میں تھا: نُعْطِکُمُوْہُ)

سے کہا کہ اے غلام اپنے آقا کی خوشی میں شامل ہو۔

مَوْضِعُ الْمُضْمَرِ، اَیْ اُدْخُلْ فِیْ فَرْحِیْ)

ے پر احسان کیا، اور کیا میں اس کے انعام کا ناشکری سے

ضِعُ الْمُضْمَرِ، اصل میں تھا' هَلْ اُقَابِلُهَا الخ)

لوگوں کو فائدہ پہنچائے۔

...سے پیش نظر شرح میں استفادہ کیا گیا

	مصنف	سن وفات
....	شیخ احمد مصطفیٰ المراغی	
....	شیخ علی الجازم وشیخ مصطفیٰ امین	
....	ابوالطیب الجعفی	٣٥٤ھ
....	قاضی بہاءالدین عقیل مصری	٧٦٩ھ
....	شیخ محمد بن عبدالرحمٰن قزوینی.	٧٣٩ھ
....	علامہ سعدالدین تفتازانی....	٧٩٢ھ
...صر المعانی	مولانا محمد حنیف گنگوہی......	
...ص المفتاح.	مولانا محمد افتخار علی.........	
...خیص.......	مولانا محمد خان زمان	
...شرح البلاغة	مولانا محمد سالم وحیدی	

ى: ﴿ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ﴾

هُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا))

ـةِ اِنَّـه   تَاجُ الْعُلُوْمِ وَحِلْيَةُ الْاَقْوَالِ

صَاحَةً   وَمِنَ الْبَدِيْعِ رَوَائِعَ الْاَمْثَالِ

تَكَلِّمًا   جَاءَ الْكَلَامُ مُطَابِقًا لِلْحَالِ

شرح اردو سفینۃ البلغاء

جزء ثانی

نا شمیم الدین صاحب قاسمی مدظلہم

عِلْمُ الْبَيَانِ

الْمَعْنَى الْوَاحِدِ بِطُرُقٍ مُخْتَلِفَةٍ فِيْ وُضُوْحِ الدَّلَالَةِ

ِ، وَالْمَجَازِ، وَالْكِنَايَةِ،

سے ایک ہی معنی کو ایسے مختلف طریقوں سے بیان کرنا معلوم

، اور اس فن میں تشبیہ، مجاز اور کنایہ سے بحث کی جاتی ہے۔

بُ الْاَوَّلُ فِی التَّشْبِيْهِ

پہلا باب تشبیہ کے بیان میں

اَمْرٍ فِيْ وَصْفٍ بِاَدَاةٍ لِغَرْضٍ، نَحْوُ" اَلْعِلْمُ كَالنُّوْرِ فِی

ى مُشَبَّهًا، وَالثَّانِيْ مُشَبَّهًا بِهٖ، وَالْاَدَاةُ هِیَ الْكَافُ

شَالِ مُشَبَّهٌ، وَالنُّوْرُ مُشَبَّهٌ بِهٖ، وَالْهِدَايَةُ وَجْهُ الشِّبْهِ،

ُ بِالتَّشْبِيْهِ ثَلَاثَةُ مَبَاحِثَ: اَلْاَوَّلُ فِيْ اَرْكَانِهٖ، وَالثَّانِيْ

کے ساتھ تین بحثیں متعلق ہیں، پہلی اس کے ارکان کے
قسام کے بارے میں اور تیسری: اس کی غرض کے بارے

ر سے چند باتیں جاننا ضروری ہیں، اور وہ یہ ہیں کہ تشبیہ حسی، تشبیہ

بہ یامشبہ بہ حواس خمسہ یعنی چھونے، دیکھنے، سونگھنے، چکھنے یا سننے کے

مشبہ یامشبہ بہ کا مادہ یا خود مشبہ یامشبہ بہ کو حواس خمسہ میں سے کسی
ں کا ادراک کیا جاتا ہو، جیسے موت کہ عقل کے ذریعہ اس کا ادراک
ریعہ سے نہیں۔ اور اس کی چار قسمیں ہوسکتی ہیں:
وں، جیسے ''الوجہ کالبدر'' اس مثال میں بدر اور وجہ دونوں حسی
ادراک (محسوس) کیا جاتا ہے۔
لم کالحیاۃ'' اس مثال میں علم اور حیات دونوں عقل کے ذریعہ

الاَوَّلُ فِیۡ اَرۡکَانِ التَّشۡبِیۡهِ

ث ارکان تشبیہ کے بارے میں

هُ'وَمُشَبّهٌ بِهٖ' وَیُسَمَّیَانِ طَرَفَیِ التَّشۡبِیۡهِ، وَجۡهُ الشِّبۡهِ'

بہ، ان دونوں کو تشبیہ کی دونوں طرف کہتے ہیں، وجہ شبہ اور

حقُ بِغَیۡرِهٖ، کَالۡعِلۡمِ فِی الۡمِثَالِ السَّابِقِ، وَالۡمُشَبَّهُ بِهٖ

هِ هُوَ الۡوَصۡفُ الۡخَاصُ الَّذِیۡ یَشۡتَرِکُ فِیۡهِ الطَّرَفَانِ

الَّذِیۡ یَدُلُّ عَلَی التَّشۡبِیۡهِ، کَالۡکَافِ' وَکَأَنَّ ،

ے ساتھ ملایا جائے، جیسے کہ لفظ "علم" مثال مذکور میں، اور

ہ کہ "نور"۔ اور وجہ شبہ وہ وصف خاص ہے جس میں دونوں

ہدایت"۔۳؎

نَـحـوُهَا مِنْ كُلِّ مَايَدُلُّ عَلَى الْمُفْرَدِ يَجِبُ اَنْ يَلِيَهُ
نَحوُهَا كَيُشَابِهُ وَ يُمَاثِلُ وَيَحكِي مِنْ كُلِّ مَايَدُلُّ

بیہ پر دلالت کرتا ہو، جیسے کاف اور کأن۔ کاف اور شبہ اور
ل ہوتے ہیں ضروری ہے کہ مشبہ بہ اس کے متصل ہو،
جیسے یشابہ یماثل اور تحکی، جو پورے جملہ پر داخل ہوتے

کَانَ خَبَرُهَا جَامِدًا، نَحوُ ''كَاَنَّكَ اَسَدٌ'' وَالشَّكّ،
فَاهِمٌ'' وَقَدْ يُذْكَرُ فِعْلٌ يُنْبِئُ عَنِ التَّشْبِيْهِ،فَاِنْ كَانَ
هَةِ،وَاِنْ كَانَ لِلشَّكِّ اَفَادَ بُعْدَهَا،نَحوُ ﴿ اِذَا رَاَيْتَهُمْ

جبکہ اس کی خبر جامد ہو، جیسے' گویا کہ آپ شیر ہیں۔ ۵ اور

ر مشتق ہو، جیسے 'گویا کہ آپ سمجھ دار ہیں۔ ۶ اور کبھی ایسا
ہے، ۷ تو اگر یہ تشبیہ یقین کے لئے ہوتو قرب مشابہت
کے لئے ہوتو بعد مشابہت کا فائدہ دیتا ہے۔ جیسے آپ ان
ھرے ہوئے موتی گمان کریں گے۔ ۸

وَوَجْهُهٗ سُمِّیَ تَشْبِیْهًا بَلِیْغًا، نَحْوُ "اَلْعُلَمَاءُ مَصَابِیْحُ

اور وجہ شبہ حذف کردیا جائے تو اس کو تشبیہ بلیغ کہتے ہیں،

تَمْرِیْنٌ

اَرْکَانَ التَّشْبِیْهِ فِیْمَا یَأْتِیْ:

، (۲): اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِهٖ، (۳): اَلْکَلَامُ سَهْمٌ

خٌ فِی السِّلْمِ جَنَاحٌ یُرَقِّیْکَ وَفِی الْحَرْبِ سَلَاحٌ

ء

ے):اَلْاَرْضُ وَالسَّمَاوَاتُ هِیَ صُنْعُ یَدَیْکَ یَا رَبُّ،
تَبْلٰی کَالثَّوْبِ وَتَطْوِیْهَا کَالرَّدَاءِ فَتَتَغَیَّرُ،

ساقِطَةٍ (۸) لَا تَسْتَقِرُّ عَلٰی حَالٍ مِنَ الْقَلَقِ

بَّ عَلٰی (۹) حُبِّ الرَّضَاعِ وَاِنْ تَفْطِمْهُ یَنْفَطِمُ

مْ تَجِدُ (۱۰) ذُخْرًا یَکُوْنُ کَصَالِحِ الْاَعْمَالِ

احِکٌ (۱۱) یَلُوْحُ وَیَخْفٰی اَسْوَدُ یَتَبَسَّمُ

تَسْأَلُهُ (۱۲) عُرْفًا وَلَیْثٌ لَدَی الْهَیْجَاءِ ضَرْغَامٌ

ں میں ارکان تشبیہ کی وضاحت فرمائیں

ہے۔۱۰

والا' کرنے والے کی طرح ہے۔۱۱

ہے، اس کو واپس نہیں کیا جا سکتا۔۱۲

کی طرح ہے جو آپ کو بلندی کی طرف لے جاتا ہے، اور

وہ پانی کی سطح پر لکھنے والے کی طرح ہے۔ ۱۴

آتا ہے تو موت کی طرح ہوتا ہے۔ ۱۵

تھوں کی کاریگری ہے اے رب!، وہ ختم ہو جائیں گے اور

ے کی طرح بوسیدہ ہو جائیں گے اور آپ اس کو چادر کی

نا ہو جائیں گے۔ ۱۶

جگہ پر گرے ہوئے' اس پر کی طرح ہے، جو بے قراری کی

ہتا۔ ۱۷

بچے کی طرح ہے، اگر آپ اس کو دودھ پیتا چھوڑ دیں، تو وہ

وراگر دودھ چھڑا دیں تو وہ چھوڑ دے گا۔ ۱۸

ــب علی صفحات الماء ''مشبہ بہ ہے، کاف حرف تشبیہ ہے، اثر

کا اثر باقی نہیں رہتا، اسی طرح متکبر کو نصیحت کا اثر باقی نہیں رہتا۔

کے محتاج ہوں تو آپ نیک اعمال کی طرح کسی ذخیرے

ہوئی فجر جو کبھی ظاہر ہوتی ہے اور کبھی پوشیدہ ہوتی ہے، ایسا

و۔ ۲۰

بارش اور شیر کی طرح ہے، جب اس سے عطیہ مانگیں تو وہ

ت وہ بہادر شیر کی طرح ہے۔ ۲۱

ہے، اگر اس کو ویسے ہی چھوڑ دے تو اس میں رذائل پیدا ہو جائیں

رہ رذائل چھوڑ دے گا۔

ہے، الطفل مشبہ بہ ہے، اور ان تہمل سے اخیر تک وجہ شبہ ہے۔

کے وقت نیک اعمال سب سے زیادہ کارگر ذخیرہ ہیں۔ اس شعر

ہے، اور الاعانۃ وجہ شبہ محذوف ہے۔

الثَّانِیُ فِیُ اَقُسَامِ التَّشُبِیُهِ

ری بحث تشبیہ کے اقسام میں

فِیُهِ اَرُبَعَۃَ اَقُسَامٍ :

عتبار سے چار قسمیں ہیں:

''عِلُمٌ لَا یَنُفَعُ کَدَوَاءٍ لَایَنُجَحُ''

ینا جیسے: علم جو نفع نہ دے اس دواء کی طرح ہے جو نفع نہ

بِاَنُ یَکُوُنَ کُلٌّ مِّنَ الُمُشَبَّهِ وَالُمُشَبَّهِ بِهٖ هَیُئَۃً حَاصِلَۃً

کدرْهَمٍ   مُـلُقًى عَلٰى دِیُبَاجَۃٍ زَرُقَاءَ

بنا' ۲۳ اس طرح کہ مشبہ اور مشبہ بہ دونوں چند امور سے

یسے شاعر کا قول:

قَوْلِہٖ:

یْقَ نَبَاتُھَا   کَالْاُرْجُوَانِ مُنَقَّطٌ بِالْعَنْبَرِ

ں کے پودوں نے گل لالہ کو پہنا (اگایا' جو) سرخ کپڑے

ہے۔ ۲۵

کَقَوْلِہٖ:

فِیْ خَدِّہٖ   کُلُّ الشَّقِیْقِ بِنُقْطَۃٍ سَوْدَاءَ

ل سے تعجب نہ کریں، کیونکہ ہر شقیق پھول کالے نقطے کے

وَجْہِ الشِّبْہِ،

رمیان چودھویں کا چاند ہو، اس کی ہیئت کذائی مشبہ ہے' جو مرکب
وئے درہم کی ہیئت کذائی مشبہ بہ ہے۔ اور یہ بھی مرکب ہے۔
یہ تشبیہ مرکب بمرکب ہوئی۔

نقسم ہوتی ہے:

ثِيلٍ، فَالتَّمْثِيلُ هُوَ مَاكَانَ وَجْهُهُ مُنْتَزِعًا مِنْ مُتَعَدِّدٍ

رُؤُوسِنَا وَاَسْيَافَنَا لَيْلٌ تَهَاوٰى كَوَاكِبُهُ

نْ وَجْهُهُ مُنْتَزِعًا مِنْ مُتَعَدِّدٍ، نَحْوُ "صَوْتُهُ كَالرَّعْدِ"

طرف۔تو تمثیل وہ ہے جس کی وجہ شبہ متعدد امور سے نکلی

) کا قول:

غبار اور تلواریں ایسے معلوم ہوتے ہیں، جیسے رات میں

۲

ہ اس کی وجہ سے متعدد امور سے ماخوذ نہ ہو۔ جیسے' اس کی

ث میں مشبہ اور مشبہ بہٖ سے قطع نظر کرتے ہوئے خود وجہ شبہ کو دیکھا

ـجُـمَـلٍ،فَـالْمُفَصَّلُ هُوَ مَاذُكِرَ فِيُهِ وَجُهُ الشِّبُهِ،نَحُوُ
ذٰی" وَالْـمُـجُـمَـلُ: هُـوَ مَـالَـمُ يُـذُكَـرُ فِيُـهِ وَجُـهُ
كَالنَّقُشِ فِي الُحَجَرِ"

ں اور مجمل کی طرف: مفصل وہ ہے جس میں وجہ شبہ ذکر کی
میں سانپ کی طرح ہے۔۳۰ اور مجمل وہ ہے جس میں
نا بچپنے میں پتھر میں نقش کی طرح ہے۔۳۱

دَاتِهٖ:

رسے منقسم ہوتی ہے:۳۲

ـرَتْ فِيُهِ آدَاتُهُ ، نَحُوُ اَنُتَ كَالُبَحُرِ فِي النَّفُعِ، وَمِنَ
فِيُـهِ آدَاتُـهُ،نَـحُـوُ "اَنُـتَ بَـحُـرٌ فِـي النَّفُعِ وَمِنَ
بِهِ اِلَى الُمُشَبَّهِ ،كَقَوُلِهٖ

قَدُ جَرٰی ذَهَبُ الْاَصِيُلِ عَلٰى لُجَيُنِ الُمَاءِ

ر۔ جیسے اس کا قول:

ہی ہے اور حال یہ ہے کہ شام کا سونا (سنہرے رنگ کی

ی پر جاری ہوئی ہے۔ ۳۵

ت تشبیہ مذکور نہیں ہے، اس لئے یہ تشبیہ مؤکد ہوئی۔
ثال میں اس سے مراد ہوائیں شاخوں کو ہلا رہی ہیں۔ ذہبٌ: سونا'
صر اور مغرب کے درمیان کا وقت۔ اس وقت سورج کا رنگ بھی
سفید چاندی۔ یہاں ماء کو سفید چاندی کے ساتھ صفائی اور سفیدی

ن کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہوائیں شاخوں کے ساتھ کھیل رہی
ہے کہ شام کے وقت کی سنہری صاف وسفید پانی پر چھائی جا رہی
ں کے سنہرے رنگ کو ذہبٌ مشبہ بہ کے ساتھ تشبیہ دینا ہے۔ لیکن
مشبہ اصیل کی طرف اضافت کر دیا۔ یہی تشبیہ ہے جو ما اضیف فیہ
ؤکد میں شمار کرتے ہیں۔

تَمْرِيْنٌ

التَّشْبِيْهِ بِاِعْتِبَارِ الْوَجْهِ فِيْمَا يَأتِيْ :

،(۲):مَتٰى اُخِذَ الْمَاكِرُ بِاُحْبُوْلَةِ مَكْرِهٖ يَاْخُذُ يَرُوْغُ

كَحَاطِبِ لَيْلٍ،(۴):هٰذَانِ الشَّابَّانِ كَفَرَسَيْ رِهَانٍ،

رِحِ النَّسِيْمُ رِقَّةً' وَالْبَحْرُ جَوَادًا'وَكَلَامُهُ الدُّرُّ

فِعْلٌ كَالْاَسَلِ،(۷):اَلْكَلَامُ الْمَنْطُوْقُ فِيْ اَوَانِهٖ تُفَّاحٌ

ـةٍ،(۸):كَالْعُثِّ فِي الثَّوْبِ' وَالسُّوْسِ فِي الْخَشَبِ'

ـانِ،(۹):اَلصَّدِيْقُ الْمُنَافِقُ وَالْاِبْنُ الْجَاهِلُ كِلَاهُمَا

ـكِهَا (۱۰) كَالدُّرِّ بَيْنَ زَبَرْجَدٍ مَكْنُوْنٍ

ـيْفًا (۱۱) فِيْ رِيَاضٍ كَأَنَّهَا لَهُ جَفْنٌ

ـوْئِهٖ (۱۲) يُوَافِيْ تَمَامَ الشَّهْرِ ثُمَّ يَغِيْبُ

رح کڑوا گذرا۔ ۳۶

بال میں پکڑا جاتا ہے' تو لومڑی کی طرح ادھر ادھر بھاگتا

نے والا رات کو لکڑی چننے والے کی طرح ہے۔ ۳۸

کے دو گھوڑوں کی طرح ہیں۔ ۳۹

باد نسیم کی طرح ہے نرمی میں، اور سمندر کی طرح سخاوت

ہے حسن میں۔ ۴۰

م نیزے کی طرح ہے۔ ۴۱

پھل۔ اس جملہ میں وجہ شبہ مذکور نہیں ہے، اس لئے تشبیہ مجمل ہوئی'

ہے، مکر کرنے والا۔ حبولة: مأخذ: حبالة :بمعنی جال۔ یروغ

ومڑی، جو مکر کرنے میں مشہور ہے۔

شبہ بہ ہے، اور یروغ وجہ شبہ مذکور ہے، اس لئے تشبیہ مفصل ہوئی۔

ہو‘ چاندی کی ٹوکری میں سونے کے سیب کی طرح ہے، ۴۲؎
طرح، اور لکڑی میں دیمک کی طرح، اسی طرح غم انسان

بیٹا دونوں جھاؤ کے انگارہ کی طرح ہیں۔ ۴۴؎
درختوں کے درمیان اس طرح چمکتے ہیں جیسے چھپے ہوئے

لوار کے مشابہ ہے ایسے باغوں میں جو گویا کہ اس کے لئے

ی۔ اس جملے میں الکلام سے اوانہ‘ تک پورا جملہ مشبہ ہے اور تفاح
ں لئے یہ تشبیہ مرکب بمرکب ہے۔ حرف تشبیہ اور وجہ شبہ قیمتی ہونا
ہوئی۔
ں اور اونی کپڑوں کو کھاتا ہے۔ سوس: دیمک‘ جو لکڑی کو کھاتی ہے۔
ں میں عث اور سوس مشبہ بہ ہیں اور کہ آیۃ مشبہ مؤخر ہے۔ وجہ شبہ

الِثُ فِیْ الْغَرْضِ مِنَ التَّشْبِیْهِ

ری بحث تشبیہ کی غرض میں

قَوْلِہٖ:

نضَارَۃً   کَاَنَّکَ فِیْ وَجْهِ الْمَلاحَةِ خَالٌ

د بیان کرنا مقصود ہو۔۵۰ جیسے اس کا قول:

حسن میں تروتازگی کی زیادتی ہوگئی،۵۱ گویا کہ آپ

لٰی اَیِّ وَصْفٍ مِنَ الْاَوْصَافِ، کَقَوْلِہٖ:

کَوَاکِبٌ   اِذَا طَلَعَتْ لَمْ یَبْدُ مِنْهُنَّ کَوْکَبُ

ود ہو، یعنی مشبہ کس وصف پر ہے، جیسے اس کا قول:

دوسرے بادشاہ ستاروں کی طرح ہیں، جب سورج طلوع

ظاہر نہیں ہوتا۔۵۲

قُوَّةٍ اَوْ ضُعْفٍ اَوْزِيَادَةٍ اَوْ نُقْصَانٍ، كَقَوْلِهٖ:

ـوْبَةً   سُوْدًا كَخَافِيَةِ الْغُرَابِ الْاَسْحَمِ

ـو بیان کرنا مقصود ہو کہ اس کی حالت قوی ہے یا کمزور یا

ـھ دینے والی کالی اونٹنیاں ہیں، کالے کوے کے پوشیدہ پر

ـ السَّامِعِ وَتَقْوِيَةُ شَأنِهٖ، كَقَوْلِهٖ:

ـدُّهَا   مِثْلَ الزَّجَاجَةِ كَسْرُهَا لَايُجْبَرُ

ـول میں بٹھانا ہواور اس کی شان کومضبوط کرنا ہو، جیسے اس

ـں نفرت آجائے، تو وہ شیشہ کی طرح ہے، ان کے ٹوٹے

ـی

الْجَبِيْنِ كَـمُقْلَةِ الظَّبْيِ الْغَرِيْرِ

وبی کو بیان کرنا مقصود ہو، جیسے' جیسے اس کا قول:

یشانی والی ہے، جیسے خوبصورت ہرن کی آنکھ۔۵۵؎

فَكَانَّهُ قِرَدٌ يُقَهْقِهُ اَوْعَجُوْزٌ تُلْطَمُ

ہو جیسے کہ اس کا قول:

شارہ کرتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بندر قہقہہ مار رہا ہے

۔۵۶؎

شَبَّهِ بِهٖ، اِذَا عُكِسَ طَرَفَا اَلتَّشْبِيْهِ وَمِثْلُ هٰذَا يُسَمّٰى

غُرَّتَهُ وَجْهُ الْخَلِيْفَةِ حِيْنَ يُمْتَدَحُ

رف لوٹتی ہے۵۷ھ اور یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ تشبیہ کے

ہیں۔

ہتے ہیں، جیسے اس کا قول:

وشنی ایسی معلوم ہوتی تھی، جیسے کہ خلیفہ کا چہرہ جب اس کی

فَائِدَةٌ

ضِ الثَّلاثَةِ الْاُوْلٰی (الْاُوْلِ) يَقْتَضِیُ اَنْ يَكُوْنَ الْمُشَبَّهُ

اَنَّ الْمُشَبَّهَ بِهٖ بِوَجْهِ الشِّبْهِ اَتَمَّ وَاَشْهَرَ مَعًا،

حذُوْفَ الْوَجْهِ وَالْاَدَاةِ، نَحْوُ ''زَيْدٌ اَسَدٌ'' اَوْ مَاحُذِفَ

حْوُ ''اَسَدٌ'' اَوْ مَاحُذِفَ فِيْهِ وَجْهُ التَّشْبِيْهِ، نَحْوُ '' زَيْدٌ

يْدٌ اَسَدٌ'' فِی الشُّجَاعَةِ، اَوْ ''اَسَدٌ فِی الشُّجَاعَةِ'' فِیْ

مَعَ حَذْفِ الْمُشَبَّهِ وَالْوَجْهِ مَعًا،

ضے میں یہ ہے کہ مشبہ بہ وجہ شبہ میں اتم بھی ہو اور مشہور بھی
و وہ تشبیہ ہے جس میں وجہ شبہ اور حرف تشبیہ دونوں محذوف
مشبہ' حرف تشبیہ اور وجہ شبہ تینوں محذوف ہوں، جیسے زَیْدٌ'
، جیسے ''زَیْدٌ کَالْاَسَدِ '' یا حرف تشبیہ حذف ہو، جیسے
یا'' اَسَدٌ' فِی الشُّجَاعَةِ '' جبکہ زید کے سلسلہ میں بات
روجہ شبہ دونوں کے حذف کے ساتھ۔

اَسْئِلَةٌ

االتَّشْبِیْهُ وَمَا اَرْكَانُهُ؟(۳):مَاوَجْهُ الشِّبْهِ؟(۴):تَكَلَّمْ
(۵):تَكَلَّمْ عَلَى التَّشْبِيْهِ بِاِعْتِبَارِ وَجْهِ الشِّبْهِ؟ (٦) :
تشْبِيْهِ كَأَنَّ وَالْكَافِ؟(۷):مَتٰى تُفِيْدُ كَأَنَّ التَّشْبِيْهِ ؟
یُّ فِعْلٍ يُنْبِئُ عَنِ التَّشْبِيْهِ؟(۹):مَاالتَّشْبِيْهُ الْبَلِيْغُ؟لِمَ
قُ بَيْنَ التَّمْثِيْلِ وَغَيْرِ التَّمْثِيْلِ؟(۱۱):مَاالْفَرْقُ بَيْنَ

تَمرِيْنٌ اَوَّلُ

التَّشْبِيْهِ وَالْغَرْضَ مِنْهُ فِيْمَايَاْ تِیْ

ـاتِ' وَوُدَعَاءَ كَالْحِمَامِ،(٢): كَرَاْفَةِ اَبٍّ بِبَنِيْهِ رَئُفُ

لْاِنْسَانُ اَيَّامُهُ كَالْعُشَبِ، وَاِنَّمَايَزْهَرُ كَزَهْرِ الْحَقْلِ،

تَحِفُ بِالنُّوْرِ كَرِدَاءٍ اِلْبَاسِطُ السَّمَاءَ

سَمٌّ كَسَمِّ الْحَيَّةِ كَالْاَفْعٰی،(٦):شَحَذَ فَاعِلُ الْاِثْمِ

الْجِبَالُ كَالشَّمْعِ مِنْ وَجْهِ الرَّبِّ ،(٨):رَأَيْتُكَ

ـلّٰـهِ، (٩):سَمِعْتُ هَزِيْمَ الْمِدْفَعِ فَخِلْتُهُ

ـلَّيْلَ لَنَا سِتَارًا،(١١):سَكَبَتْ عَيْنِیْ غَيْثَ الدُّمُوْعِ،

ـدٌ' وَاَسَدٌ فِی الْوَغْیِ' وَقُسٌّ فِی الْبَلَاغَةِ،(١٣):اَلْحَقُّ

،(١٤):لِهٰذَا الشَّاعِرِ نَظِيْمٌ مِثْلُ الزَّهْرِ عَلٰی

ـفْسِ،(١٦): كَمَا عَاشَ الْمَرْءُ يَمُوْتُ،(١٧):اَلْعِلْمُ

ہربانی کے مانند رب مہربان ہوتا ہے پرہیز گاروں کے

ھاس کے مانند ہے اور پھول کھلتا ہے کھیت کے کھلنے کی

ہوئے ہیں نور کو چادر کی طرح پھیلانے والے ہیں آسمان

ہے اژدھا کے زہر کی طرح۔ ۶۵

وار کی طرح تیز کرلیا۔ ۶۶

بیہ مفصل اور مرسل ہے۔ غرض تشبیہ: مقدار حال بیان کرنا ہے۔
: کلی کھلنا، حقل: ہری بھری کاشت یا ہری بھری کھیتی۔
ردنوں میں خشک ہو جاتی ہے اور کھیتی کا پھول چند دنوں میں مرجھا
ں میں ختم ہو جاتی ہے۔ اس جملے میں وجہ شبہ موجود نہیں، اس لئے

لال سے پہاڑ شمع کی طرح پگھل گیا۔ ۶۷

یرے آقا، گویا کہ آپ اللہ کی قدرت ہیں۔ ۶۸

ر آواز سنی تو اس کو گرج محسوس کیا۔ ۶۹

ات کو پردہ بنا دیا۔ ۷۰

رش برسا دی۔ ۷۱

طائی ہے، اور جنگ میں شیر ہے، اور بلاغت میں قس

۔ یا تقبیح (قباحت) بیان کرنا ہے۔

ں چہرے کا جلال مراد ہے۔

کے چہرے کا جلال پہاڑ پر اتر جائے تو پہاڑ بھی شمع کی طرح پگھل

ر جود ہے۔ اس لئے تشبیہ مرسل اور مفصل ہے۔ غرض تشبیہ مقدار

ذوف ہے، اس لئے تشبیہ مرسل و مجمل ہوئی۔ غرض تشبیہ: تحسین و

ت'' ہے فرشتہ۔

تَمْرِیْنٌ ثَانٍ

نَ التَّشْبِیْهِ وَاَغْرَاضَهُ فِیْمَا یَلِیْ

کَاَنَّهُ (۱) شُمُوْسُ عَقِیْقٍ فِیْ سَمَاءِ زَبَرْجَدِ

فَلَکِ (۲) وَالْعَقْلُ لِلْمَرْءِ مِثْلُ التَّاجِ لِلْمَلِکِ

کَاَنَّهُ (۳) مَلِکٌ تَحُفُّ بِهٖ سَرَاةُ جُنُوْدِهٖ

کَاَنَّهُ (۴) طَرْفٌ تَنَبَّهَ بَعْدَ طُوْلِ هُجُوْدِهٖ

امِعًا (۵) دُرَرٌ نُثِرْنَ عَلٰی بِسَاطٍ اَزْرَقِ

نَّدٰی (۶) فِی الرَّوْضِ اِلَّا بِکُؤُوْسِ الشَّقِیْقِ

ائِرَهُ (۷) مَعَ الصَّفَاءِ وَیُخْفِیْهَا مَعَ الْکَدَرِ

ةُ بِهٖ (۸) کَاَنَّهُ عَلَمٌ فِیْ رَاْسِهٖ نَارٌ

ؤُسِ (۹) کَقِنْدِیْلٍ عَلٰی قَبْرِ الْمَجُوْسِیْ

کَّبٌ (۱۰) فَاَنْتَ اِلٰی کُلِّ الْاَنَامِ حَبِیْبٌ

کے پھول ایسے معلوم ہوتے ہیں، جیسے کہ بادشاہ کو فوجوں

۸

نرگس کے پھول کو گویا کہ لمبے عرصے تک سونے کے بعد

ے اجرام گویا کہ نیلے فرش پر موتیاں بکھیری گئی ہوں۔۸۲

ی شراب کو باغ میں مگر شقیق پھول کے پیالہ سے۔۸۳

ے کہ صفائی ہو تو اندر کی چیز میرے لئے ظاہر کرتی ہے اور

، اور دونوں میں تشبیہ مرکب بمرکب ہے، وجہ شبہ محذوف ہے۔علم
ے۔غرض تشبیہ: بیان حالت ہے۔
ں طرف سے گھیرنا۔سراۃ: جمع سری کی بمعنی شریف سردار۔جنود
۔غرض تشبیہ: بیان تحسین ہے۔
بمعنی اجنا ہوا، جمع کیا ہوا۔طرف: کنارہ، آنکھ۔تنبہ: بیدار ہونا۔

ین ہوتو۔۸۴

بلا ہے، بہت روشن ہے، راہنما بھی اس کی اقتدا کرتے
راس کی چوٹی پر آگ ہے۔۸۵
ل کی برائی کے ساتھ مجوسی کی قبر پر فانوس کی طرح

ہوتا ہے کہ آپ کی ذات تمام نفوس سے مرکب ہے، اس
ں۔۸۷

ب دوڑیا جاتا ہے، گرج ہے جب ہنہنا تا ہے۔ چمکتے ہے
ڑان میں مارتا ہے۔۸۸

یدہ چیز، اندر کی چیز۔ یخفی اَخْفٰی یُخْفِیْ اِخْفَاءً: باب افعال
بالا۔
ہر ہو جاتی ہے، اور گدلی ہو تو اندر کی چیز چھپ جاتی ہے۔ اس میں

رح ہے اور علم چراغ کی طرح ہے اور اللہ کی حکمت (اس
ے۔۸۹

بُ الثَّانِیُ فِی الْمَجَازِ

لِکَ جَازَ الْمَکَانُ یَجُوْزُاِذَا تَعَدَّاہُ،وَفِی الْاِصْطِلَاحِ
وُضِعَ لَہُ فِیْ اِصْطِلَاحِ التَّخَاطُبِ،وَھُوَ اِمَّا لُغَوِیٌّ اَوْ
رَکَّبٌ، وَاِذَا اُطْلِقَ الْمَجَازُ لَایَنْصَرِفُ اِلَّا لِلُّغَوِیُ،

سرا باب مجاز کے بیان میں

جاز المکان یجوز '' سے مشتق ہے، جبکہ وہ اپنی جگہ سے
ی میں مجاز وہ لفظ ہے جو اصطلاح تخاطب میں موضوع لہ
ور وہ مجاز لغوی ہوگا یا عقلی۔ اور لغوی یا مفرد ہوگا یا مرکب
ا جائے تو اس سے مجاز لغوی ہی مراد لیتے ہیں۔

فِی الْمَجَازِ اللُّغَوِی

الْكَلِمَةُ الْمُسْتَعْمَلَةُ فِیْ غَیْرِ مَاوُضِعَتْ لَهُ، لِعَلَاقَةٍ

ی الْاَصْلِیْ،

ـنَ الْمَعْنَیَیْنِ الْمُشَابَهَةَ كَمَا فِیْ نَحْوِ " رَاَیْتُ اَسَدًا"

عَارَةً، وَاِنْ كَانَتْ غَیْرَ الْمُشَابَهَةِ كَمَا فِیْ، نَحْوِ

مُرْسَلًا،

ل مجاز لغوی کے بیان میں

وہ جس معنی کے لئے وضع کیا گیا ہو اس کے علاوہ میں کسی

یا گیا ہو، اس بات کا قرینہ بھی موجود ہو کہ یہاں اصلی معنی

نہ تشبیہ کا ہو جیسا کہ ’’میں نے شیر کو دیکھا کہ وہ لوگوں سے

نام ’’استعارہ‘‘ ہے۔ اور اگر تشبیہ کا علاقہ نہ ہو جیسا کہ ’’

فِیْ ''رَاَیْتُ اَسَدًا یُخَاطِبُ النَّاسَ''هُوَ مَعْنَی الرَّجُلِ،
دِ ، وَالْمُسْتَعَارُ هُوَ لَفْظُهُ ،

بہ) مبحث استعارہ میں ہے

س کا علاقہ مشابہت کا ہو۔استعارہ اصل میں تشبیہ ہی ہے،
مشبہ اور مشبہ بہ میں سے کسی ایک کو حذف کر دیا گیا ہو۔
شبہ بہ کو مستعار منہ اور اس کے لفظ کو مستعار کہتے ہیں۔تو
ب الناس''میں رجل کا معنی ہے (جو مشبہ ہے) اور مستعار
) اور اس کا لفظ مستعار ہے۔

باِعْتِبَارِ مَا یُذْکَرُ مِنَ الطَّرَفَیْنِ اِلٰی ''تَصْرِیْحِیَّةٍ'' وَهِیَ
، کَقَوْلِهٖ:

وَسَقَتْ   وَرْدًا وَعَضَّتْ عَلَی الْعُنَّابِ بِالْبَرَدِ

ں (مشبہ اور مشبہ بہ) کے ذکر کے اعتبار سے دو قسموں پر

يْهِ الْمُشَبَّهُ بِهٖ، وَرَمَزَ اِلَيْهِ بِشَيْءٍ مِنْ لَوَازِمِهٖ، كَقَوْلِهٖ:

اَظْفَارَهَا اَلْفَيْتَ كُلَّ تَمِيْمَةٍ لَا تَنْفَعُ

حُذِفَ وَرُمِزَ اِلَيْهَا بِشَيْءٍ مِنْ لَوَازِمِهٖ، وَهُوَ الْاَظْفَارُ،

"اِسْتِعَارَةٌ تَخْيِيْلِيَّةٌ"

٩ مکنیہ وہ ہے جس میں مشبہ بہ حذف کیا گیا ہو، اور مشبہ

کسی ایک کے ذریعہ اشارہ کردیا گیا ہو۔ جیسے اس شعر میں

کو گاڑ دے، تو آپ پائیں گے کہ کوئی تعویذ نفع نہیں دے

کو موتی سے تشبیہ دی ہے، نرجس: آنکھ کی صورت کے ایک پھول کا

گئی ہے، ورداً: گلاب کا پھول، یہاں محبوبہ کے رخسار کو گلاب کے

رخ قسم کا ایک پھل، یہاں محبوبہ کے پوروں کو عناب سے تشبیہ دی

ی گئی پھر ''شیر'' مشبہ بہ کو حذف کردیا گیا اور اس کی طرف
ق ''اظفار'' سے اشارہ کردیا گیا۔ اور موت کے لئے ناخن
ہ'' کہتے ہیں۔

بِاِعْتِبَارِ اللَّفْظِ الْمُسْتَعَارِ

یْهَا الْمُسْتَعَارُ اِسْمًا جَامِدًا' كَاسْتِعَارَةِ الْاَسَدِ لِلرَّجُلِ
النَّاسَ''

كَانَ فِيْهَا الْمُسْتَعَارُ حَرْفًا' اَوْ فِعْلًا اَوْ اِسْمًا
مْ فِی جُذُوْعِ النَّخْلِ''، ''وَرَكِبَ فُلَانٌ كَتْفَیْ غَرِيْمِهٖ''

عَصَّحَا فَلِسَانُ حَالِیْ بِالشَّكَايَةِ اَنْطَقُ

کے اعتبار سے دو قسم پر ہے۔ اصلیہ اور وہ ہے جس میں لفظ
اسدًا يخاطب الناس' میں 'لفظ اسد' کا استعارہ رجل کے

یہ زبان فصاحت سے بیان کروں (تو کوئی بات نہیں)
کے بارے میں زیادہ بولنے والی ہے۔۱۰۱

عْتِبَارِ ذِکْرِ الْمَلَائِمِ وَعَدَمِهٖ

ذُکِرَ فِیْهَا مَلَائِمُ الْمُشَبَّهِ نَحْوُ "کَلَّمْتُ اَسَدًا یَرْمِی
وَهِیَ الَّتِیْ ذُکِرَ فِیْهَا مَلَائِمُ الْمُشَبَّهِ بِهٖ، نَحْوُ" نُوْرُ
ةٍ" وَهِیَ الَّتِیْ لَمْ یُذْکَرْ فِیْهَا مَلَائِمُ، نَحْوُ لَا تَنْقُضُوا

م ملائم کے اعتبار سے (تین قسموں پر ہے)
ا ملائم (مناسب) ذکر کیا گیا ہو، جیسے: میں نے ایسے شیر
۱۰۲ اور مرشحہ وہ ہے جس میں مشبہ بہ کا ملائم ذکر کیا گیا ہو۔
ں۔۱۰۳ اور مطلقہ وہ ہے جس میں کسی کا ملائم ذکر نہ کیا گیا

ا

نِيُحُ اِلَّا بَعُدَ تَمَامِ الْاِسْتِعَارَةِ بِالْقَرِيْنَةِ، فَلَا تُعَدُّ قَرِيْنَةُ

الْمَكْنِيَّةُ تَرْشِيْحًا،

س وقت ہوگا جبکہ استعارہ اپنے قرینہ کے ساتھ پورا ہوگیا

رینہ کو مجردہ کا قرینہ نہیں شمار کیا جائے گا اور نہ تو مکنیہ کے

گا۔

تَنْبِيْهٌ

التَّجْرِيْدِ، وَالتَّشْرِيْحُ اَبْلَغُ مِنَ الْاِطْلَاقِ وَالتَّجْرِيْدِ،

تنبیہ

تعارہ مجردہ سے زیادہ بلیغ ہے۔اوراستعارہ مرشحہ استعارہ

س کے ساتھ تشبیہ دی، پھر شمس مشبہ بہ کو حذف کردیا گیا، اوراس کے

۱۰٦

فَائِدَةٌ

بِهٖ كُلِّيًا كَاسْمِ الْجِنْسِ وَعَلَمِهٖ ، حَتّٰى يَصِحَّ اِدِّعَاءُ
مُشَبَّهِ بِهٖ، فَلَا تَتَأَتّٰى الْاِسْتِعَارَةُ فِى الْعَلَمِ الشَّخْصِيِّ
الْجِنْسَ يَقْتَضِى الْعُمُوْمَ، وَالْعَلَمَ يَمْنَعُ الْعُمُوْمَ
اَنْ تَكُوْنَ الْاِسْتِعَارَةُ عَلَمًا،اِذَا كَانَ مُؤَوَّلًا بِالصِّفَةِ
الْاَوْصَافِ كَاشْتِهَارِ حَاتِمٍ بِالْجُوْدِ وَمَعْنٍ بِالْحِلْمِ

ضروری ہے کہ وہ کلی ہو۔جیسے اسم جنس ہو ۱۰۷ یا علم جنس
مشبہ مشبہ بہ کے جنس میں داخل ہے۔اس لئے استعارہ
خصی نام جنسیت کے منافی ہے۔اس لئے کہ جنسیت عموم

مشبہ بہ کلی ہے،اس لئے مشبہ بہ کے ملائم کی بھی زیادہ اہمیت

م اوراشتراک کوروکتا ہے۔البتہ استعارہ شخصی نام میں ہونا
م صفت کے درجہ میں آچکا ہواوصاف میں سے کسی وصف
ے: حاتم کا مشہور ہونا سخاوت کے ساتھ،معن ۱۰۸؎ کا حلم
ساتھ۔۱۰۹؎

اَسۡئِلَةٌ

سمَا اَلۡمَجَازُ؟(۳):مَاالۡفَرۡقُ بَيۡنَ الۡمَجَازِ وَالۡاِسۡتِعَارَةِ؟
قرِيۡنَةِ؟(۵):مَا الۡاِسۡتِعَارَةُ؟(۶): كَمۡ نَوۡعًا اَلۡاِسۡتِعَارَةُ؟
لتَّصۡرِيۡحِيَّةِ وَالۡمَكۡنِيَّةِ؟ (۸):مَاالۡفَرۡقُ بَيۡنَ الۡاِسۡتِعَارَةِ
قُ بَيۡنَ الۡاِسۡتِعَارَةِ الۡمُرَشَّحَةِ وَالۡمُجَرَّدَةِ وَالۡمُطۡلَقَةِ '
تَّجۡرِيۡدُ ؟(۱۱):اُذۡكُرۡ اَقۡسَامَ الۡاِسۡتِعَارَةِ التَّصۡرِيۡحِيَّةِ
اَقۡسَامَ الۡاِسۡتِعَارَةِ الۡمَكۡنِيَّةِ مَعَ التَّمۡثِيۡلِ؟(۱۳):مَثِّلۡ
ـةِ الۡاَصۡلِيَّةِ وَالتَّبۡعِيَّةِ فِى الۡفِعۡلِ وَالۡحَرۡفِ، وَالۡمَكۡنِيَّةِ

ں؟

تعارہ مکنیہ میں کیا فرق ہے؟

ارہ تبعیہ میں کیا فرق ہے؟

مجردہ اور استعارہ مطلقہ میں کیا فرق ہے؟

ب ہوگا؟

مام ذکر کریں اور مثال بیان کریں؟

م ذکر کریں مثالوں کے ساتھ؟

یہ کی اور استعارہ تبعیہ کی فعل اور حرف میں اور استعارہ

؟

تَمْرِيْنٌ اَوَّلُ

ستِعَارَةِ وَقَرِيْنَتِهَا وَالْجَامِعُ فِيْمَايَأْتِيْ:

شَوْكِ الْعِنَبَ، (۲) : اَلرَّبَّ قَدْ مَلَكَ وَلَبسَ الْبَهَاءَ،

کانٹوں سے انگور کو۔١١٠

پہن لیا، رب نے عزت کو پہنا، اور اسی کا کمر بند بنایا۔١١١

سندر جیسے عالم سے، نہیں معلوم کی جاسکتی اس کی گہرائی، ١١٢

وتے ہیں۔١١٣

یا۔١١٤

ک: کانٹا: عرب میں یہ جملہ مثل ہے، یعنی برے آدمی سے اچھائی

اور عنب مشبہ بہ موجود ہیں اور مزید کوئی مشبہ اور مشبہ بہ کا کوئی ملائم

تحیہ اور مطلقہ ہوا، اور چونکہ دونوں اسم جامد ہیں اس لئے استعارہ

ب تفعّل سے، ماخوذ ہے نطق ینطق نطاقًا : سے، اس کے معنی ہے

اس سے تشبیہ دی ہے اور اس کی طرف لَبِسَ سے اشارہ کیا ہے،

اسم جامد ہے اس لئے یہ استعارہ اصلیہ ہوا۔ لبس میں بھی استعارہ

یہ ہوگا، تنطق میں استعارہ تبعیہ ہے۔

ہوتی ہے۔۱۱۵

ب سے آپ سخی پیدا ہوئے۔۱۱۶

ہے شکریہ کو۔۱۱۷

الانکہ)اور موت نہیں سوتی ہم سے۔۱۱۸

فخر کا دامن سمیٹتا ہوا۔۱۱۹

س کو توڑ دیا موت نے (حالانہ) وہ تر و تازہ تھی۔۱۲۰

ت سے تشبیہ دی ہے ،اس لئے استعارہ مکنیہ اصلیہ اور مطلقہ
ئے تو چونکہ وہ اپنے اصلی فاعل کی طرف منسوب نہیں ہے اس لئے
ں استعارہ جاری کیا جائے تو استعارہ تبعیہ ہوگا۔(ف)۔
س کا اگنا: اس جملے میں بخل کو انسان سے تشبیہ دی اور بادشاہ کو گھاس
ور دوسرے کا قرینہ نبتت (واحد مذکر حاضر) ہے۔ پھر مشبہ بہ کو
رہ مکنیہ اصلیہ مطلقہ ہوا۔
ف: احسان ماخوذ ہے عرف سے۔حصد: کھیتی کاٹنا۔اس مثال میں

ین کو اپنی دنیا کے بدلے، نہیں نفع بخش ہوئی اس کی

نے سے۔۱۲۲

۱۲۲

تَمرِینٌ ثَانٍ

ستِعَارَةِ وَاِجْرَائِهَا فِی الْاَبْیَاتِ الْآتِیَةِ:

تَحْتَهُ (۱) فَاِذَا الْتَحَفْتَ بِهٖ فَاِنَّکَ عَارٍ

ادِقَةٌ (۲) فِیمَا تُحَدِّثُ اِنَّ الْعِزَّفِی النَّقْلِ

مُقَذَّفٍ (۳) لَهُ لِبَدٌ اَظْفَارُهُ لَمْ تُقَلَّمِ

الْکَرَمُ (۴) وَزَالَ عَنْکَ اِلٰی اَعْدَائِکَ السَّقَمُ

ضًا کو ذکر کیا جو شاخ مشبہ بہ کے ملائم میں سے ہیں، اس لئے یہ

ـنَايَا (۵) فَـخَـاضَ غُبَـارَهَا شَرٰی وَبَاعَا

طَبِيبًا ” يُدَاوِىُ رَاْسَ مَنْ يَشْكُو الصُّدَاعَا

شَّفَتْ (٦) لَـهُ عَـنْ عَدُوٍّ فِیْ ثِيَابِ صَدِيْقٍ

ـتَـرٰى (۷) فَسِوَاکَ بَائِعُهَا وَاَنْتَ الْمُشْتَرِیْ

دَنِّسُهُ (۸) لَا بَارَکَ اللّٰهُ بَعْدَ الْعِرْضِ بِالْمَالِ

مُهَنَّدٌ (۹) بِـكَفِّ الْمَنَايَا وَالنُّفُوْسُ لَهَا غِمَدٌ

ضِيْلَةٍ (۱۰) طُوِيَتْ اَتَاحَ لَهَا لِسَانَ حُسُوْدٍ

ں استعارہ کی قسمیں بتائیں اوران کا اجراء کریں

ہوتا ہے جو کچھ اس کے نیچے ہوتا ہے، تو جب آپ اس کو

ں۔ ۱۲۴

سے کہا، اور جو بات وہ کہہ رہی ہے اس میں وہ سچی ہے کہ

۱۲

جب سے آپ صحت مند ہو گئے اور کرم بھی (صحت مند
کر آپ کے دشمن کی طرف چلی گئی۔ ۱۲۷

تھا، تو وہ گھسا موت کے غبار میں، کچھ خریدا کچھ بیچا۔
یب تھی، جس کو دردسر کی شکایت ہوتی' اس کا علاج کرتی

آزماتا ہے تو وہ اس کو دوست کے کپڑوں میں دشمن معلوم

ہے، شاکی: شَکَا یَشْکُوْ شَکْوًا: ن سے۔ شاکی السلاح: وہ
قَذَّفَ یُقَذِّفُ، مقذف: کود پڑنا، یہ باب تفعیل سے مفعول بہ ہے
ب تفعیل سے، قلّم' ناخن کاٹنا۔
تشبیہ دی اور مشبہ بہ کو ذکر کیا گیا ہے، آگے اسد کا ملائم لبد اظفار ہے
ظفارہ لم تقلم سے رجل شجاع مراد ہے۔ یہ استعارہ تصریحیہ اصلیہ

بیچی جاتی ہے یا خریدی جاتی ہے تو آپ کے علاوہ اس کو
والے ہوتے ہیں۔۱۳۰
دے کر حفاظت کرتا ہوں، اس کو داغدار ہونے نہیں
للہ مال میں برکت نہ دے۔۱۳۱
کے درمیان موت نہیں ہے، مگر جیسے کہ ہندوستانی تلوار
کے لئے میان بنتی ہے۔۱۳۲

ارہ مکنیہ اصلیہ مطلقہ ہوا۔
ن سے تشبیہ دی ہے اور لباس کو اس کے لئے ثابت کیا۔ف
روح ہی میں ہے، لوگ شرافت بیچنے والے ہیں، اور آپ گویا کہ
ل میں کریمۃ کو مبیع کے ساتھ تشبیہ دی اور مشبہ بہ محذوف ہے اس
ے بائعھا اور مشتری مبیع مشبہ بہ کے ملائمات میں سے ہیں اس لئے
ت کی چیز۔
کرنا، کپڑے یا عزت کو عیب لگانے والی چیزوں سے بچانا۔مأخوذ

چھپی ہوئی فضیلت پھیلانا چاہتے ہیں تو حاسدوں کی زبان

۱۳۱

فِی الْمَجَازِ الْمُرْسَلِ

عَلاقَتُهُ غَيْرُ الْمُشَابَهَةِ وَعَلاقَاتُهُ كَثِيْرَةٌ، مِنْهَا:

ہے جس میں علاقہ تشبیہ کے علاوہ ہو۔ اوراس کے علاقے

یہ ہیں:

الْغَنَمُ الْغَيْثَ"

نے بارش چری۔

رَتِ السَّمَاءُ نَبَاتًا"

نے گھاس برسایا۔

لپیٹنا۔ یہاں مراد ہے لپیٹی ہوئی۔ اتاح: مقدر کرنا، مہیا کرنا۔ حسود

تِ الْاُمَمُ عَلٰی تَحْرِیْرِ الرِّقَابِ"

نے اجتماع کیا ہے، غلاموں آزاد کرنے پر۔

نَ اَصَابِعَهُمْ فِیْ آذَانِهِمْ"

ں انگلیوں کو کانوں میں کرتے ہیں۔

لْمَجْلِس كَذَا"

ں مجلس) نے اس طرح کا فیصلہ کیا۔

تُ الْمَاءَ"

انی (یعنی نہر کو) کھودا۔

شَرِبْنَا بُنًّا"

نے قہوہ پیا۔

" اِنِّی اَعْصِرُ خَمْرًا"

و لیا جائے۔ جیسے مثال مذکورہ میں گردن جزء ہے انسان کے جسم کا،

ـسے' میں خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ شراب نچوڑ رہا ہوں۔

فَائِدَةٌ

ـرسَلِ کُلُّ تَوَسُّعٍ فِی الْکَلَامِ 'کَتَسْمِیَةِ الشَّیْءِ بِاسْمِ

ـ بِلِسَانِ صِدْقٍ''اَوْ بِاسْمِ فَاعِلِهٖ: نَحْوُ'' فَرَجَعُوْا اِلٰی

ـہ:نَحْوُ ''شَرِبْنَا الْحُمْیَا''وَقِیْلَ :اِسْتِعْمَالُ الْمُفْرَدِ مِنَ

ـں وہ سب مجاز مرسل میں داخل ہو جاتی ہیں، جیسے' آلہ کے

ـے' مجھے یاد کیجئے میرے سردار سچی زبان (سچے ذکر) کے

ـ، جیسے' وہ لوگ لوٹے اپنی ذات کی طرف۔۱۴۴؎ یا مفعول

ـراب نے پی لیا۔اور کہا گیا ہے کہ جمع کی جگہ پر مفرد اور

ـ بول کر ماقبل کی حالت مراد لی جائے، جیسے: ''میں خواب میں

ـ تو شراب تو نچوڑی ہوئی چیز ہوتی ہے جو بعد کی حالت ہے۔تو

کرنا بھی مجاز مرسل میں سے ہے۔۱۴٦؎

اَسْئِلَةٌ

؟(۲):مَا هِيَ عَلاقَاتُ الْمَجَازِ الْمُرْسَلِ ؟(۳):اُذْكُرْ
ہِ؟(۴):لِمَ سُمِّيَ بِالْمُرْسَلِ ؟(۵):عَرِّفْ كُلَّ عَلاقَةٍ
؟ (٦):اُذْكُرِ الْفَرْقَ بَيْنَ الْمَجَازِ الْمُرْسَلِ وَالْمَجَازِ

؟

یا کیا ہیں؟
لیں بیان کریں؟
ں کیوں رکھا گیا؟
ں کی تعریف فرمائیں؟
عارہ میں فرق بیان کریں۔

عَلَى الْعَدُوِّ لِيَطَّلِعَ عَلٰى اَحْوَالِهٖ،(۵):شَرِبْتُ
،(۷):اَثْنَتَ الْمَدْرَسَةُ عَلٰى هٰذَا التِّلْمِيْذُ الْمُجْتَهِدُ،
لْعَيْشِ،(۹):اَرَانِيَ اللّٰهُ وُجُوْهَكُمْ بِخَيْرٍ،(۱۰):بَنَى
رَسَتُ الْبُرْتَقَالَ، (۱۲):قَامَتِ الْبِلَادُ وَقَعَدَتْ لِهٰذَا
بِفَضْلِ الْمَوْلٰى، (۱۴):هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ،(۱۵):لَمْ
(۱۶):سَنَةٌ مُجْدِبَةٌ،(۱۷):يَوْمٌ فَرِحٍ ،(۱۸):لَعِبَتْ

حَبَّبْ (۱۹) وَكُلُّ مَكَانٍ يُنْبِتُ الْعِزَّ طَيِّبٌ
لُوْبَهُمْ (۲۰) فَطَالَمَا اِسْتَعْبَدَ الْاِنْسَانَ اِحْسَانٌ
حِلِسُنَا (۲۱) بِاَنَّنِيْ خَيْرُ مَنْ تَسْعٰى بِهٖ قَدَمٌ
فُوْسُنَا (۲۲) وَلَيْسَتْ عَلٰى غَيْرِ الظُّبَاةِ تَسِيْلُ
دْرِكُهُ (۲۳) تَجْرِى الرِّيَاحُ بِمَا لَا تَشْتَهِى السُّفُنُ

ں میں امن پھیلاتی ہے۔١٤٩

سوس ہے تاکہ وہ ان کے حالات کی اطلاع رکھے۔١٥٠

ا پانی پیا۔١٥١

ب علم کی تعریف کی۔١٥٣

ں رہے۔١٥٤

ں کے چہروں کو خیریت سے دکھلایا۔١٥٥

ہے رجاء کی: اطراف شہر۔حکومت اس کے اسباب پھیلاتی ہے، اس
لیا ہے۔علاقہ مسبب کا ہے۔یا حکومت سے مراد اہل حکومت بھی

ل کر کل انسان کو جاسوس مراد لیا گیا ہے۔اس لئے علاقہ جزئیت کا
ر کل مراد لینا۔

ء اور انسان (وجانور) پانی پیتا ہے نیل پانی نہیں پیتا۔اس لئے محل

ں کی دھار پر بہتی ہیں اور دھار کے علاوہ پر نہیں بہتی ۔ ۱۶۸؎
جھ انسان تمنا کرے' اس کو پا ہی لے، ہوائیں اس طرف
چاہتی ۔ ۱۶۹؎
وہ مجھ پر ظلم کریں' وہ مجھے پیارے ہیں اور میرے خاندان
ھے عزیز ہیں ۔ ۱۷۰؎
ے ادب کو اندھے نے بھی دیکھ لیا اور میرے کلمات نے

مراد ہے ۔ ظباۃ: جمع ہے ظبۃ کی: بمعنی تلوار کی دھار ۔
ں کا بہنا ہے ۔ کیونکہ نفس نہیں بہتا، خون بہتا ہے ۔ نفس سبب بول کر

فِی الْمَجَازِ الْمُرَكَّبِ

ظُ الْمُرَكَّبُ الْمُسْتَعْمَلُ فِیْ غَیْرِ مَاوُضِعَ لَهٗ لِعَلاقَةٍ

ی الْاَصْلِیّ،

لفظ (جملہ) ہے جوکسی علاقے کی وجہ سے ماوضع لہ کے

ر میں اس بات کا قرینہ بھی موجود ہے کہ اصلی معنی مراد لینا

مُشَابَهَةُ سُمِّیَ "اِسْتِعَارَةً تَمْثِیْلِیَّةً" اَوِ" التَّمْثِیْلَ عَلٰی

جْهِهٖ مِنْ مُتَعَدِّدٍ كَمَا فِی تَشْبِیْهِ التَّمْثِیْلِ، وَذِكْرِ

كَمَا فِی الْاِسْتِعَارَةِ ،نَحْوُقَوْلِكَ لِمَنْ یَتَرَدَّدُ فِیْ اَمْرٍ

حرُ اُخْرٰی،

ا ہوتو اس کو استعارہ تمثیلیہ یا تمثیل علی سبیل الاستعارہ کہتے

ے ہیں کہ) اس کی وجہ شبہ متعدد امور سے منتزع ہوتی ہے

ہ استعارہ میں ہوتا ہے۔جیسے کہ تمہارا قول: اس آدمی کے
۱۷۴ ’’میں آپ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ ایک پاؤں کو آگے
تے ہیں‘‘۔

الْـمُشَـابَهَةِ سُمِّيَ مَجَازًا مُرْسَلًا مُرَكَّبًا، كَالْجُمَلِ
شَاءِ، كَقَوْلِهٖ:

لصَّبَا وَلَمْ نَجِدْمِنَ الْمَشِيْبِ مَهْرَبًا

ر کا نہ ہوتو اس کو مجاز مرسل مرکب کہتے ہیں۔۱۷۵ جیسے کہ
ں استعمال کیا جائے۔جیسے اس شعر میں:
ر ہم نے بڑھاپے سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں پائی۔۱۷۶

جَازِ الْمُرَكَّبِ عَلٰى سَبِيْلِ الْاِسْتِعَارَةِ ' سُمِّيَ مَثَلًا،

ں لئے کہتے ہیں کہ استعارہ کی طرح یہاں بھی مشبہ کو حذف کیا گیا

ـطلَـقًا، فَلا يُغَيّرُ عَنْ مَوْرِدِهِ الْاَوَّلِ، وَاِنْ لَمْ يُطَابِقِ
لِلرَّجُلِ الْمُتَعَنّتِ الَّذِیْ يَطْلُبُ الْجَمْعَ بَيْنَ اَمْرَيْنِ

حَملاً يَمْشِیْ رُوَيْداً وَيَكُوْنُ اَوَّلا

ستعارہ کے طریقے پر شائع ہو جائے تو اس کو ''مثل'' کہتے
کے الفاظ سے استعمال کی جائے گی۔ اور اپنے مقام اول
۔ چاہے کہ وہ مضروب لہ کے مطابق نہ ہو۔ جیسا کہ کوئی
یک جگہ جمع کرنے پر مصر ہو تو اس کے لئے کہا جاتا ہے:
ی ہے جو آہستہ چلے اور سب سے آگے نکل جائے۔ ۱۷۸

اَسْئِلَةٌ

۱): کَمْ قِسْمًا الْمَجَازُ الْمُرَكَّبُ ؟(۳):مَاهُوَ الْمَجَازُ
مَاهِیَ الْاِسْتِعَارَةُ التَّمْثِيْلِيَّةُ ؟ وَلِمَ سُمِّيَتْ بِذَالِكَ ؟

یں؟

ا ہیں؟

کہتے ہیں؟

ے ہیں؟اوراس کا نام استعارہ تمثیلیہ کیوں رکھا گیا؟

ثیلیہ میں کیا فرق ہے؟

تَمْرِیْنٌ

لب بِنَوْعَیْهِ ،وَوَضِّحِ الْعَلاقَةَ فِیْمَا یَأتِیْ :

):رَبِّ' اِنِّی لَا اَسْتَطِیْعُ اِصْطِبَاراً،(٣):اَلْیَدُ لَا تُصَفِّقُ

(٥):یَا اَیُّهَا الْوَطَنُ الْعَزِیْزُ لَکَ الْبَقَاءُ،(٦) :لَا تُطِعْ

ادٍ'وَ تَنْفُخُ فِیْ رَمَادٍ،(٨):لَافُضَّ فُوْکَ،(٩):رَمَتْنِیْ

کُنْتَ رِیْحًا فَقَدْ لَاقَیْتَ اِعْصَارًا،(١١):اَلدَّالُ عَلَی

ء

ـَّمَنِّی (۱۹) وَلٰـکِنْ اَلْقِ دَلْوَکَ فِی الدِّلَاءِ

ـسِلِهَا (۲۰) اِنْ کُنْتَ شَهْمًا فَاَتْبِعْ رَاْسَهَا الذَّنبَا

ـرکب کی دونوں قسموں کو بیان کریں اور اس میں علاقہ کی

وضاحت فرمائیں

ـری زیارت کی۔۱۷۹

ـنہیں کرسکتا۔۱۸۰

ـجا سکتا۔۱۸۱

ـموافق ہوگیا۔۱۸۲

ـہے۔۱۸۳

ـ" زارنامطر الربیع " سے تشبیہ دی ہے، اس لئے یہ استعارہ تمثیلیہ

ـاس لئے مجاز مرسل مرکب ہے۔ ف)

م عادتوں سے لوگ راضی ہوں، کافی ہے انسان کی بزرگی

ے جائیں۔۱۹۰

چھونا نرم ہوتا ہے' پلٹنے کے وقت، لیکن اس کے دانتوں

ہوتی ہے سونے والوں پر، اور بیماری کتنی آسان معلوم

۔۱۹۲

جائے۔ اس میں استعارہ تمثیلیہ ہے۔

نا۔ مشیب: مأخذ ہے شیب: بڑھاپا۔ مھرب: ھرب سے اسم ظرف

ہے، لیکن اس سے حسرت کا اظہار مقصود ہے، اس لئے مجاز مرسل

عنی میں استعمال ہوا ہے۔

ت، خصلت۔ نَبُلاً: بزرگی، شرافت۔ معایب: عیب کی جمع ہے۔

۔ یہ محاورہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کہ یہ بتانا مقصود ہو کہ کوئی

موال میں دھوکہ دینے والے، افسوس کہ تو ٹھنڈے لوہے

ئی رہتی ہے بہو کے ساتھ، اور لگی رہتی ہے اس کی ساس بد

ں کھالیں، اور نہ اندرائن بن کہ چکھا جائے اور پھینک دیا

نا کرنے سے نہیں ہے، لیکن ڈولوں میں اپنا ڈول بھی

مار پرسی کرنا۔ یہاں بیمار پرسی مراد ہے۔ یہ محاورہ ایسے وقت بولتے
حساس نہ کرتے ہوں۔ اس مثال میں استعارہ تمثیلیہ ہے۔
تشریح شعر: یعنی جس طرح ٹھنڈے لوہے کو پیٹنے سے لوہے پر کوئی
مال میں امید لگانے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ "تضرب فی

س کو چھوڑ نہ دو، اگر تم عقلمند ہو تو دم کے ساتھ اس کے سر کو

ثُ فِی الْمَجَازِ الْعَقْلِیْ

الْفِعْلِ اَوْ مَا فِیْ مَعْنَاهُ اِلٰی غَیْرِ مَاهُوَ لَهُ عِنْدَ الْمُتَکَلِّمِ

انِعَةٍ مِنْ اِسْنَادِهٖ اِلٰی مَاهُوَلَهُ، وَعَلَاقَاتُهٗ:

س کا متکلم کے نزدیک ظاہر میں جو فاعل ہے اس کے علاوہ

یں۔اس میں استعارہ تمثیلیہ ہے۔

یک محاورہ ہے یعنی لوگ ڈول ڈالتے ہیں تم بھی ڈول ڈالدو (ڈالو)

ش کرو۔تشریح شعر: صرف تمنا کرنے سے مال نہیں آئے گا، بلکہ

ان کے ساتھ تم بھی کماؤ (کام کرو اور مال کماؤ) تب مال آئے گا۔

ھما: عقلمند۔ فاتبع راسها الذنبا: دم کے ساتھ سر کا پیچھا کرو۔یعنی

بت کرنے کو مجاز عقلی کہتے ہیں۔ فعل اپنے اصلی فاعل کی
ے قرینے کے ساتھ۔ اور اس کے علاقے یہ ہیں:
ھِرَۃٌ"
نے والی رات۔ ۱۹۹
لْوَادِیُ اَیْ مَاءُ ہٗ"
دی بہی یعنی وادی میں پانی بہا۔ ۲۰۰

یلاب بھرنے والا۔ ۲۰۱
یَۃٌ،
یش راضی ہونے والا ہے۔ ۲۰۲

ں کا اعتقاد یہ ہے کہ شفا دینے والا طبیب ہی ہے، اس لئے شفا کی

: کامیاب ہوئی اس کی کوشش۔۲۰۳

ـدِیُنَۃَ،

ہر نے شہر تعمیر کیا۔۲۰۴

ـمَجَازَ اللُّغُوِیَّ یَکُوْنُ فِی اللَّفْظِ، وَالْعَقْلِیُ یَکُوْنُ فِی

م ہوگیا کہ مجاز لغوی لفظ میں جاری ہوتا ہے، اور مجاز عقلی

ـ۲۰۵

یلاب تو بھرنے والا فاعل ہے، اور ''وادی بھری ہوئی'' مفعول ہے
طرف کردی گئی ہے تو یہ مجاز عقلی ہوگیا۔
کے بجائے اسم مفعول کی طرف نسبت کردی جائے، جیسے کہا جائے
الا ہے۔ اس میں راضیۃ اسم فاعل ہے اس کو اصلی فاعل انسان کی
کے بجائے عیش مفعول کی طرف منسوب کردیا، اس لئے یہ علاقہ

فِی الْاِسْنَادِ الْمُثْبَتِ فَقَطْ بَلْ فِی النَّفْیِ، وَفِی النِّسْبَةِ
ـامَ لَیْـلُهٗ"وَنَحْوُ"مَکْرُاللَّیْلِ وَجَرَی الْاَنْهَارِ"وَغُرَابُ

ں میں جاری نہیں ہوتا بلکہ منفی نسبتوں میں بھی جاری ہوتا
ں بھی جاری ہوتا ہے۔ جیسے' اس کی رات نہیں سوئی۔۲۰۶
ہر کا جاری ہونا۔۲۰۸ اور جدائی کا کوا۔۲۰۹

اَسْئِلَةٌ

رْقُ بَیْنَهٗ وَ بَیْنَ الْمَجَازِ اللُّغْوِیِّ؟
فِی الْمَجَازِ الْعَقْلِیِّ؟

۔اور''مجاز عقلی''،فعل اور معنیٔ فعل کو حقیقی فاعل کے علاوہ کی طرف
ری ہوتا ہے)
ں منفی میں) مجاز عقلی جاری ہوا ہے، نام فعل کی نسبت سونے والے

لزَّمَانِيَّةِ وَالْمَكَانِيَّةِ ؟

عُولِيَّةِ؟

سَّبَبِيَّةِ؟

سوالات

قلی اور مجاز لغوی کے مابین کیا فرق ہے؟

اقہ) کی طرف نسبت ہوتی ہے؟

کانیت کے مابین کیا فرق ہے؟

مفعولیت کے مابین فرق کو واضح کیجئے ؟

قہ سببیت کے مابین فرق کو بیان کریں؟

قْلِيّ وَوَضِّحْ عَلَا قَتَهُ فِيْمَا يَأتِيْ

عُوَ فِيْ قَصْرِهٖ،(۲) :جَدَّ جِدُّهٗ،(۳) :قَرَّرَتِ الْمَدْرَسَةُ

اس لئے آرام مشکل ہے، اور آرام دہ چیز مہنگی ہے۔ ۲۱۷

حکم سے گھاس نکالتی ہے۔ ۲۱۸

لئے دنیا کی مصیبت میں سے یہ ہے کہ وہ اپنے دشمن کو

علاوہ کوئی چارہ نہ ہو۔ ۲۱۹

کی حفاظت پر بہترین مددگار وہ مال ہے جو اس کے نفس کو

وٹے آدمی کو کھود کر اور سفید کر دیتا ہے بچے کے پیشانی

حقیقی فاعل وہاں کے پودے ہیں، لیکن نضر کی نسبت مکان کی طرف
ت کرنا ہوا، اس لئے یہ علاقہ مکانیت کا ہوا۔

ہے۔ بارش نہ ہونے کی وجہ سے زمین کا خشک ہو جانا۔ مجدبۃ کا اصل
ی طرف (یعنی زمین اور لوگوں کی طرف) نسبت نہ کر کے سنۃ کی
ت کرنا ہوا۔ اس لئے علاقہ زمانیت کا ہوا۔ اور مجاز عقلی ہے۔

ہے، اس لئے آپ ان لوگوں میں سے نہ ہوں جن کو

ہیں۔۲۲۲

ں جو کچھ تمنا کرے وہ پالے، ہوائیں بعض مرتبہ اس رخ

وافق نہیں ہوتی۔۲۲۳

بُ الثَّالِثَةُ فِی الْکِنَایَةِ

راباب کنایہ کے بیان میں

مَعْنَاہُ، مَعَ جَوَازِ اِرَادَةِ ذٰلِکَ الْمَعْنٰی، نَحْوُ ''جَعْفَرٌ

ں کالازمی معنی مراد لیا گیا ہو، اصلی معنی کے جائز ہونے کے

چھید کرنا۔ الجسیم: فَعیل کے وزن پر، جسم والا ڈیل ڈول ہونا،

سے: دبلا پتلا ہونا۔ ناصیة: پیشانی کے بال۔ یھرم: بوڑھا ہونا۔

بلے بچے والا ہے۔۲۲۵

مَكْنِيّ عَنهُ اِلٰی ثَلا ثَةِ اَقْسَامٍ :

ں قسموں میں منقسم ہے:۲۲۶

ں کالازم معنی مرادلیا گیا ہواور اس کا اصلی معنی مراد لینا بھی جائز ہوتو
شارہ کرنا، چونکہ یہاں لازم معنی کی طرف اشارہ کرتے ہیں اس
ٹنی کے دبلے بچے والا ہے، اس سے اس کالازم معنی یہ ہے کہ جعفر
لئے اونٹنی ذبح کردی جاتی ہے اور اس کا بچہ بغیر دودھ کے دبلا پتلا
کا نام کنایہ ہے۔اور اصلی معنی یہ ہے کہ جعفر اونٹنی کے دبلے پتلے
دلینا جائز ہے۔
یں لازمی معنی کے ساتھ اس کا اصلی معنی مراد لینا بھی جائز ہے اور
ا کیونکہ کوئی قرینہ وہاں مجاز میں ہوتا ہے اور وہ قرینہ اصلی معنی مراد

عول کا صیغہ، بمعنی دبلا پتلا ہونا۔ فصیل: فصل سے ہے، جدا ہونا۔

صِفَةً قَرِيْبَةً، كَقَوْلِ الْخَنْسَاءِ :

يْعُ الْعِمَا دِ سَادَ عَشِيْرَتَهُ اَمْرَدَا

ں ہو صفت قریبہ۔ جیسے خنساء کا قول:

رت والے، امرد ہونے کی حالت ہی میں وہ اپنے قبیلہ کا

ادِ اِذَا مَاشَتَا''

رج کی صفات ہیں اور ابن حشرج قبہ کا نہ تو موصوف ہے اور نہ تو
ہے۔ تو ایک لفظ بول کر اس طرح تعلق والے کی طرف اشارہ کرنا
۔

ں:
ں بغیر واسطہ کے ذہن مقصود کی طرف منتقل ہو یا۔
طہ سے مقصود کی طرف ذہن منتقل ہو۔
ہیں:

ممدوح بہت راکھ والا ہے جب سردی پڑتی ہے۔۲۲۸

ہٗ نِسۡبَۃً، کَقَوۡلِہٖ :

لنَّدٰی فِیۡ قُبَّۃٍ ضُرِبَتۡ عَلَی ابۡنِ الۡحَشۡرَجِ

ت ہو۔۲۲۹ جیسے اس کا قول:

ِدی)، اور بخشش اسی قبے میں ہیں جو ابن حشرج کے لئے

کرنے لگتے اور سرداری کرتے چلے آرہے ہیں۔ اس میں طویل
ے سرداری کی طرف کنایہ کیا گیا ہے اور یہ دونوں صفت قریبہ ہے۔
ں چیز کی طرف کنایہ کیا جارہا ہو وہ صفت بعیدہ ہو۔ یعنی اصلی لفظ اور
ئط ہوں۔ کثیر الرماد: بہت راکھ والا، اس سے کنایہ یہ ہے کہ
لالت کرتی ہے بہت سے کھانے پکانے پر اور بہت کھانا پکانا دلالت
ے جانے پر اور یہ (بہت مہمانوں کا آنا جانا) سخاوت کی دلیل ہے
بن واسطے ہیں، اس لئے یہ صفت بعیدہ ہوئی۔ یہاں کثیر الرماد کا

یٌّ عَنْهُ لَا صِفَةً وَلَا نِسْبَةً بَلْ مَوْصُوْفًا وَاحِدَ الْمَعْنٰی

ں مِخْذَمٍ وَالطَّاعِنِيْنَ مَجَامِعَ الْاَضْغَانِ

ہ کنایہ کی نہ صفت ہواور نہ نسبت، بلکہ اس کا موصوف ہو،

جیسے:

ہر سفید کاٹنے والی تلوار سے، اور نیزہ مارنے والے ہیں

۲۳

لِکَ "حَيٌّ مُسْتَوِی الْقَامَةِ، عَرِيْضُ الْاَظْفَارِ" کِنَایَةٌ

وف ہو۔۲۳۲ جیسے تیرا قول 'زندہ ہے سیدھی قامت والا

ہے انسان سے (اشارہ انسان کی طرف ہے)۔۲۳۳

مقصود تو ابن حشرج ہی ہے جو قبہ میں ہے، لیکن صراحۃً نسبت اس کی

...ـارِ الْوَسَائِطِ اِلٰی ثَلَاثَةِ اَقْسَامٍ

...اعتبار سے کنایہ کی تین قسمیں ہیں:

... الْوَسَائِطُ، نَحْوُ" فُلَانٌ كَثِيْرُ الرَّمَادِ"

...وسائط بہت ہوں۔ جیسے فلاں بہت راکھ والا ہے۔۲۳۴

... الْوَسَائِطُ اَوْ لَمْ تَكُنْ مَعَ خَفَاءِ اللُّزُوْمِ، نَحْوُ" زَيْدٌ

... لَيْلُهُ"

...جس میں وسائط بہت کم ہوں یا بالکل نہ ہوں، لیکن لازمی

...والا ہے۔ اور عمرو کی رات چاندنی والی ہوگئی۔

...ـتْ فِيْهِ الْوَسَائِطُ اَوْ لَمْ تَكُنْ مَعَ وُضُوْحِ اللُّزُوْمِ،

...اور عریض الاظفار ان تین جملوں سے انسان کی طرف کنایہ کیا گیا

...ـلوں کا مجموعہ ہے اس لئے موصوف مجموعہ معان ہوا۔

...راکھ دلالت کرتا ہے کثرت سے کھانا پکانے پر اور کثرت سے کھانا

ٰی رَحۡلَهٗ　　فِیۡ آلِ طَلۡحَةَ ثُمَّ لَمۡ یَتَحَوَّلِ

ِ مَطِیّکُمۡ　　فَاِنّی اِلٰی قَوۡمٍ سِوَاکُمۡ لَامۡیَلُ

ا یہ ہے جس میں واسطے بہت کم ہوں یا بالکل نہ ہوں، لیکن

فت کو کہ اس نے، آل طلحہ میں اپنا کجاوہ ڈال دیا پھر وہاں

ی کے سینے کو سیدھا کرلو، اس لئے کہ میں تمہارے علاوہ

ں۔

یُسَمّٰی تَعۡرِیۡضًا، وَهُوَ اَنۡ یُّشِیۡرَ الۡمُتَکَلِّمُ بِکَلَامِهٖ اِلٰی

ے اورسامع قرائن سے اس کو سمجھ لے، ۲۳۷ جیسے آپ کا
وں کونقصان دیتا ہو (اس کومخاطب کر کے کہے) لوگوں
کونفع دے۔

اَسْئِلَةٌ

فَرْقُ بَيْنَ الْكِنَايَةِ وَالْمَجَازِ اللُّغَوِيِّ؟(۳): كَمْ قِسْمًا
كْنِيِّ عَنْهُ ؟ (۴): كَمْ قِسْمًا الْكِنَايَةُ بِاعْتِبَارِ
تَّلْوِيحِ وَالرَّمْزِ وَالْإِيْمَاءِ وَالتَّعْرِيضِ ؟
۲)......مجاز لغوی اور کنایہ میں کیا فرق ہے؟ (۳)......مکنی
یں ہیں؟ (۴)......واسطوں کے اعتبار سے کنایہ کی کتنی
ایماء اور تعریض کے مابین کیا فرق ہے؟

تَمْرِيْنٌ

عَيْنَيْهِ،(۱۰): نَوَّرَ غُصْنُ شَبَابِهٖ،

ائِعُنَا (۱۱) خُضْرٌ مَرَابِعُنَا حُمْرٌ مَوَاضِيُنَا

وُ انَّهٗ (۱۲) اَرَادَ اِنْقِبَاضًا لَمْ تُطِعْهُ اَنَامِلُهٗ

فَاِنِّيْ (۱۳) جَبَانُ الْكَلْبِ مَهْزُوْلُ الْفَصِيْلِ

ازِلِنَا (۱۴) كَالنَّوْمِ لَيْسَ لَهُ مَاْوًى سِوَى الْمُقَلِ

فِيْنَا (۱۵) وَنُتْبِعُهُ الْكَرَامَةَ حَيْثُ مَالَا

ہ کے اعتبار سے کنایہ کی قسموں کی وضاحت فرمائیں اور

اور وضوح کی بھی وضاحت فرمائیں؟

والا' انصاف سے خوف نہیں کھاتا۔۲۳۸

ہے، چوڑے ناخن والا ہے۔۲۳۹

لے سے ملاقات کی۔۲۴۰

ہ سے اپنا بازو مضبوط کرتا ہے۔۲۴۱

بے ہاتھ والا ہے، شعر نظم کرنے میں۔۲۴۲

ں کی زبان کے شر سے محفوظ رہیں۔۲۴۳

تا ہوں۔۲۴۴

' اس کی تعظیم نہیں کی جاتی۔۲۴۵

ندھیری ہوگئی۔۲۴۶

ں کلی آ گئی۔۲۴۷

: بازو۔ یشد عضده: مضبوط کرتا ہے اپنا بازو۔ یعنی جنگ میں مدد
ہے اور اشارہ ہے، کیونکہ وسائط کم ہیں۔ اور معنی واضح ہے۔
: وسیع دل والا۔ اس سے کنایہ ہے ممدوح کے سخی ہونے کی طرف
ں کا فاصلہ۔ طویل الباع: سے کنایہ ہے شعر کہنے میں مہارت رکھتا
۔ اور تلویح ہے کیونکہ طویل الباع سے مہارت' مراد لینے میں بہت

ہیں، ہماری جنگیں کالی ہیں، ہمارے رہنے کی جگہ سرسبز
رخ ہیں۔۲۴۸؎
عادت پڑ گئی ہے' یہاں تک کہ اگر وہ منقبض (بند) کرنے
اطاعت نہیں کریں گی۔۲۴۹؎
ہو' ہوسکتا ہے، اس لئے کہ میں بزدل کتے والا اور دبلا پتلا

)۔نورالغصن: کا مطلب ہے ''ڈالی میں روشنی'' یعنی سفید کلی چمکنے
مطلب یہ ہے کہ اس پر بڑھاپا چھانے لگا۔ اور سفید بال جو کلی کے
ہے کہ بڑھاپا شروع ہوگیا۔ اس مین وسائط بہت ہیں، اس لئے یہ
جملہ میں بڑھاپے کا مطلب سمجھنا خفی ہے (پوشیدہ) ہے۔
رنامے سفید ہیں۔ کنایہ ہے نیک ہونے سے اور بہت اچھے ہونے
ہیں۔ اس سے مراد بہت خطرناک ہیں۔: خضر مرابعنا: مرابع
مکان۔: خضر مرابعنا کا مطلب کہ ہمارے رہنے کی جگہیں سرسبز

ہمارے ہی گھروں میں، جیسے کہ نیند کہ اس کے لئے آنکھ

؎

عزت کرتے ہیں' جب تک وہ ہمارے اندر ہوتے ہیں،

ہیں' جہاں جاتا ہے۔۲۵۲؎

تَمْرِيْنٌ عَامٌّ

مِنْ عِلْمِ الْبَيَانِ عَلٰى مَايَأْتِيْ:

ذَا مَا (۱) ضَحِكَتْ فِيْ خِلَالِهَاالْاَزْهَارُ

لِيْ (۲) وَلَيْسَ فِيْ وَرَقِ الْآمَالِ لِيْ ثَمَرُ

غِنًى (۳) وَرِدَاءُ الْفَقْرِ مِنْ نَسِيجِ الْكَسَلِ

سَامٍ (۴) وَالرِّيْحُ تَلْقَاکَ بِالْقَبُوْلِ

میں علم البیان کے سارے ابحاث جاری کریں

ہو گیا ہے۔ اس میں جبان الکلب اور مہزول الفصیل سے سخاوت

ہے، جبکہ اس کے درمیان کلیاں مسکرانے لگیں۔۲۵۳

وگئی آپ سے آپ کے وعدہ کی وجہ سے لیکن نہیں ہے امید

ں۔۲۵۴

ں کامیابی اور مالداری ہے اور فقر کی چادر سستی کی بنی ہوئی

ملتا ہے اور ہوا آپ کو قبول کرنے کے لئے ملتی ہے۔۲۵۶

د ہے جو واضح ہے۔اس لئے اس میں اشارہ وایماء ہے۔(میرے

)

ضحکت الازہار: کلی کا کھلنا۔الازھار: زہر کی جمع بمعنی کلی۔اس میں

ہے اور اس کی طرف ضحکت سے اشارہ کیا گیا ہے، اس لئے اس میں

جَایَاہُ (۵) وَالْمَجْدُ لَفْظٌ عَرَفْنَا مِنکَ مَعْنَاہُ

جَرٰی (۶) وَدَمْعُهُمَا بِیْنَ الرِّیَاضِ غَزِیْزٌ

مِنهُمَا ” فَاَصْبَحَ ذَا یَجْرِیْ وَذَاکَ یَدُوْرُ

رُقُهَا (۷) مَوْصُوْلَةٌ بِالْاَرْضِ مُرْخَاۃُ الطُّنُبِ

ضِغْنِہٖ (۸) بِحِلْمِیْ عَنْہُ وَهُوَ لَیْسَ لَہٗ حِلْمٌ

کَاءُ (۹) جَرٰی دَمْعُهَا فِیْ خُدُوْدِ الثَّرٰی

مُعْتَلِیًا (۱۰) فَالْبَازُ لَمْ یَاْوِ اِلَّا عَالِی الْقُلَلِ

نہ کی فطرت نرم نہ ہوتی اور لفظ مجد کا معنی ہم نے آپ سے

یں جبکہ وہ جاری ہوں اور ان دونوں کے آنسو باغ کے

کی ٹھنڈی ہوا ان دونوں سے چھن گئی ہے اس لئے نہر

س میں بجلی مسکرارہی ہے، زمین کے ساتھ ملی ہوئی رسی

ر ایسے ہیں کہ میں نے ان کے کینہ کے ناخن کواس کے

وہ ایسے ہیں کہ ان میں کچھ بردباری نہیں ہے۔۲۶۰

بہت سے بادل رونے سے نہیں تھکتے، ان کا آنسو نمناک

۲۶

ح کے وقت چلتی ہے۔ضاع: گم ہو جانا، چھین جانا۔

ری ہوا اور رہٹ بھی گھوم رہا ہو تو غور سے دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا

چھین گئی ہے اس لئے وہ دونوں اپنے آنسو بہا رہے ہیں۔ گویا کہ

ر رہٹ اس کی یاد میں چکر کھا رہا ہے۔ اس شعر میں نہر اور دولاب کو

ں کا لازم دمع کو لایا گیا ہے اس لئے یہ استعارہ مکنیہ اور اصلیہ ہوا،

ں سے رسی کو دراز کرنا۔ طنب: واحد ہے جمع اطناب اور طنبۃ خیمہ کی

ہے کہ وہ رو رہا ہو اور اس کے درمیان بجلی مسکرارہی ہے۔ اور بارش

ر کے بیٹھ جا، اس لئے کہ باز نہیں پناہ لیتا ہے مگر چوٹیوں کی

عِلْمُ الْبَدِيْعِ

ِــهٖ وُجُوْهُ تَحْسِيْنِ الْكَلَامِ الْمُطَابِقِ لِمُقْتَضٰى

رْجِعُ مِنْهَا اِلٰى تَحْسِيْنِ الْمَعْنٰى يُسَمّٰى بِالْمُحَسِّنَاتِ

يْنِ اللَّفْظِ يُسَمّٰى بِالْمُحَسِّنَاتِ اللَّفْظِيَّةِ ،

نمناک مٹی، جمع اثراء۔

ں بدلی رونے سے نہیں تھکتی یعنی برستی ہی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ

حصے تک پہنچ جاتا ہے۔ اس شعر میں بادل کو انسان سے تشبیہ دی گئی

لایا گیا ہے اور ملائم میں سے جری دمعھا لایا گیا ہے۔ اس لئے اس

ندی سے اٹھ جا، کھڑا ہو جا۔ صھوات صھوت کی جمع ہے بمعنی

س کے ذریعہ مقتضی حال کے مطابق کلام کے تحسین کے
ہ میں سے کچھ وہ ہیں: جو معنی کے تحسین سے تعلق رکھتی
ں۔اور جو لفظ کی تحسین سے تعلق رکھتے ہیں ان کو محسنات

لُ فِی الْمُحَسَّنَاتِ الْمَعْنَوِیَّةُ

باب ہے محسنات معنویہ میں

ۃٌ ، اَلْمَشْهُوْرَةُ مِنْهَا :

ن میں سے مشہور یہ ہیں:

ذْکَرَ لَفُظٌ لَهُ مَعْنَیَانِ، قَرِیْبٌ وَ بَعِیْدٌ ' هُوَ الْمَقْصُوْدُ

ں سَاطِعًا فَهَلْ مُمْکِنٌ اَنَّ الْغَزَالَةَ تَطْلُعُ

فظ ذکر کیا جائے جس کے دو معنی ہوں، ایک قریب' دوسرا

ے دوسرا معنیٰ ہی مقصود ہو، جیسے:
ں بلند ہوتا دیکھ رہا ہوں تو کیا ممکن ہے کہ ہرن کا بچہ (یعنی

مْعُ بَیْنَ مَعْنَیَیْنِ مُتَنَافِیَیْنِ، نَحْوُ "اَللّٰهُ هُوَ الْاَوَّلُ
(وَلِکُلِّ نَفْسٍ مَا کَسَبَتْ) (وَعَلَیْهَا مَا اکْتَسَبَتْ)
ں کو (ایک ہی) جملہ میں جمع کرنا ہے۔ جیسے اللہ وہ اول ہے
اور مارتا ہے۔ اور ہر نفس کے لئے وہ ہے جو اس نے کمایا
ں نے کمایا۔
یْنَ اِسْمَیْنِ، وَفِی الثَّانِیْ بَیْنَ فِعْلَیْنِ، وَفِی الثَّالِثِ بَیْنَ

ں دو اسموں کے درمیان ہے، اور دوسری (مثال) میں دو

کی دم، اور صبح کاذب۔ یہاں اس سے مراد صبح کاذب ہے۔ جو اس

(مثال) میں دو حرفوں کے درمیان ہے۔

تٰی بِمَعْنَیَیْنِ اَوْ اَکْثَرَ، ثُمَّ بِمَا یُقَابِلُ کُلًّا مِنْهُمَا عَلٰی

ا اجْتَمَعَا وَاَقْبَحُ الْکُفْرِ وَالْاِفْلَاسِ بِالرَّجُلِ

ے جملہ میں دو معنی یا اس سے زیادہ لائے جائیں، پھر اسی

لائے جائیں۔ جیسے اس کا قول:

وں جمع ہوں اور کتنا برا ہے آدمی کے ساتھ کفر اور افلاس۔

فَوَائِدُ

خَرُ یُدْعٰی طِبَاقُ السَّلَبِ، وَهُوَ اَنْ یَجْمَعَ بَیْنَ فِعْلَیْنِ

ا مُثْبَتٌ وَالْآخَرُ مَنْفِیٌّ، نَحْوُ "یَسْتَحْیِ مِنَ النَّاسِ وَلَا

سری قسم ہے جس کو طباق سلب کہتے ہیں۔ ۲۶۸ اور وہ یہ

ا تاہےاوراللہ سےنہیں شرما تا ہے۔

ں اِیُهَامُ التَّضَادِ،وَهُوَ مَابُنِیَ عَلَی الْمُضَادَّةِ تَأوِیْلًا فِی

،نَحْوُ ''یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَاءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَاءُ''مَنْ تَوَلَّاهُ'

السَّعِیْرِ،

یہام تضاد کوبھی ملحق کرتے ہیں۔۲۶۹؎ اورایہام تضادیہ

کی بنیاد رکھی گئی ہو یا لفظ میں تخیل کرنے کے طور پر (بنیاد

یں جس کو چاہتے ہیں اور عذاب دیتے ہیں جس کو چاہتے

) دوستی کرے گا تو وہ اس کو گمراہ کردے گا۔۲۷۰؎ اور جہنم

ے گا۔۲۷۱؎

ناءِ الْکَلَامِ اَلْوَانٌ یُرَادُ بِهَا التَّوْرِیَةُ اَوِ الْکِنَایَةُ، وَوَقَعَ

ع مِنَ الْبَدِیْعِ یُسَمّٰی اَلتَّدْبِیْجُ (۱)مِنْ حَقِّهٖ اَنْ یُعَدَّ مِنَ

ۃٌ وَتَبْیَضُّ وُجُوْهٌ''

رمیان کچھ رنگ ذکر کئے جائیں اوران سے توریہ یا کنایہ
رمیان تقابل واقع ہوتو یہ بھی بدیع کی ایک قسم ہوگی۔جس
راس کا حق یہ ہے کہ اس کو اس وقت طباق میں شمار کیا
ے کالے ہوں گے اور کچھ چہرے سفید ہوں گے۔(یہاں
نی) سے کنائی معنی مرادلیا گیا ہے)۔

نْ یَجْمَعَ بَیْنَ اَمْرٍ وَمَایُنَاسِبُهٗ بِغَیْرِ التَّضَادِ، کَقَوْلِهٖ:

فُنِیْ وَالسَّیْفُ وَالرُّمْحُ وَالْقِرْطَاسُ وَالْقَلَمُ

ہ ایک چیز کو اور جو اس کے مناسب ہو اس کو بغیر تضاد کے

ن پہچانتے ہیں مجھ کو اور تلوار، نیزہ، کاغذ اور قلم بھی۔

نْ یُذْکَرَ لَفْظٌ بِمَعْنًی،وَیُعَادُ اِلَیْهِ ضَمِیْرٌ اَوْ اِشَارَةٌ
بِثَانِیْهِمَا غَیْرَ مَا اُرِیْدَ بِاَوَّلِهِمَا، :فَالْاَوَّلُ، کَقَوْلِهٖ:

ِ قَوۡمٍ رَعَیۡـنَاہُ وَاِنۡ کَانُوۡا غِضَابًا

ِقَ" وَنَظَمۡتُ مِنۡ ذٰلِکَ عَقۡدًا"

سَمَحُوۡا وَاسۡتَخۡدَمُوۡھَا مَعَ الۡاَعۡدَاءِ فَلَمۡ تَنَمِ

ے کہ کوئی لفظ ذکر کیا جائے ایک معنی میں، پھر اس کی طرف

یا جائے دوسرے معنی میں، یا دو ضمیریں لوٹائی جائیں،

پہلے (معنی کے) علاوہ۔ پہلے (ضمیر لوٹانے) کی مثال،

رش اترتی ہے تو ہم اس (گھاس) کو چراتے ہیں چاہے وہ

ب یہ ہے کہ ایک لفظ سے کئی معنوں کی خدمت لی جائے۔ اور اس

کر کیا جائے، پھر اس کی طرف ضمیر لوٹائی جائے، اور اس وقت اس

ں مقام عقیق آیا،٦ ۲۷ اور اس عقیق پتھر سے ہار بنایا۔

سے جب انہوں نے سونے کی سخاوت کی اور جاسوس سے

نہیں سوئی۔ ۲۷۷

بَیْنَ مُتَعَدَّدٍ فِیْ حُکْمٍ وَاحِدٍ، کَقَوْلِهٖ:

وَالْجِدَّةَ   مَفْسَدَةٌ لِلْمَرْءِ اَیُّ مَفْسَدَةٍ

کو ایک ہی حکم میں جمع کر دیا جائے، جیسے اس کا قول:

لداری انسان کو برباد کرنے والی چیزیں کتنی بڑی بربادی

بَیْنُ مُتَعَدَّدٍ مِنْ نَوْعٍ وَاحِدٍ، کَقَوْلِهٖ :

قیق سے عقیق (عرب کی ایک بستی کا نام) جگہ مراد لی گئی ہے۔ اور

سے اشارہ کیا گیا ہے تو اس اسم اشارہ سے پتھر مراد لیا گیا ہے

بِيُعٍ　　　　كَنَوَالِ الْاَمِيُرِ وَقُتَ سَخَاءٍ

عَيُنٍ　　　　وَنَـوَالُ الْـغَـمَامِ قَطُرَةُ مَاءٍ

یک ہی قسم کی متعدد چیزوں کے درمیان حکم میں فرق کر دیا

خاوت کے وقت' امیر کے عطیہ کی طرح نہیں۔

، کی تھیلی ہے اور بادل کا عطیہ پانی کا قطرہ ہے۔۲۸۰

يُفَاءُ اَقُسَامِ الشَّئِ، كَقَوُلِهٖ :

تَـاعٌ　　　　وَالُجَاهِلُ الُجَاهِلُ مَنُ يَصُطَفِيُهَا

غَيُبٌ　　　　وَلَکَ السَّاعَةُ الَّتِیُ اَنُتَ فِيُهَا

چیزیں ذکر کی گئی ہیں اور ہر ایک کا حکم جدا جدا بیان کیا جاتا ہے۔

میں بیان کی جائیں،۲۸۲؎ جیسے اس کا قول

ہل ہے اور مکمل جاہل وہ ہے جو اس کا انتخاب کرتا ہے۔

ت ہو گیا اور جس کی امید ہے وہ غائب ہے اور آپ کے

آپ ہیں۔

جَاعُ مَا لِکُلٍّ اِلَیْهِ عَلَی التَّعْیِیْنِ، وَهُوَ التَّفْسِیْرُ،نَحُوُ

تَهِدُ' هٰذَا بِاِجْتِهَادِهٖ وَذَاکَ بِحُسْنِ سِیَرِهٖ،

،۲۸۳؎ پھر ہر ایک کے لئے علی التعیین وہ چیزیں منسوب

صیل بیان کی جائے۔

اور جمع مع التقسیم' ان سب کی تعریف قریب قریب ایک جیسی ہی

ں کر پھر اس کی وضاحت کی جائے۔اور جمع مع التفریق کا مطلب

بیان کیا جائے، پھر ہر ایک کا حکم الگ الگ بیان کیا جائے۔

ہے کہ چند چیزوں کو مجموعی طور پر بیان کیا جائے، پھر اس کی تفصیل

۔اس کو تفسیر بھی کہتے ہیں، جیسے نہیں کامیاب ہوتا ہے مگر
کوشش کی وجہ سے اور وہ اپنے حسن اخلاق کی وجہ سے۔

ضافًا اِلٰی کُلٍّ مِنْهَا مَايَلِيْقُ بِهٖ، كَقَوْلِهٖ :

سٌ عُلُوًّا وَحُسَامٌ عِزًّا وَبَحْرٌ نَوَالًا

ن کئے جائیں۲۸۴؎ اور ہر حالت کی مناسبت بھی بیان

حسن کے اعتبار سے اور سورج ہیں بلندی کے اعتبار سے
اور سمندر ہیں عطیہ کے اعتبار سے۔

تَنْبِيْهٌ

ضْعَةُ اَنْوَاعٍ بَدِيْعَةٍ لَا تَخْتَلِفُ عَنْهُ كَثِيْرًا، مِنْهَا الطَّيُّ

جَتِهَا شَمْسُ الضُّحٰى وَاَبُوْاِسْحَاقَ وَالْقَمَرُ

ے کہ اس کا قول:

صورتی سے دنیا روشن ہوتی ہے، دوپہر کا سورج' ابواسحاق

تَّفْرِيْقِ، وَالْجَمْعُ مَعَ التَّقْسِيْمِ ،وَكُلُّهَا مُتَقَارِبَةٌ،

یق اور جمع مع التقسیم' یہ تمام قریب قریب ہیں۔

شْبِهُ الذَّمِّ، وَهُوَ اِمَّا اَنْ يُسْتَثْنٰى مِنْ صِفَةِ ذَمٍّ مَنْفِيَّةٍ

ا فِيْهَا، كَقَوْلِهٖ:

يْلَ بِهِمْ يَسْلُوْ عَنِ الْاَهْلِ وَالْاَوْطَانِ وَالْحَشَمِ

۲۸ وہ یہ کہ منفی ذم کی صفت سے مدح کی صفت مستثنی کی

ت ذم کی صفت میں داخل ہے، جیسے، اس کا قول:

یہ ہے کہ ایک متعین تعداد بیان کی جائے پھر اسی ترتیب سے اس کی

اس میں پہلے تین کی تعداد بیان کی، پھر اس کی تفصیل ترتیب کے

ہے سوائے اس کے کہ اس کے یہاں اترنے والا مہمان اہل

۔۲۸۹

مَدْحٍ وَيُؤْتٰى بَعْدَهَا بِاَدَاةِ اِسْتِثْنَاءٍ تَلِيْهَا صِفَةُ مَدْحٍ

غَيْرَ اَنَّهُ جَوَادٌ فَمَايُبْقِيْ عَلَى الْمَالِ بَاقِيًا

مدح ثابت کی جائے ۲۹۰ پھر اس کے بعد حرف استثناء

وسری صفت مدح لائی جائے۔ جیسے کہ اس کا قول:

مکمل ہیں مگر یہ کہ وہ اتنا سخی ہے کہ مال پر کسی چیز کو باقی

اترنا، قیام کرنا۔ نزیل، فعیل کے وزن پر اترنے والا مہمان۔ سلا

یانا۔ الحشم: عہدہ۔ خدمت گذار۔

تَنْبِيْهٌ

ثَةٌ اُخْرٰی لِقَرَابَةٍ بَيْنَهُنَّ وَهِيَ: الْهَزْلُ الَّذِیْ يُرَادُ بِهِ

فَاخِرًا   فَقُلْ عَدِّ عَنْ ذَا، كَيْفَ اَكْلُكَ لِلضَّبِّ

حِ ، وَالتَّهَكُّمَ، نَحْوُ قَوْلِهٖ :

صَالِحٍ   يَرْفَعُهُ اللّٰهُ اِلٰی اَسْفَلٍ

ں تین قسمیں بھی شامل کر لی جاتی ہیں، آپس میں قربت کی

ں سے حقیقت مراد لی گئی ہو جیسے کہ اس کا قول:

ں فخر کرتا ہوا آئے تو کہہ دے تو ان کو جانے دو، تمہارا گوہ

ئو، اور مذاق اڑانا، ۲۹۳؎ جیسے اس کا قول:

و نیچے کی طرف اٹھائے۔

ر اَنْ تُدَّعٰی لِوَصْفٍ عِلَّةٌ غَيْرُ حَقِيْقَةٍ، كَقَوْلِهٖ:

، اُلِمَّ بِهَا   لٰكِنَّهَا رَقَصَتْ مِنْ عَدْلِكُمْ طَرَبًا

ہے کہ کسی وصف کے لئے حقیقی وجہ کے سوا کسی دوسری وجہ کا

ل:

ہ سے نہیں زلزلہ آیا جو اس کو لاحق ہوئی ہو، لیکن آپ کے

ے لگا۔

لْمَعْنٰى، وَهُوَ اَنْ تَكُوْنَ الْاَلْفَاظُ مُوَافِقَةً لِلْمَعَانِيْ بِاَنْ

فَخْرِ وَالْحِمَاسَةِ وَاللِّيْنَةِ لِنَحْوِ الشَّوْقِ وَالْاِسْتِعْطَافِ

یشبہ المدح'' کی تیسری قسم ہے، جس کو مصنف نے ''تاکید المدح

یرفعہ اللہ الی اسفل: ''اللہ اس کو نیچے کی طرف بلند کرے'' میں مذاق

ـرِيَّةً　　　هَتَكْنَا حِجَابَ الشَّمْسِ اَوْ قَطَّرَتْ دَمَا

بِيْلَةٍ　　　ذَرٰى مِـنبَـرٍ صَلّٰى عَلَيْنَا وَسَلَّمَا

ـنَ الزَّوْرَاءِ　　سَحَرًا فَاَحْيَا مَيّتَ الْاَحْيَاءِ

ـی، ۲۹۵ھ اور وہ یہ ہے کہ الفاظ معانی کے موافق ہوں، اس
ـنے کے لئے سخت عبارت لائی جائے۔ اور شوق اور مہربانی
ـارت لائی جائے، جیسے اس کا قول:
ـصہ ہوتے ہیں تو ہم پھاڑ دیتے ہیں سورج کے پردے کو

ـ۲ھ

ـنبر کی بلندی دیتے ہیں، تو وہ ہم پر درود و سلام بھیجتا ہے۔

ی وقت میں مقام زوراء سے چلی تو زندوں میں جومردوں
کردیا۔ ۲۹۷

هُوَ تَلَقِّيَ الْمُخَاطَبِ بِغَيْرِ مَايَتَرَقَّبُهُ، اَوِ السَّائِلِ بِغَيْرِ
وْلٰى بِالْقَصْدِ،

ہے کہ مخاطب جس کے انتظار میں ہو اس کے علاوہ جواب
اس کے علاوہ جواب دینا، اس بات پر تنبیہ کرتے ہوئے

بت کے طور پر ممبر بناتے ہیں تو اس پر چڑھ کر ہماری ہی تعریف کرتا
لام بھی کرتا رہتا ہے۔
بیان کرنی مقصود تھی اس لئے عبارت میں زیادہ تر جہر وشدت کے
ف اللفظ مع المعنی کہتے ہیں۔
نسیم کی خوشبو۔ سری: رات میں چلنا۔ زوراء: مدینہ کے بازار میں
بیلہ۔ مردہ: یہاں غافل لوگ مراد ہیں۔
خوشبو چلی تو غفلت میں پڑے ہوئے لوگ بیدار ہو گئے۔ اس شعر

ہے۔

لِ الْـكَلَامِ عَلٰى خِلَافِ مُرَادِ قَائِلِهٖ، كَقَوْلِ الْقَبَعْثَرِىْ

لَاحْمِلَنَّكَ عَلَى الْاَدْهَمِ" "مَثَلُ الْاَمِيْرِ يَحْمِلُ عَلَى

ـهُ' وَيْـلَكِ اِنَّـمَا اَرَدْتُ الْحَدِيْدَ، فَقَالَ: لَاَن يَكُوْنَ

ا،

ں کہ قائل کے کلام کو اس کی مراد کے علاوہ پر محمول کرے۔

یے قبعثری ۲۹۹ کا قول: جب کہ حجاج نے یہ کہہ کر اس کو

ی پر سوار کروں گا۔ امیر جیسا آدمی کالے گھوڑے پر سوار

م کی پہلی صورت کی مثال ہے۔ یعنی قائل کے کلام کو اس کے مقصد

ال لینا۔ قبعثری خارجی تھا، کسی باغ میں (اپنے دوستوں کی مجلس

رہ آ گیا تو قبعثری نے اس کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا حجاج نے بلا

ا دوں گا۔ "لاحملنک علی الادھم" ادہم کے دو معنی ہیں:

گھوڑے پر بھی۔تو حجاج نے اس سے کہا: تیرا ناس ہو میں
نے کہا: تیز گھوڑا ہو یہ زیادہ بہتر ہے اس سے کہ وہ سست ہو،
السُّوَالِ مَنْزِلَةِ سُوَالٍ آخَرَ مُنَاسَبٌ لِحَالَةِ السَّائِلِ،
سْتَخْبَرُوْا عَنِ الْإِمْتِحَانِ "اِجْتَهِدُوْا"
۳۰۰ سوال کو دوسرے سوال کے درجہ میں اتار دیا جائے جو
جیسے استاذ کا قول اپنے شاگردوں سے: جب کہ شاگردوں
رے میں پوچھا ہو خوب محنت کرو۔۳۰۱

اَسْئِلَةٌ

۲): مَاالْفَرْقُ بَيْنَ الْمُحَسَّنَاتِ الْمَعْنَوِيَّةِ وَاللَّفْظِيَّةِ؟
ـنَاتِ الْمَعْنَوِيَّةِ ؟(۴):مَا الْفَرْقُ بَيْنَ التَّوْرِيَةِ
بَيْنَ الطِّبَاقِ وَالْمُقَابَلَةِ ؟ (٦):مَاهِيَ مُرَاعَاةُ النَّظِيْرِ؟
اهُوَ التَّفْرِيْقُ ؟(۹):اُذْكُرِ التَّقْسِيْمَ بِاَنْوَاعِهِ الثَّلاثَةِ ؟

سوالات

؟

یں کیا فرق ہے؟

م بیان کریں؟

یا فرق ہے؟

فرق ہے؟

کریں؟

؟

ن کریں؟

م کی تعریف کریں؟

اَدُهَمٍ ,, يَحُثَّهُ فِى الشَّرقِ رَاكِبُ اَشْقَرِ

وفُكُم (٣) فِى الْحَادِثَاتِ اِذَا دَجُوْنَ نُجُوْمٌ

اِلَيْكُمُ (۴) وَيَرْعَاهُ مِنَ الْبَيْدَا جَوَادِىْ

تُ وَمَا (۵) تَحْوِى الْكِرَامُ مِنَ الْاَخْلَاقِ وَالشِّيَمِ

حَائِبُهُ (٦) عَنِ الْعِبَادِ وَجُوْدُ السُّحُبُ لَمْ يَقُمِ

قَبْلَهُ (۷) وَلٰكِنَّنِىْ عَنْ عِلْمِ مَافِى غَدٍ عَمِ

ثَلَاثٌ (۸) يَمِيْنٌ اَوْ شُهُوْدٌ اَوْ جَلَاءٌ

يْرَ اَنَّهُ (۹) جَوَادٌ فَمَا يُبْقِىْ عَلَى الْمَالِ بَاقِيًا

سَائِتُهُ (۱۰) نَجّى حِذَارُكَ اِنْسَانِىْ مِنَ الْغَرَقِ

افِيَةٍ (۱۱) مِنْ اَجْلِهَا صَارَ يُدْعَى الْاِسْمُ بِالْعَلَمِ

رَبْعِهَا (۱۲) اَلَا اَنْعِمْ صَبَاحًا اَيُّهَا الرَّبْعُ وَاَسْلَمُ

ا وَفِى (۱۳) عُمْرِىْ بِغَيْرِ حَيَاتِكُمْ لَمْ اَحْلِفِ

کی ٹھنڈی ہوا ان دونوں سے چھین گئی ہے، اس لئے نہر

ا۔

ں نے اندھیرے کے ہر لگے ہوئے گریبان کو پکڑ لیا۔

ھوڑے کا ایک سوار ہے، جس کو مشرق میں سرخ زرد رنگ

۳

کے چہرے اور آپ کی تلواریں تاریک حادثات میں

میں ستاروں کو دیکھتا رہتا ہوں اور میرا گھوڑا میدان سے

انگلی کا پورا۔ جیب: پھٹن، گریبان، پاکٹ۔ یہاں پر گریبان مراد

گھنڈی، بٹن لگایا ہوا۔ یحثه: احتث یحتث احتثابا فھو محتث، :

گھوڑا۔

‘ سخاوت اور پاکدامنی ہے، اور شریف لوگ جن اخلاق و

ب ہیں۔۳۰٦

ں سخاوت کی بدلیاں بندوں سے نہیں ہٹیں ،اور بادل کی

لم اور گذشتہ کل کا، لیکن اس علم سے جو آئندہ کل کا ہے بے

ہ میں گھاس چرنا‘ مراد ہے۔ نجم: اس کے دو معنی ہیں: (ا) ستارہ
ں ستارہ ہے اور دوسرے مصرعہ میں یرعاہ میں جو ضمیر ہے وہ نجم کی
ہے۔
طرف سفر کرتا ہوں تو بار بار ستارہ کو دیکھتا رہتا ہوں کہ راستہ کہیں
حال یہ ہے کہ وہ میدان میں گھاس چرتا رہتا ہے۔ اس شعر میں
ں اسی کی طرف یرعاہ کی ضمیر لوٹا کر گھاس مراد لیا گیا ہے۔ اس شعر

تحوی: تحوی: سے جمع کرنا، شامل ہونا مراد ہے۔ شیم جمع ہے

نے کی تین صورتیں ہیں: قسم، گواہ، یا وضاحت امر۔۳۰۹

کے تمام اوصاف مکمل ہیں، مگر یہ کہ وہ اتنا سخی ہے کہ اپنے

ڑتا۔۳۱۰

ے اس کا برائی کرنا میرے بارے میں اچھا ہوا، آپ کے

ق ہونے سے بچالیا۔۳۱۱

ے نام ہیں جو پوشیدہ نہیں ہیں، اسی وجہ سے نام کو علم کہا جاتا

ا ہونا، بے خبر ہونا۔ تعلیل کے ذریعہ عمی یعمی سے صفت کا صیغہ، ف

قعات سے واقف ہوں۔ لیکن مستقبل کے واقعہ سے بے خبر ہوں۔

ن کیا گیا ہے۔ اس لئے یہ تقسیم کی مثال ہے۔

فیصلہ کرنے والی چیز۔ جلاء: ظاہر ہونا۔ واضح ہونا۔

سے ہوتا ہے: (۱) قسم کھانا (۲) گواہ کا ہونا اور (۳) وضاحت کسی

تفصیل ہے یعنی ابہام کے بعد تعبیر کی گئی ہے اس لئے لطی

ں۔ف)٣١٢

پہچان لیا تو اس کے گھر سے کہا، کہ اے گھر! تو بخیر و عافیت

تمہاری زندگی کی قسم (دوہری قسم ہے) اور میں نے اپنی
ہ کی قسم نہیں کھائی۔٣١٤

کے دو معنی ہیں: (١) قریبی معنی آدمی اور (٢) بعیدی معنی آنکھ کی
سے یہی معنی یہاں مراد ہے۔اس لئے یہ توریہ ہوا۔
ے ڈر کی وجہ سے میں رویا نہیں کہ تم چغلی کروگے، ورنہ محبوب کے
ہے۔ف)
۔سوام جمع ہے سامیۃ کی بمعنی بلندی، اونچا۔
صفاتی نام ہیں، اس لئے ہر نام کو علم کے ساتھ پکارا جانے لگا ہے۔
آپ کے اونچے اونچے نام ہیں) (ف)۔اس شعر میں حسن تعلیل

میں ہوتی اور اس کو میں آپ کے آنے کی خوش خبری دینے
ں نہ کرتا۔

تَقَدَّمَ شُهْرَةً مِنْهَا

نات) کی ہیں جو گذشتہ (محسنات) سے کم مشہور ہیں ، ان

صِرَافُ الْمُتَكَلِّمِ مِنَ الْاَخْبَارِ اِلَى الْغَيْبَةِ اَوِ الْخِطَابِ،
الْخِطَابِ، وَالْغَيْبَةِ اِلٰى صَاحِبِهٖ عَلٰى غَيْرِ مَايَقْتَضِيْهِ
يْثِ، وَحَمْلًا لِلسَّامِعِ عَلٰى فَضْلِ اِصْغَاءٍ ، كَقَوْلِهٖ:
ىْ طُلُوْحٍ سَقَتِ الْغَيْثُ اَيَّتُهَا الْخِيَامُ

بِالْاَثْمَدِ وَنَامَ الْخَلِيُّ وَلَمْ اَرْقُدْ
ہ متکلم کا تکلم سے صیغۂ غائب ، یا صیغۂ حاضر کی طرف بدلنا

لئے ہے۔جیسے کہ اس کا قول:

ں ہوں تو اے خیموں! بارش تم کو سیراب کرے۔[۳۱۶]

ہوگئی، اور وہ غم سے خالی سو گیا اور میں نہیں سویا۔[۳۱۷]

ب :وَهُوَ اَن يُّسَاقَ الْمَعْلُوْمُ مَسَاقَ الْمَجْهُوْلِ

ذَّمِّ وَالتَّوْبِيْخِ وَالْاِنْكَارِ، نَحْوُ ''اَفَسِحْرٌ هٰذَا اَمْ اَنْتُمْ

اَمْ نِسَاءٌ ؟ وَكَقَوْلِهٖ:

مُوْرِقًا كَاَنَّكَ لَمْ تَجْزَعْ عَلَى ابْنِ طَرِيْفٍ

یہ ہے کہ کسی نکتہ کی وجہ سے معلوم شئ کو مجہول کے درجہ میں

ب کرے۔

ائیں دے رہا ہے کہ اے اہل خیمہ! تمہیں بارش سیراب کرے!۔

ب کا استعمال کیا گیا ہے اور دوسرے مصرعہ کے ایتھا الخیام میں

اختلاف صیغہ کو ''صنعت التفات'' کہتے ہیں

ریف کرنے، برائی بیان کرنے اور ڈانٹنے اور انکار کرنے
ے یا تم سمجھتے نہیں ہو۔اور جیسے کہ: کیا آل حصن مرد ہیں یا
ل:
وا کہ تم پتے دار ہو شاید کہ تم ابن طریف پر گریہ وزاری نہیں

ھُوَ اَنْ یَـأتِـیَ الشَّـاعِرُ فِیْ بَیْتِہٖ، وَالنَّاثِرُ فِیْ فَقْرَۃٍ مِنْ
مَجْرَی الْمَثَلِ، مِنْ حِکْمَۃٍ اَوْ تَنْبِیْہٍ اَوْ نَحْوِ ذَالِکَ،

ِ اَرْقُبُھَا مَااَضْیَقَ الْعَیْشِ لَوْلَا فُسْحَۃُ الْاَمَلِ
ہ شاعر اپنے مصرعہ میں یا نثر نگار اپنے کلام کے فقرے میں

علوم ہے کہ آل حصن کے لوگ مرد ہیں لیکن مذمت اور بزدلی بیان

سی حکمت یا کسی چیز پر تنبیہ کو پیش کرے، جس سے مثال

نا ہوں ان کے ذریعہ میں نفس کو بہلا رہا ہوں اگر امیدوں
ت ہوتی۔۳۲۲

اَلْکَلَامُ الْجَامِعُ'' وَیَکُوْنُ فِیْ بَیْتٍ کَامِلٍ مِنَ الشَّعْرِ،

کلام الجامع ہے،۳۲۳ اور وہ شعر کے پورے بیت میں
ثیل بھی ہے۔

یُدَّعٰی لِشَیْءٍ وَصْفٌ یَزِیْدُ عَلٰی مَافِی الْوَاقِعِ ،وَهِیَ

سی چیز کے لئے اس سے زیادہ کا دعوی کیا جائے جو واقع

مرعہ ایک مثل ہے، جس کو شاعر نے اپنے شعر میں چسپاں کردیا ہے

بِالْمُمْكِنِ فِی الْعَقْلِ وَالْعَادَةِ، كَقَوْلِهٖ:

دَامَ فِيْنَا　　وَنُتْبِعُهُ الْكَرَامَةَ حَيْثُ مَالاَ

تعریف کرنا جو عقل و عادت کے اعتبار سے ممکن ہو۔ جیسے

تے ہیں جب تک کہ وہ ہم میں ہوتے ہیں اور جہاں وہ

کو پیچھے لگا دیتے۔ ۳۲۵

شَّئِ بِالْمُمْكِنِ فِی الْعَقْلِ دُوْنَ الْعَادَةِ، كَقَوْلِهٖ:

فَ يَحْیٰ　　اِنَّنِیْ اِنْ فَعَلْتُ ضَيَّعْتُ مَالِیْ

حَةَ يَحْیٰ　　لَسَخَتْ نَفْسُهُ بِبَذْلِ النَّوَالِ

ز کی ایسی تعریف کرنا جو عقلاً ممکن ہو اور عادۃً ممکن نہ ہو۔

ے تواس کا نفس بھی بخشش کرنے لگے۔

مُسْتَحِيْلِ فِى الْعَقْلِ وَالْعَادَةِ ، كَقَوْلِ زُهَيْرٍ :

ِ مِنْ كَرَمٍ   قَوْمٌ بِآبَائِهِمْ اَوْ مَجْدِهِمْ قَعَدُوْا

ریف کریں جو عقلاً وعادۃً دونوں طرح سے محال ہو۔جیسے

پنی بزرگی کی وجہ سے سورج کے اوپر بیٹھ سکتی تو یہ ممدوحین

ضمَّ اِلَيْهِ مَايُقَرِّبُهُ اِلَى الصِّحَّةِ كَفِعْلِ مُقَارَبَةٍ، اَوْ آدَاةِ

ِ مَعْرَضِ هَزْلٍ، كَقَوْلِهٖ:

حَرْبٍ   اَنِفَتْ مِنْهُ الْاُنُوْفُ

صَلِّى   وَهُوَ فِى السُّوْقِ يَطُوْفُ

میں ایسے الفاظ ملائے گئے ہوں جو اس کو صحت کے قریب
ـبہ، یا حروف فرض مثلا کاد اور لو، یا ایسا غلو جو ہزل کی جگہ پر

حرب، کہ اس سے بہت سی ناکیں نفرت کرتی ہیں۔ ۳۲۹
تے ہیں اور ناک بازار میں طواف کرتی ہے۔
یُشَارَ فِیْ اِثْنَاءِ الْکَلَامِ اِلٰی قِصَّةٍ مَعْلُوْمَةٍ وَنَحْوِهَا،

ی الْعَصَا فَقَدْ بَطَلَ السِّحْرُ وَالسَّاحِرُ
کے درمیان کسی مشہور قصہ یا اس کے مانند کی طرف اشارہ

ی مبالغہ کی وہ قسم مقبول نہیں ہے جو عقلاً وعادةً بالکل ناممکن ہو بلکہ غلو
ی ایسا کلمہ موجود ہو جو صحت کے قریب کردے۔ مثلاً: غلو میں فعل
تسلیم کو بتلاتا ہو۔ مثلاً: کاد، یا لو ہو تو یہ حروف غلو کو صحت سے قریب

تشریف لائے اور لاٹھی ڈالی، تو جادو اور جادوگر سب باطل

الْعُنْوَانُ، وَهُوَ اَنْ يَأْخُذَ الْمُتَكَلِّمُ فِيْ غَرَضٍ لَهُ مِنْ
ثُمَّ يَأْتِيْ لِقَصْدِ تَكْمِيْلِهٖ بِاَلْفَاظٍ تَكُوْنُ اِشَارَةً لِاَخْبَارٍ
لِهٖ :

غَيْرِ اَهْلِهٖ يُلَاقِيْ كَمَا لَاقٰى مُجِيْرُ اُمِّ عَامِرٍ

ی داخل ہوتا ہے۔۳۳۱ اور عنوان یہ ہے کہ متکلم اپنی کسی
فخر کرنے یا کسی چیز کو بیان کرنے کے لئے کلام شروع
ے کچھ الفاظ لائے جو گذشتہ خبروں یا گذرے ہوئے قصوں
س کا قول:

ہ اس کا بدلہ ایسا ہی پاتا ہے، جیسا کہ بجو کو پناہ دینے والے

يأتِىَ الشَّاعِرُ فِىْ مَعْرَضِ الْهُجُوِّ وَمَاشَاكَلَهُ' بِاَلْفَاظٍ
الْاَذَانَ الطَّاهِرَةَ، وَيَنْفِرُ مِنْهُ ذَوُوْالْاَطْبَاعِ اللَّطِيْفَةِ ،

مِنْ نُمَيْرٍ　　　فَلَا كَعْبًا بَلَغْتَ وَلَا كِلَابًا

کہ شاعر ہجو وغیرہ کے مقام میں باادب الفاظ لائے، جو
طبیعت والوں کی نفرت سے پاک ہو۔ جیسے کہ اس کا قول
پ قبیلہ نمیر سے ہیں، نہ قبیلہ کعب کو پہنچ سکتے ہیں اور نہ تو

رے مصرعہ میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس لئے اس

ہیں: شاعر ہجو تو کرے لیکن ایسے حقیر الفاظ کے استعمال کرنے سے

...ی فِی الْمُحَسَّنَاتِ اللَّفُظِيَّةِ

...ا باب ہے محسنات لفظیہ میں

...ةٌ مِنهَا:

...میں سے چند یہ ہیں۔

...ابُهُ اللَّفُظَيُنِ فِی النُّطُقِ لا فِی الْمَعُنٰی،وَیَکُونُ تَامًّا وَ
...ظَاهُ فِی عَدَدِ الْحُرُوفِ وَهَیُأتِهَا وَنَوعِهَا وَتَرتِیبِهَا،
...سَاعَةٍ"وَغَیرُ التَّامّ:هُوَ مَااخُتَلَفَ لَفُظَاهُ فِیُ عَدَدِ
...وَتَرْتِیبِهَا، نَحُوُ"اَلْهَوٰی مَطِیَّةُ الْهَوَانِ'وَاِذَا زَلَّ الْعَالِمُ
...دٌ فِیُ نَوَاصِیُهَاالُخَیرُ' وَالُجَاهِلُ لَایَعُلَمُ مَایَعُمَلُ"

...کا بولنے میں مشابہ ہونا ہے نہ کہ معنی میں۔اور جناس تام

...یہ ہے کہ دولفظ معنی کے اعتبار سے الگ الگ ہوں،لیکن تکلم کے
...یار باتوں میں دونوں متفق ہوں تو اس کو" جناس تام" کہتے ہیں۔

یہ ہے کہ جس کے دونوں لفظ عدد حروف' اس کی ہیئت' اس
فق ہوں۔ جیسے: میں نے ٹھیک کیا گھڑی کو ایک گھنٹہ میں
کے دونوں لفظ مختلف ہوں عدد حروف میں، یا اس کی ہیئت
تیب میں۔ جیسے' خواہش نفس ذلت کی سواری ہے۔ جب
دنیا پھسل جائے گی۔ اور گھوڑے کی پیشانی میں خیر بندھی
ے جو وہ عمل کرتا ہے۔

ُ الْفَاصِلَتَیْنِ نَثْرًا فِی الْحَرْفِ الْاَخِیْرِ، نَحْوُ ''لَا تُبَادِرُ
بِ''

حرف میں فاصلے کے موافق ہونے کو سجع کہتے ہیں: جیسے:
کی جلدی نہ کریں۔ ۳۴۷

یادہ ہے۔ لہٰذا اس میں جناس ناقص ہے۔
لَم: اس میں عالِم اور عالَم کی ہیئت میں فرق ہے، باقی تین چیزوں

ضمَّنَ الْکَلَامُ شَیْئاً مِنَ الْقُرْآنِ وَالْحَدِیْثِ عَلٰی وَجْہٍ
نَحْوُ ''لا تَتَّخِذُوا الدُّنْیَاالْفَانِیَۃَ سُوْقًا' اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ
فَلا تفْعَلَنَّ شِیْئاً رِیَاءً لِلْمَخْلُوْقَاتِ''
للَّفْظِ الْمُقْتَبَسِ لِلْوَزْنِ اَوْ غَیْرِہٖ، کَقَوْلِہٖ:
' مَاسَعٰی نَعَمْ'وَاِنَّ سَعْیَہٗ سَوْفَ یُرٰی

یہ ہے کہ کلام میں قرآن وحدیث کے جملوں کی اس طرح
رآن وحدیث کے جملے ہیں۔جیسے' فانی دنیا کو بازرانہ بناؤ'
۳۲ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، اس لئے کوئی کام
یں۔
وزن شعروغیرہ کے لئے ،ان میں تھوڑی سی تبدیلی سے
:
س نے کمایا، ہاں وہ اپنی کوشش کا ثمرہ ضرور دیکھے گا۔۳۴۰

فَائِدَةٌ

كَثِيْرًا،خَرَجَ عَنْ بَابِ الْاِقْتِبَاسِ اِلٰى بَابِ الْعَقْدِ، وَ
ـنْثُوْرٍ فَيَنْظِمُهُ مُتَصَرِّفًا فِيْهِ بِمَا يُلَائِمُ الْوَزْنَ مِنْ تَغْيِيْرٍ
ـوُ ذَالِكَ، كَقَوْلِهٖ:

ـمْ اِنِّی نَفَضْتُ تُرَابَ قَبْرِکَ عَنْ يَدَيَّا
ـظَاتٌ فَـاَنْتَ الْيَوْمَ اَوْعَظُ مِنْکَ حَيًّا

ـتِ الثَّانِیْ قَوْلَ اَحَدِ الْحُكَمَاءِ، لَمَّا مَاتَ الْاِسْكَنْدَرُ:
ـ الْيَوْمَ، وَهُوَ الْيَوْمَ اَوْعَظُ مِنْهُ اَمْسِ"

ـت زیادہ تبدیلی کی جائے تو وہ اقتباس کے باب سے نکل کر
ـہے۔اور عقد یہ ہے کہ نظم کہنے والا کلام نثر کو لے، پھر اس
ـراور حذف وغیرہ کا تصرف کر کے نظم بنائے اور اس جیسی
ـے کہ اس کا قول:

لئے نصیحتیں تھیں، تو آج آپ زندگی سے بڑھ کر ناصح ہیں۔
سی حکیم کے کہے ہوئے قول کو دوسرے مصرعہ کے آخر میں

لنے والے تھے اور وہ آج کل سے زیادہ ناصح ہیں۔۳۴۳؎
دَ الْـكَـاتِبُ اِلٰی مَانَظَمَهُ غَیْرُهُ ، فَیَرْوِیْهِ بِالنَّثْرِ بِلَفْظِهٖ اَوْ
نّةٌ مَأجُوْرَةٌ وَمَكْرُمَةٌ مَأثُوْرَةٌ وَمَعَ هٰذَا فَنَحْنُ الْمَرْضٰی
مْ لَیْسَ بِوَدَادٍ" حَلَّ فِیْهِ قَوْلُ الْقَائِلِ :
نَعُوْدُكُمْ وَتُذْنِبُوْنَ فَنَأتِیْكُمْ وَنَعْتَذِرُ
لہ کاتب دوسرے کے شعر کو لے، اور اس کو نثر میں منتقل
بعض الفاظ وہی ہوں۔ جیسے کہ اس کا قول: بیمار پرسی کرنا
عزت کی چیز ہے۳۴۵؎ اور اس کے باوجود ہم ہی مریض

ت انتقال ہوا تو کسی حکیم نے نثر میں کہا: کان الملک امس الخ

ر وہ دوستی جودائمی نہ ہو دوستی نہیں ہے۔اس میں شاعر کے

ر بھی ہم آپ کی عیادت کے لئے آتے ہیں اور آپ غلطی
سے معذرت کرتے ہیں۔۳۴۶

عُ، اَوِ الْاِسْتِعَانَةُ :وَهُوَ اَن يُّضَمِّنَ النَّاظِمُ شِعْرَهُ شَيْئاً
رِطِی لَهُ تَوْطِئَةً حَسَنَةً تُلْحِمُهُ بِكَلَامِهٖ وَيَكُوْنُ بِبَيْتٍ

تَنَاشِدًا بَيْتًا رَوَوْهُ عَلٰى مُرُوْرِ الْاَعْصُرِ
شْتَرٰى فَسِوَاکَ بَائِعُهَا وَاَنْتَ الْمُشْتَرِى

لَدَ بَيْعِىْ اَضَاعُوْنِىْ وَاَىَّ فَتًى اَضَاعُوْا
ضَمَّنِ، مَالَمْ يَكُنْ مِنْ شِعْرٍ مَشْهُوْرٍ لَدَى الْاُدَبَاءِ،

ہ اس کے لئے ایک اچھی تمہید لائے جو اس کے کلام کو غیر
ی بیت کی بھی ہوتی ہے اور بعض کی بھی، جیسے کہ اس کا قول
اس شعر کو پڑھتا ہے جس کو لوگ ایک زمانے سے روایت

ں ہے یا خریدی جاتی ہے، تو آپ کے علاوہ اس کو بیچنے والا
وتے۔

ت یہ شعر پڑھوں گا، ان لوگوں نے مجھ کو ضائع کیا، کس

عر کو یا مصرعہ کو اس میں شامل کردے۔ جیسے کہ واذا تباع کریمة یہ
کے لئے پہلے ایاک مَن غدا' سے تمہید باندھی اور واذا تباع
ں کو تضمین' کہتے ہیں۔

جس شعر کو شامل کیا گیا ہے اس پر تنبیہ کرنا ضروری ہے جبکہ ادباء کے نزدیک وہ شعر مشہور نہ ہو۔۳۵۰

(۶)...... سَرَقَاتُ الْكَلَامِ:وَهِيَ اَنْ يَأخُذَ النَّاثِرُ وَالشَّاعِرُ مَعْنًى لِغَيْرِهٖ بِدُوْنِ تَغْيِيْرٍ، وَهُوَالنَّسْخُ وَالْاِنْتِحَالُ، كَقَوْلِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِالشَّاعِرِ مُنْتَحِلًا بَيْتَيْ مُعْنٍ،وَهُمَا

اِذَا اَنْتَ لَمْ تُنْصِفْ اَخَاكَ وَجَدتَّهٗ عَلٰى طَرَفِ الْهِجْرَانِ اِنْ كَانَ يَعْقِلُ

وَيَرْكَبُ حَدَّالسَّيْفِ مِنْ اَنْ تَضِيْمَهٗ اِذَالَمْ يَكُنْ عَنْ شَفْرَةِ السَّيْفِ مَزْحَلُ

سرقات کلام:۳۵۱ اوروہ یہ ہے کہ نثر نگار یا شاعر دوسرے کے معنی کو بغیر کسی تبدیلی کے لے لے، اس کو نسخ اور انتحال کہتے ہیں۔ جیسے کہ عبداللہ بن زبیر شاعر کا قول کہ انہوں نے معن کے دو بیت کو اپنی طرف منسوب کر کے کہا'۳۵۲ اوروہ دو بیت یہ ہیں:

اگر آپ اپنے بھائی کے ساتھ انصاف کا معاملہ نہیں کریں گے،تو اگر وہ عقلمند ہے تو آپ

اس شعر میں اضاعونی وای فتی اضاعوا کسی دوسرے شاعر کا مصرعہ ہے،اس مصرعہ پر سانشد عند بیعی کو تضمین کیا گیا ہے۔اس شعر میں صرف آخری مصرعہ پر تضمین کی گئی ہے۔اضاعونی کے بعد دوسرا مصرعہ اس طرح ہے:لیوم کریھۃ وسداد ثغری۔(علوم البلاغۃ ص ۳۳۵)

۳۵۰......ولا بد من التنبیه :جس شعر پر تضمین کی گئی ہو اس کے متعلق یہ بتلانا ضروری ہے کہ یہ دوسرے کا شعر ہے تاکہ لوگوں کو دھوکہ نہ ہو، ہاں اگر تضمین شدہ شعر مشہور ہے اور ادباء اور اس فن کے جاننے والے ماہرین اس کو جانتے ہیں تو اب اس کی وضاحت کرنا ضروری نہیں ہے،لوگ خود ہی سمجھ لیں گے کہ یہ دوسرے کا شعر ہے جس کی تضمین کی گئی ہے۔

۳۵۱......سرقات الکلام :سرقات کلام یہ ہے کہ نثر نگار یا شاعر دوسرے کے کلام کو لے کر بغیر کسی تبدیلی کے اپنی جانب منسوب کردے،اور یہ نہ بتائے کہ ''یہ دوسرے کا کلام ہے'' تو اس کو ''سرقات کلام کہتے ہیں''۔اوراسی کو نسخ اور انتحال بھی کہتے ہیں۔

۳۵۲......منتحلًا:مأخذ نحل ینحل ہے۔باب افتعال کا صیغہ ہے:غیر کے شعر کو اپنی طرف منسوب کرنا۔

ان کو جدائی کے کنارے پائیں گے۔۳۵۳

اور وہ تلوار کی دھار پر سوار ہو جائے گا، اس سے کہ آپ ان پر ظلم کریں جبکہ وہ تلوار کی دھار سے الگ ہونے کا کوئی راستہ نہیں پائے گا۔

اَوْ بِتَغْيِيْرٍ يَسِيْرٍ، كَاَنْ تُبَدَّلَ الْاَلْفَاظُ بِمَا يُرَادِفُهَا اَوْ بِمَا يُضَادُّهَا فِي الْمَعْنٰى، كَمَا لَوْ قِيْلَ فِيْ بَيْتِ حَسَّانٍ:

بِيْضُ الْوُجُوْهِ كَرِيْمَةٌ اَحْسَابُهُمْ   شَمُّ الْاُنُوْفِ مِنَ الطِّرَازِ الْاَوَّلِ

سُوْدُ الْوُجُوْهِ لَئِيْمَةٌ اَحْسَابُهُمْ   فُطْسُ الْاُنُوْفِ مِنَ الطِّرَازِ الْآخَرِ

یا تھوڑی سی تبدیلی کر کے (اپنی طرف منسوب کرے) ۳۵۴ اس طرح کہ الفاظ کو ان کے مرادف الفاظ سے بدل دیا جائے یا مبائن المعنی الفاظ سے۔ جیسا کہ حسان بن ثابت

۳۵۳......طرف الهجران: جدائی کے کنارہ پر۔ حد: کنارہ۔ حد السیف: تلوار کی دھار۔ تضیم ضام یضیم من ضرب یضرب: ظلم کرنا۔ شفرة: دھار۔ مزحل زحل یزحل سے اسم ظرف ہے: کنارہ ہونے کی جگہ، الگ ہونے کا راستہ۔

تشریح شعر: اگر آپ بھائی کے ساتھ انصاف کا معاملہ نہیں کریں گے تو وہ آپ کے مقابلہ پر آ جائے گا، اگر اس کو مرنے کے علاوہ کوئی راستہ نظر نہیں آئے گا تو وہ کٹ مرنے کے لئے بھی تیار ہو جائے گا۔

یہ دونوں شعر معن نام کے شاعر کے ہیں لیکن عبد اللہ بن زبیر نے ان کو اپنی طرف سے پڑھا اور اس کا اظہار نہیں کیا کہ یہ شاعر معن کا شعر ہے۔ اسی لئے اس کو نسخ اور انتحال کہتے ہیں۔

۳۵۴......تغییر یسیر: اشعار میں تھوڑی بہت تبدیلی اس طرح کی جائے کہ پہلے شعر میں جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان الفاظ کے مترادف الفاظ لے آئے یا معنی میں اس کے متضاد الفاظ لے آئے، پھر ان اشعار کو اپنی طرف منسوب کر دے۔ جیسے کہ مذکورہ بالا اشعار میں ہوا ہے۔ پہلے شعر میں بیض الوجوه کی جگہ پر سود الوجوه، اور کریمة احسابهم کی جگہ پر لئیمة احسابهم، اور شم الانوف کی جگہ فطس الانوف اور طراز الاول کی جگہ پر طراز الآخر کے الفاظ متضادہ لے آئے۔ گویا کہ متضاد الفاظ لا کر اشعار میں تبدیلی کی گئی ہے۔

(رضی اللہ عنہ) کے شعر میں کہا گیا:

سفید چہرے والے اچھے نسب والے اونچی ناک والے پہلے طرز کے آدمی ہیں۔۳۵۵

کالے چہرے والے، برے نسب والے، چپٹی ناک والے، بعد کے طرز کے آدمی ہیں۔

فَاِنْ اَخَذَ بَعْضَ اللَّفْظِ، وَكَانَ الْكَلَامُ الثَّانِيْ دُوْنَ الْاَوَّلِ اَوْ مُسَاوِيًا لَهُ، دُعِيَ اِغَارَةً وَ مَسْخًا، كَمَا قَالَ اَبُو الطَّيِّبِ الْمُتَنَبِّيْ فِيْ قَوْلِ اَبِيْ تَمَامٍ :

هَيْهَاتَ لَا يَأْتِي الزَّمَانُ بِمَثْلِهٖ　　اِنَّ الزَّمَانَ بِمِثْلِهٖ لَبَخِيْلُ

اَعْدَى الزَّمَانُ سَخَائَهُ فَسَخَا بِهٖ　　وَلَقَدْ يَكُوْنُ بِهِ الزَّمَانُ بَخِيْلًا

تو اگر لے جائے بعض الفاظ اور کلام ثانی پہلے سے کمتر ہوگیا یا اس کے برابر ہوگیا تو اغارہ اور مسخ کہتے ہیں۔جیسا کہ ابوالطیب متنبّی نے کہا ابی تمام کے قول میں:

دور کی بات ہے زمانہ اس قسم کے آدمی پیدا نہیں کرے گا، یقیناً زمانہ اس طرح کہ آدمی پیدا کرنے میں بخیل ہے۔۳۵۶

۳۵۵......شم الانوف:شم:من باب نصر :سونگھنا،تکبر کرنا۔شم الانوف :اونچی ناک والے۔سود الوجوہ: کالے چہرے والے مراد ہیں:فطس الانوف:چپٹی ناک والے۔

مذکورہ بالا اشعار کے پہلے شعر کے الفاظ کے مقابلہ میں دوسرے شعر میں متضاد الفاظ لائے گئے اور ان متضاد الفاظ کے ذریعہ دوسرے شعر میں تبدیلی کی گئی ہے۔اور اپنی طرف منسوب کرکے نسخ اور انتحال کیا ہے۔

۳۵۶......هيهيات لايأتي: دور ہوا۔اعدی یعدی اعداء: متعدی ہونا۔

تشریح شعر :اعدی الزمان : میرا ممدوح اتنا سخی ہے کہ زمانے کو بھی اس کی سخاوت کی چھوت (کی بیماری) لگ گئی ہے۔تو اس نے ممدوح کو سخاوت کردیا، حالانکہ زمانہ اس کی سخاوت کرنے میں بخیل تھا۔ اس شعر میں اعدی الزمان سخاؤہ پہلے شعر هيهات لايأتي الزمان کا چربہ ہے۔اس دوسرے شعر میں

زمانہ کو اس کی سخاوت کی چھوت لگ گئی تو زمانہ نے بھی اس کی سخاوت کر دی (یعنی پیدا کر دیا) اور زمانہ بلا شبہ اس کے ساتھ بخیل تھا۔

اَوْ يُؤْخَذُ الْمَعْنٰى وَحْدَهُ، وَيَكُوْنُ الثَّانِيْ دُوْنَ الْاَوَّلِ اَوْ مُسَاوِيًا لَهُ، وَهٰذَا يُسَمّٰى اِلْمَامًا وَسَلْخًا، كَقَوْلِ اَبِيْ تَمَامٍ:

وَالصَّبْرُ يُحْمَدُ فِي الْمَوَاطِنِ كُلِّهَا　　اِلَّا عَلَيْكَ فَاِنَّهُ لَا يُحْمَدُ

وَقَدْ كَانَ يُدْعٰى حَامِلُ الصَّبْرِ حَازِمًا　　فَاَصْبَحَ يُدْعٰى حَازِمًا حِيْنَ يَجْزَعُ

یا صرف معنیٰ لیا جائے اور کلام ثانی کلام اول سے کمتر (گھٹیا) یا اس کے مساوی ہو جائے، تو اس کا نام المام اور سلخ رکھا جاتا ہے۔ جیسے کہ ابی تمام کا قول: (بعض شعراء کے اس شعر پر)

اور صبر کی تعریف کی جاتی ہے ہر جگہ میں مگر آپ (کی وفات) پر، تو یقیناً اس کی تعریف نہیں کی جاتی ہے۔

اور حامل صبر کو عقلمند کہا جا رہا تھا، پھر ایسا ہوا کہ اس کو عقلمند کہنے لگے جو (آپ کے لئے) گریہ وزاری کرے۔ [۳۵۷]

پہلے شعر کا معنی لیا گیا ہے۔ البتہ دوسرا شعر پہلے شعر سے کم درجہ کا ہے۔ اس لئے کہ شاعر کو ماضی کا صیغہ لانا چاہئے تھا لیکن شعر کے وزن کے لئے مضارع کا صیغہ لایا گیا۔ اس لئے یہ اغارہ اور سلخ ہے۔

[۳۵۷]...... حازمًا: مستقل مزاج، عقلمند۔ جزع یجزع: گریہ وزاری کرنا، رونا۔

تشریح شعر: ہر جگہ صبر کرنے کی تعریف کی جاتی ہے لیکن ممدوح اتنا عظیم ہے کہ اس کے انتقال پر صبر کو اچھا نہیں سمجھا جاتا ہے۔ وہاں صبر ٹھیک نہیں ہے۔ وقد کان یدعی: ایک زمانے سے حامل صبر کو عقلمند اور مستقل مزاج کہا جاتا رہا ہے لیکن ممدوح آپ کی وجہ سے ایسا ہو گیا ہے آپ پر گریہ وزاری کرنے والے کو ہی عقلمند اور مستقل مزاج کہا جانے لگا ہے۔ اس شعر کے دوسرے شعر میں پہلے شعر کا معنی لیا گیا ہے اور دوسرا شعر پہلے شعر کا مساوی ہے اور اس کے اندر المام اور سلخ ہوا ہے۔ (وقد کان الخ یہ ابو تمام کا قول ہے)

خَاتِمَةٌ

فِیْ حُسْنِ الْاِبْتِدَاءِ وَالتَّخَلُّصِ وَالْاِنْتِهَاءِ

(خاتمہ) حسن ابتداء، حسن تخلص اور حسن انتہاء کے بارے میں ہے۔

(۱)......حُسْنُ الْاِبْتِدَاءِ :هُوَ اَنْ يُجْعَلَ اَوَّلُ الْكَلَامِ عَذْبَ اللَّفْظِ، حُسْنَ السَّبْكِ، صَحِيْحَ الْمَعْنٰى، كَقَوْلِهٖ:

طَلَعْتُمْ بُدُوْرًا فِيْ اَعَزِّ الْمَطَالِعِ　　　فَبَشَّرَنِيْ قَلْبِيْ بِسَعْدِ طَوَالِعِيْ

وَاِنْ كَانَ فِيْهِ اِشَارَةٌ لَطِيْفَةٌ اِلَى الْمَقْصُوْدِ اِزْدَادَ بِهَا حُسْنًا، وَسُمِّيَ بِبَرَاعَةِ الْاِسْتِهْلَالِ، كَقَوْلِهٖ فِي التَّهْنِئَةِ بِالشِّفَاءِ مِنْ مَرَضٍ:

اَلْمَجْدُ عُوْفِيَ اِذْ عُوْفِيْتَ وَالْكَرَمُ　　　وَزَالَ عَنْكَ اِلٰى اَعْدَائِكَ السُّقْمُ

حسن ابتدا ۳۵۸ اور وہ یہ ہے کہ اول کلام کو شیریں الفاظ، اچھی ساخت اور صحیح معنی سے شروع کیا جائے، جیسے اس کا قول:

آپ لوگ اونچے مطلع پر چودھویں کے چاند کی طرح طلوع ہوئے، تو میرے دل نے خوشخبری دی نیک فال کی۔ ۳۵۹

۳۵۸......حسن الابتداء: کلام میں حسن ابتدا یہ ہے کہ کلام کو شیریں الفاظ، اچھی ساخت، بلند خیالات اور صحیح معنی سے شروع کیا جائے۔ جیسے: طلعتم بدوراً الخ میں کلام کو کتنے اچھے، عمدہ اور بہترین الفاظ سے شروع کیا گیا ہے۔ اور کس خوبصورتی سے مخاطب کو اپنی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔

۳۵۹......اعز المطالع: اعز: باعزت اور پیاری چیز۔ اعز المطالع: مطلعوں میں اونچا مطلع۔ سعد طوالع: ستارہ کے طلوع ہونے سے نیک فالی اور بد فالی لینے کو سعد الطوالع کہتے ہیں۔

تشریح شعر: ممدوح کی تشریف آوری پر تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں: آپ کی آمد ایسی معلوم ہوتی ہے کہ علو مطلع پر چودھویں کا چاند طلوع ہوا ہو۔ اس لئے میرے دل نے نیک فالی کی خوشخبری دی۔

اور اگر اس میں مقصود کی طرف لطیف اشارہ ہو تو اس سے حسن میں اضافہ ہو جاتا ہے، اور اس کو براعت استہلال کہتے ہیں، ۳۶۰ جیسے مرض سے شفایابی پر مبارک بادی دیتے ہوئے شاعر کا قول:

جب آپ شفایاب ہوئے تو شرافت اور کرم بھی شفایاب ہو گئے، اور بیماری آپ سے زائل ہو کر آپ کے دشمن کی طرف چلی گئی۔ ۳۶۱

(۲)......**حُسْنُ التَّخَلُّصِ: هُوَ الْاِنْتِقَالُ مِمَّا افْتَتَحَ بِهِ الْكَلَامُ اِلَى الْغَرْضِ الْمَقْصُوْدِ بِرَابِطَةٍ تُجْعَلُ بَعْضُهُ آخِذًا بِرِقَابِ بَعْضٍ، كَقَوْلِهٖ:**

خَلِيْلَيَّ اِنِّيْ لَا اَرٰى غَيْرَ شَاعِرٍ فَكَمْ مِنْهُمُ الدَّعْوٰى وَمِنِّي الْقَصَائِدُ

فَلَا تَعْجَبَا اِنَّ السُّيُوْفَ كَثِيْرَةٌ وَلٰكِنْ سَيْفُ الدَّوْلَةِ الْيَوْمَ وَاحِدٌ

حسن تخلص: ۳۶۲ اور وہ یہ ہے کہ منتقل ہونا اس سے جس سے کلام کو شروع کیا گیا ہے مقصود کی غرض کی طرف ایسے رابطے کے ساتھ جو بعض کو بعض سے پیوستہ کر دے۔ جیسے اس کا (یعنی متنبّی کا) قول:

۳۶۰......براعت استہلال: شروع کلام میں مقصود کی طرف لطیف اشارہ کرنے کو براعت استہلال کہتے ہیں۔

۳۶۱......عوفی: فعل مجہول، مفاعلۃ سے، عافی یعافی معافاۃً۔ معاف کرنا، مرض سے شفایاب ہونا۔
تشریح شعر: آپ بیماری سے شفایاب ہوئے تو اب آپ خوب سخاوت اور کرم کا اظہار کریں گے۔ تو گویا کہ آپ کے مرض سے سخاوت بیمار ہو گئی تھی اور اب آپ کے شفا ہونے سے سخاوت بھی شفایاب ہو گئی ہے۔ اس میں شاعر نے اپنے مقصد کی طرف لطیف اشارہ کیا ہے کہ میں آپ کی سخاوت کا محتاج ہوں۔ یہی براعت استہلال ہے۔

۳۶۲......حسن تخلص کا مطلب یہ ہے کہ کلام کو آہستہ آہستہ اپنے مقصود کی طرف لے جایا جائے۔ اس طرح کہ پورا کلام ایک لڑی کی طرح معلوم ہو۔ اور کلام کہیں سے ٹوٹنے نہ پائے۔

اے میرے دونوں دوستوں' میں ایک کے سوا کسی کو شاعر نہیں سمجھتا، کیونکہ ان میں سے کتنے ہی لوگوں کے صرف دعوے ہیں اور میرے تو اچھے اچھے قصائد ہیں۔

آپ لوگ تعجب نہ کریں کہ تلواریں تو بہت ہیں، لیکن اس زمانے میں حکومت کی تلوار ایک ہی ہے۔۳۶۳

(۳)......حُسْنُ الْاِنْتِهَاءِ :هُوَ اَنْ يُجْعَلَ آخِرُ الْكَلَامِ عَذْبَ اللَّفْظِ حُسْنَ السَّبْکِ، صَحِيْحَ الْمَعْنٰى' تَامَّ الْفَائِدَةِ ، كَقَوْلِهٖ:

وَاَنْتَ جَدِيْرٌ اِذْ بَلَغْتُکَ بِالنَّدٰى وَاِنِّى بِمَا اَمَّلْتُ مِنْکَ جَدِيْرُ

فَاِنْ تُوْلِنِىْ مِنْکَ الْجَمِيْلُ فَاَهْلُهٗ وَاِلَّا فَـاِنِّـىْ عَـاذِرٌ وَشَكُوْرُ

وَاِذَا اشْتَـمَـلَ عَـلٰى مَايَشْعُرُ بِالْاِنْتِهَاءِ، اِزْدَادَ حُسْنًا وَيُسَمّٰى بِبَرَاعَةِ الْمَقْطَعِ، كَقَوْلِهٖ:

حَسُنَ اِبْتِدَائِى بِهٖ اَرْجُو التَّخَلُّصَ مِنْ نَارِ الْجَحِيْمِ وَهٰذَا حُسْن مُخْتَتَمِىْ

حسن انتہاء: اور وہ یہ ہے کہ اخیر کلام میں شیریں الفاظ' حسین ساخت اور صحیح معنی اور فائدے سے بھرپور کلام لایا جائے۔ جیسے اس کا (یعنی ابی نواس کا) قول:

جب کہ میں آپ کے پاس پہنچا تو آپ بخشش کرنے کے لائق ہیں، اور میں آپ سے جو کچھ امیدیں باندھوں' میں ان کے لائق ہوں۔۳۶۴

۳۶۳......سیف الدولۃ: اپنے زمانہ کا بادشاہ ہے۔ اور متنبّی کا ممدوح ہے۔
اس شعر میں متنبّی نے اپنی تعریف کی اور دوسروں کی ہجو کی، اس طرح کہ میرے علاوہ کوئی شاعر نہیں۔ پھر بڑے لطیف انداز میں اپنے مقصد کی طرف آئے ہیں، اور کلام کو پہلے ہی قالب میں ڈھال کر کہا کہ: اسی طرح سیوف بہت ہیں لیکن سیف الدولہ صرف ایک ہی ہے۔ اسی حسن اسلوبی سے مقصد کی طرف منتقل ہونے کو ''حسن تخلص'' کہتے ہیں۔

۳۶۴......جدیر: لائق۔ بالندی: یہ جدیر کے متعلق ہے۔ ندی: تری، بخشش، نرمی اور شبنم۔ املت: امل

تو اگر آپ مجھے اپنے احسان کا مالک بنائیں تو آپ اس کے اہل ہیں۔اور اگر نہ دیں تو میں آپ کو معذور سمجھنے والا اور مشکور ہوں۔

اور جب کلام ایسے الفاظ پر شامل ہو جو اتمام کی خبر دیتے ہوں تو اس کا حسن دوبالا ہو جائے گا،اور اس کو براعت مقطع کہتے ہیں۔۳۶۵ جیسے کہ اس کا قول:

میں اپنی حسین ابتداء سے نار جہنم سے چھٹکارا چاہتا ہوں اور یہ میرا احسن اختتام ہے۔۳۶۶

اَسْئِلَۃٌ

(۱):اُذْکُرْ اَنْوَاعَ الْمُحَسَّنَاتِ اللَّفْظِیَّۃِ ؟(۲):مَاھُوَ الْجَنَاسُ؟(۳):مَاالْفَرْقُ بَیْنَ الْجَنَاسِ التَّامِّ وَغَیْرِ التَّامِّ؟(۴):مَاھُوَ السَّجْعُ؟(۵):مَاھُوَ الْاِقْتِبَاسُ؟(۶):مَاھُوَ حُسْنُ الْاِبْتِدَاءِ؟(۷):مَاھُوَ حُسْنُ الْاِنْتِھَاءِ؟(۸):مَاالْفَرْقُ بَیْنَ بَرَاعَتِیَ الْاِسْتِھْلَالِ وَ الْمَقْطَعِ؟

(۱)......محسنات لفظیہ کے اقسام بیان کریں؟(۲)......جناس کی تعریف کریں؟ (۳)......جناس تام اور جناس غیر تام میں کیا فرق ہے؟(۴)......سجع کس کو کہتے ہیں؟ (۵)......اقتباس کی تعریف کریں؟(۶)......حسن ابتداء کی تعریف کریں؟(۷)......حسن انتہاء کیا ہے؟(۸)......براعت استہلال اور براعت مقطع کے مابین کیا فرق ہے؟

سے امید رکھوں۔الجمیل :خوبصورت۔احسان کی چیز۔شکور فعول کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے بمعنی: بہت شکر گزار۔

اس شعر میں اپنا مدعی بیان کرنے کے بعد''فانی عاذر و شکور'' کہہ کر کلام کو ختم کیا جارہا ہے،جو حسن اسلوبی اور شیریں کلامی پر مشتمل ہے۔اور یہ حسن انتہاء ہے۔

۳۶۵......براعۃ المقطع: کلام کے آخر میں کوئی ایسا لفظ ہو جو کلام کے انتہاء ہونے پر مشیر ہو تو اس کو براعت مقطع کہتے ہیں۔جیسے اردو میں فقط والسلام ہوتا ہے۔

۳۶۶......حسن مختتمی: یہ لفظ وضاحت کے ساتھ بتلا رہا ہے کہ اب کلام ختم ہو رہا ہے۔اس لئے یہ براعت مقطع ہے۔

بَیِّنْ اَنْوَاعَ الْمُحَسَّنَاتِ فِیْمَا یَأْتِیْ

اِنْ جِئْتَ سِلْعًا فَسَلْ عَنْ جِیْرَۃِ الْعَلَمِ (۱) وَقُلْ سَلَامٌ عَلٰی عَرَبٍ بِذِیْ سَلَمٍ

یُرِیْکَ یَسَارُھَا اَوْ فِیْ یَسَارٍ (۲) وَبِالْیُمْنٰی تَنَالُ نَدًی وَ یُمْنًا

عَضَّنَا الدَّھْرُ بِنَابِہٖ (۳) لَیْتَ مَا حَلَّ بِنَابِہٖ

کُلُّ مَنْ مَالَ اِلَیْہِ " خَامِلٌ لَیْسَ بِنَا بِہٖ

فَنَحْنُ فِیْ جَذْلٍ وَالرُّوْمُ فِیْ وَجَلٍ (۴) وَالْبَرُّ فِیْ شُغْلٍ وَالْبَحْرُ فِیْ خَجَلٍ

قَالُوْا الْحُمَیَّا شَرَابٌ (۵) لِلْاِنْسِ وَالْبَسْطِ جَاءَ تْ

فَقُلْتُ رَدًّا عَلَیْہِمْ " بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَاءَ تْ

نَثَرَتْ عُقُوْدَ سَمَائِھَا الْاَنْدَاءُ (۶) بِیَدِ النَّسِیْمِ فَلِلثَّرٰی اِثْرَاءُ

اَلسَّیْفُ اَصْدَقُ اِنْبَاءً مِنَ الْکُتُبِ (۷) فِیْ حَدِّہِ الْحَدُّ بَیْنَ الْجِدِّ وَاللَّعِبِ

حُکْمُ الْمَنِیَّۃِ فِی الْبَرِیَّۃِ جَارٍ (۸) مَاھٰذِہِ الدُّنْیَا بِدَارِ قَرَارٍ

قَدْ شَرَّفَ اللّٰہُ اَرْضًا اَنْتَ سَاکِنُھَا (۹) وَشَرَّفَ النَّاسُ اِذْ سَوَّاکَ اِنْسَانًا

مندرجہ ذیل اشعار میں محسنات لفظیہ کے اقسام بیان کریں

(۱)......اگر آپ کا سلع پہاڑ کے پاس جانا ہوتو پہاڑ کے پڑوسیوں کے متعلق معلوم کرنا اور مقام ذی سلم کے عربوں کو سلام کہنا۔[۳۶۷]

(۲)......محبوبہ کا بایاں ہاتھ آپ کو بھر پور مالداری دکھلاتا ہے اور دائیں ہاتھ سے آپ

---

[۳۶۷]......سلعًا: مدینہ منورہ میں مشہور پہاڑ کا نام سلع ہے۔عَلَم: پہاڑ۔جیرۃ العلم: پہاڑ کے پڑوسی۔ پہاڑ کی وادی میں رہنے والے لوگ۔ذی سلم: یہ عرب کے ایک مقام کا نام ہے۔اس شعر میں علَم اور سَلَم کے مابین جناس ناقص ہے۔

سخاوت و برکت پائیں گے۔۳۶۸

(۳)......ہم کو زمانے نے اپنے دانتوں سے کاٹا، کاش کہ جو مصیبت ہم پر نازل ہوئی وہ اس (زمانہ) پر نازل ہوتی۔۳۶۹

ہر وہ آدمی جو اس کی طرف مائل ہوا وہ کمینہ ہے عقلمند نہیں ہے۔

(۴)......ہم خوشی میں ہیں اور اہل روم خوف میں ہیں، اور اہل ارض مشغولیت میں اور اہل بحر شرمندگی میں ہیں۔۳۷۰

(۵)......لوگوں نے کہا حمیا ایسی شراب ہے جو انسیت اور فرحت کے لئے آئی ہے۔۳۷۱

تو میں نے اس پر رد کرتے ہوئے کہا: یہ شراب بری ہے اور قبیح ہے۔

(۶)......شبنم نے اپنے آسمان کے ہاروں کو باد نسیم کے ساتھ بکھیر دیا تو ترمٹی کے لئے تری ہے۔۳۷۲

۳۶۸......یسار: بایاں ہاتھ، اور دوسرا یسار: یسر سے مشتق ہے: بمعنی مالداری، خوشحالی۔اوفی: اسم تفضیل کا صیغہ ہے: بمعنی پورا کرنا۔یمنی: دایاں ہاتھ۔اور دوسرے یمنیٰ کا معنی ہے: برکت۔اس شعر میں یسار اور یسار اور اسی طرح یمنیٰ اور یمنیٰ میں 'جناس تام' ہے۔

۳۶۹......عض: دانت سے کاٹنا۔ناب: دانت۔بنابہ: اس میں بنا الگ ہے اور بہ الگ ہے۔بنا: ہمارے ساتھ۔خامل: کمینہ، گمنام۔نابہ: نبہ سے اسم فاعل کا صیغہ: عقلمند۔اس شعر میں نابہ اور نابہ میں جناس تام ہے۔

۳۷۰......جذل: خوشی۔وجل: خوف۔خجل: شرمندگی۔اس شعر میں جذل، وجل اور خجل میں جناس ناقص ہے۔

۳۷۱......البسط: فرحت، کشادگی۔الحمیا: ایک قسم کی شراب کا نام ہے۔
اس شعر میں بئس الشراب وساء ت قرآن مجید کی آیت ہے۔جس کو شاعر نے اپنے کلام میں شامل کیا ہے۔اس لئے اس میں اقتباس ہے۔

۳۷۲......نشر ینشر نشرًا: ن: پھیلانا، بکھیرنا۔عقود: عِقد کی جمع ہے بمعنی ہار۔انداء: جمع ہے ندی کی بمعنی

(۷)......تلوار کتابوں سے زیادہ سچی خبر دینے والی ہے، اس کی دھار میں حقیقت اور مذاق کے درمیان حد فاصل ہے۔ ۳۷۳

(۸)......موت کا حکم مخلوق میں جاری ہے، یہ دنیا دار قرار نہیں ہے۔ ۳۷۴

(۹)......اللہ نے اس زمین کو شرف بخشا' جس میں آپ قیام پذیر ہیں اور آپ کو انسان بنا کر انسانوں کو شرف بخشا۔ ۳۷۵

شبنم۔نسیم : صبح کی نرم ہوا۔ثری :نرم مٹی۔اثراء: یہاں مصدر استعمال ہوا ہے: تری، نمی۔

تشریح شعر: آسمان سے شبنم بہت گری ہے، جس کی وجہ سے مٹی تر ہوگئی، اس کو شاعر عجیب انداز میں بیان کرتا ہے کہ شبنم نے آسمان کے ہاروں کو بادنسیم کے ذریعہ بکھیر دیا یہاں تک کہ مٹی تر ہوگئی۔اس شعر میں ثری اور اثراء کے مابین جناس ناقص ہے۔

۳۷۳......حد: دھار۔حد: حد فاصل۔

تشریح شعر: تلوار بسا اوقات کتابوں سے بھی زیادہ صحیح فیصلہ کرتی ہے۔اور اس کی دھار حق اور باطل کے درمیان حد فاصل ہے۔اس شعر میں حد اور حد کے درمیان جناس تام ہے۔

اور جد اور حد کے درمیان جناس ناقص ہے۔ف

۳۷۴......منیة: موت۔بریة: مخلوق۔

اس شعر میں ''ما ھٰذہ الدنیا بدار قرار'': قرآن مجید کی آیت ہے۔جس کو وزن شعری کی وجہ سے بدل کر شعر میں شامل کر لیا گیا ہے۔اس لئے اس میں عقد ہے۔

آیت اس طرح ہے: ﴿یٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا مَتَاعٌ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِیَ دَارُ الْقَرَارِ﴾

(المؤمن ۳۹) ف

۳۷۵......سوّاک: باب تفعیل سے: برابر کرنا، بنانا۔

تشریح شعر: اگر یہ شعر حضور ﷺ کے بارے میں ہے تب تو ٹھیک ہے۔لیکن اگر کسی عامی کی تعریف میں ہے تو معاذ اللہ! اس میں مبالغہ ہے۔

(حسن مقطع کی مثال ہے۔متنبّی کے قصیدے کا آخری شعر ہے۔ف)

تَنۡبِیۡهَاتٌ

اَوَّلًا: اِعۡلَمۡ اَنَّ اَنۡوَاعَ الۡبَدِیۡعِ تَبۡلُغُ نَحۡوَ مِائَةً وَّخَمۡسِیۡنَ نَوۡعًا، وَقَدۡ مَرَّ الۡكَلَامُ عَلٰی كَثِیۡرٍ مِّنۡهَا فِیۡ تَضَاعِیۡفِ الۡكِتَابِ، فِیۡ غَیۡرِ بَابِهَا، فَاِنَّ اَنۡوَاعَ الۡاِطۡنَابِ مَثَلًا، وَالۡاِیۡجَازَ، وَالتَّشۡبِیۡهَ، وَالۡاِسۡتِعَارَةَ، وَالۡكِنَایَةَ، وَضُرُوۡبَهَا تُعَدُّ مِنَ الۡمُحَسَّنَاتِ الۡبَدِیۡعِیَّةِ،

پہلی تنبیہ: آپ یقین کریں کہ بدیع کے اقسام ڈیڑھ سو تک پہنچتی ہیں، اوران میں سے بہت سی (اقسام) پر کتاب کے اندر اپنے باب کے علاوہ میں بحث ہو چکی ہے، [۳۷۶] مثلا: اطناب، ایجاز، تشبیہ، استعارہ اور کنایہ اوران کی اقسام محسنات بدیعیہ میں شمار کی جاتی ہیں۔

ثَانِیًا: اِنَّ كَثِیۡرًا مِنَ الۡاَشۡكَالِ الۡبَدِیۡعِیَّةِ مُتَشَابِهَةً لَایَكَادُ یَلۡحَظُ الۡفَرۡقَ بَیۡنَهَا، وَقَدۡ اُشِیۡرَ اِلَی الۡبَعۡضِ فِیۡ مَوَاضِعِهٖ، وَاُهۡمِلَ الۡبَعۡضُ الۡآخَرُ لِنُدُوۡرِ وُقُوۡعِهٖ فِی الۡكَلَامِ،

دوسری تنبیہ: بدیع کی بہت سی شکلیں آپس میں متشابہ ہیں۔ ان کے اندر فرق کرنا مشکل ہے۔ جیسا کہ بعض کی طرف اس کے مقام میں اشارہ کر دیا گیا ہے۔ اور کلام میں بہت کم واقع ہونے کی وجہ سے بعض دوسروں کو چھوڑ بھی دیا گیا ہے۔

ثَالِثًا: اِنَّ بَعۡضَ الۡمُحَسَّنَاتِ لَایُسۡتَعۡمَلُ اِلَّا فِی الشِّعۡرِ، وَالۡبَعۡضَ الۡآخَرَ نَادِرٌ اَوۡ هُوَ صَنَاعَةٌ لَفۡظِیَّةٌ لَا كَبِیۡرَ اَمۡرٍ وَرَائَهَا، وَلَا تُوۡرِثُ الۡمَعۡنٰی بَهۡجَةً وَ رَوۡنَقًا، فَلِذٰلِكَ اُهۡمِلَ ذِكۡرُهَا تَمَامًا، اِلَّا اَنَّهٗ تَتۡمِیۡمًا لِلۡفَائِدَةِ نَذۡكُرُ بَعۡضَهَا هُنَا اِرۡضَاءً لِطَالِبِی

---

[۳۷۶]..... قدمر الکلام: بدیع کی بہت سی قسمیں ہیں، جن میں سے بہت سی قسمیں اپنے باب کے علاوہ میں اس کتاب میں گذر چکی ہیں، مثلا: اطناب، ایجاز وغیرہ محسنات بدیعیہ کی قسمیں، لیکن اس کا ذکر معانی میں آجاتا ہے۔

التَّوَسُّعِ، فَمِنْ هٰذِهِ الْاَنْوَاعِ:

تیسری تنبیہ: ۳۷۷ بعض محسنات صرف شعر میں استعمال ہوتی ہیں۔اور بعض دوسری شاذ ونادر ہیں یا وہ صناعت لفظی ہیں۔جن کے پیچھے کوئی بڑی بات نہیں ہے۔اور نہ تو وہ معنی میں تازگی پیدا کرتی ہیں اور نہ تو رونق پیدا کرتی ہیں،اس لئے اس کی بحث کو بالکل ہی چھوڑ دیا گیا ہے۔ہاں فائدے کے اتمام کی خاطر طالب توسع کو راضی کرنے کے لئے بعض محسنات کا تذکرہ یہاں کیا جارہا ہے۔ان اقسام میں سے کچھ یہ ہیں:

(ا)......تَشَابُهُ الْاَطْرَافِ: وَهُوَ ضَرْبٌ مِنَ التَّكْرَارِ يَقُوْمُ بِاَنْ يَذْكُرَ النَّاظِمُ لَفْظَةَ الْقَافِيَةِ فِيْ اَوَّلِ بَيْتٍ يَلِيْهَا، كَقَوْلِهٖ:

اِذَا نَزَلَ الْحَجَّاجُ اَرْضًا مَرِيْضَةً　　تَتَبَّعَ اَقْصٰى دَائِهَا فَشَفَاهَا

شَفَاهَا مِنَ الدَّاءِ الْعُضَالِ الَّذِیْ بِهَا　　هُمَامٌ اِذَا هَزَّ الْقَنَاةَ فَسَقَا

تشابہ الاطراف: ۳۷۸ وہ ایک قسم کا تکرار ہے۔اور وہ یہ ہے کہ شاعر پہلے شعر کے قافیہ سے اگلے شعر کو شروع کرے۔جیسے کہ اس کا قول:

حجاج جب کسی مریض زمین میں قیام کرتا ہے،تو اس کی تمام بیماریوں کو تلاش کر کے ختم

۳۷۷......ثالثا: تیسری تنبیہ کا حاصل یہ ہے کہ کچھ محسنات ایسی ہیں کہ وہ صرف شعر میں استعمال ہوتی ہیں، کچھ محسنات بہت نادر ہیں، کچھ صرف لفظی خوبصورتی پیدا کرتی ہیں،جن کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے،اس لئے ان کو چھوڑ دیا جاتا ہے،البتہ توسع کے طالب کو راضی کرنے کے لئے ان میں سے بعض کا تذکرہ یہاں کئے دیتے ہیں۔

۳۷۸......تشابہ الاطراف: تشابہ الاطراف کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جس لفظ پر شعر کو ختم کیا گیا ہے،اسی لفظ سے دوسرے شعر کو شروع کیا جائے،تا کہ پہلے شعر کا آخری لفظ اور دوسرے شعر کا پہلا لفظ ایک جیسا ہو جائے۔اور دنوں کے اطراف ایک ہو جائیں۔

کردیتا ہے۔[۳۷۹]

وہاں کی لاعلاج بیماری سے شفا دیتا ہے، وہ ایسا سردار ہے کہ جب وہ نیزے کو حرکت دیتا ہے تو اس کو سیراب کرتا ہے۔

(۲)......اَلتَّشْرِيْعُ' اَوْ ذُو الْقَافِيَتَيْنِ: هُوَ اَنْ يَبْنِيَ الشَّاعِرُ بَيْتَهُ عَلٰى قَافِيَتَيْنِ ، بِحَيْثُ اِذَا اَسْقَطَ بَعْضَهُ كَانَ الْبَاقِيْ شِعْرًا مُفِيْدًا، كَقَوْلِهٖ:

لَايُعْرَفُ الشَّوْقُ اِلَّا مَنْ يُكَابِدُهٗ وَلَا الصَّبَابَةَ اِلَّا مَنْ يُعَانِيْهَا

فَلَوْ اُرِيْدَ الْوُقُوْفُ عَلٰى ''اِلَّا'' بَعْدَ الشَّوْقِ وَالصَّبَابَةِ لَاسْتَقَامَ الْمَعْنٰى وَالْوَزْنُ، نَحْوُ:

لَايُعْرَفُ الشَّوْقُ اِلَّا...... وَلَا الصَّبَابَةَ اِلَّا ....

وَفِي الْبَيْتِ عِلَاوَةٌ عَلَى التَّشْرِيْعِ الْاِكْتِفَاءُ ، وَهُوَ اَنْ يَحْذِفَ الْاَدِيْبُ شَيْئًا مِنْ كَلَامِهٖ ، يَسْتَغْنِيْ عَنْ ذِكْرِهٖ بِدَلَالَةِ الْعَقْلِ،

---

[۳۷۹]......ارضا مريضة: مریض زمین' سے مراد ہے: جس زمین کے لوگ حجاج سے منافقت کرنے کے مرض میں مبتلا ہوں۔ الداء العضال :لاعلاج بیماری۔ عضال: دشوار کام، سخت کام۔ همام: سردار۔ قناة : نیزہ، چھوٹی نہر۔ سقاها: سیراب کیا اس کو۔ یعنی جب نیزہ کو ہلایا تو اس سے ضرور کسی کو قتل کیا تو گویا کہ نیزہ کو کسی کے خون سے ضرور سیراب کیا۔

تشریح شعر: حجاج جب کسی ایسی زمین میں قیام کرتا ہے جہاں منافقت کا مرض ہو تو اس کی پوری کھوج کرید کرتا ہے اور اس کے تمام منافقین کو قتل کر کے صفایا کردیتا ہے، گویا کہ اس کی تمام بیماریوں کا علاج کردیتا ہے۔ اور وہ ایسا سردار ہے کہ جب کبھی وہ نیزہ ہلاتا ہے تو ضرور وہ کسی نہ کسی کو قتل کرتا ہے۔ اور اس کے خون سے نیزہ کو سیراب کرتا ہے۔

اس شعر میں: پہلے شعر کے آخر میں شفاھا تھا، اسی شفاھا کے ذریعہ دوسرے شعر کو یعنی شفاھا سے شروع کیا۔ اور یہی ہے ''تشابہ الاطراف'' جو ان دونوں شعروں میں موجود ہے۔

تشریع یا ذوالقافیتین: ۳۸۰؎ اور وہ یہ ہے کہ شاعر اپنے شعر کو دو قافیوں پر ڈھالے اس طرح کہ اگر اس کا بعض حصہ ساقط کر دیا جائے تو باقی حصہ بھی مفید شعر باقی رہے گا۔ جیسے کہ اس کا قول:

نہیں پہچانتا ہے شوق کی حقیقت کو، مگر وہ جو اس کی مشقت کو برداشت کرتا ہے اور نہ عشق کی حقیقت کو مگر وہ جو اس میں مبتلا ہوتا ہے۔ ۳۸۱؎

تو اگر کوئی ٹھہرنا چاہے الا پر جو الشوق اور الصبابۃ کے بعد ہے تو معنی اور وزن درست رہیں گے۔ جیسے کہ مذکورہ مثال:

نہیں پہچانتا ہے شوق کی حقیقت کو، مگر اور نہ عشق کی حقیقت کو مگر

اور شعر میں تشریع کے علاوہ اکتفاء بھی ہے۔ ۳۸۲؎ اور اکتفاء یہ ہے کہ ادیب حذف

۳۸۰؎......التشریع: تشریع اور ذوقافیتین: اور وہ یہ ہے کہ شاعر اپنے شعر کو دو قافیوں پر ڈھالے، اس طرح کہ اس کا بعض حصہ ساقط کر دیا جائے تب بھی باقی حصہ مفید شعر بنا رہے۔ جیسے: لایعرف الا الشوق الا من یکابدہ، پر میں سے اگر ''من یکابدہ'' کو حذف کر دیا جائے اور ''لایعرف الا'' پر شعر رکھ دیا جائے تب بھی پورا شعر بن جائے گا۔

۳۸۱؎......یکابد: کسی چیز کی مشقت برداشت کرنا۔ الصبابۃ: عشق و محبت۔ یعانی: کسی چیز کی مشقت برداشت کرنا۔ کسی چیز میں پڑنا۔

اس شعر کے پہلے مصرعہ میں من یکابدہ اور دوسرے مصرعہ میں من یعانیھا کو بھی حذف کر دیا جائے تب بھی شعر مکمل اور ٹھیک رہے گا۔ گویا کہ یہ شعر دو قافیہ والا تھا۔ جس میں سے ایک کو حذف کرنے کے بعد بھی شعر ٹھیک رہا۔

۳۸۲؎......الاکتفاء: اور اکتفاء کا مطلب یہ ہے کہ ادیب اپنے کلام میں کچھ حذف کر دے، تب بھی دلالت حال سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہاں یہ لفظ یا یہ جملہ محذوف ہے۔ اور اسی کو اکتفاء کہتے ہیں۔ اس مذکورہ شعر میں من یکابدہ' پر دلالت کرنے والا لفظ موجود ہے اس لئے اس شعر میں اکتفاء بھی ہے۔

کرے اپنے کلام کا کچھ حصہ اس طرح سے کہ دلالت عقل سے وہ سمجھ میں آجاتا ہے۔

(۳)......اَلْعُکْسُ: وَھُوَ اَنْ یَأْتِیَ الْمُتَکَلِّمُ بِکَلَامٍ ثُمَّ یُعَکِّسُهُ فَیُقَدِّمَ مَا اَخَّرَ، وَیُؤَخِّرُ مَاقَدَّمَ، نَحْوُ ''کَلَامُ الْمُلُوْکِ مُلُوْکُ الْکَلَامِ' وَعَادَاتُ السَّادَاتِ سَادَاتُ الْعَادَاتِ'' وَکَقَوْلِهٖ:

رَقَّ الزُّجَاجُ وَرَاقَّتِ الْخَمَرُ فَتَشَابَهَا فَتَشَاکَلَ الْاَمْرُ

فَکَاَنَّمَا خَمْرٌ وَلَا قَدْحٌ وَکَاَنَّمَا قَدْحٌ وَلَا خَمْرٌ

عکس: اور وہ یہ ہے کہ متکلم کوئی کلام پیش کرے، پھر اس کو الٹا کردے جو بعد میں تھا اس کو مقدم کردے اور جو مقدم تھا اس کو مؤخر کردے۔ جیسے ''بادشاہوں کا کلام' کلام کا بادشاہ ہوتا ہے' سادات کی عادات عادتوں کی سردار ہوتی ہیں''۔

اور اس کا قول

شیشہ بھی صاف ہوا، اور شراب بھی صاف ہوئی۔ تو دونوں مشابہ ہوگئے تو معاملہ بھی مشتبہ ہوگیا۔ [۳۸۳]

تو ایسا لگتا ہے کہ گویا کہ شراب ہے اور پیالہ نہیں ہے، اور ایسا لگتا ہے کہ گویا پیالہ ہے شراب نہیں ہے۔

(۴)...... اَلتَّرْدِیْدُ: ھُوَاَن یُذْکَرَ النَّاظِمُ اَوِالْاَدِیْبُ فِیْ کَلَامِهٖ لَفْظَةً فَیُعِیْدُھَا بِعَیْنِھَا مَعَ مُتَعَلِّقٍ آخَرَ تُفِیْدُ بِهٖ مَعْنًی زَائِدًا، وَھٰذَا النَّوْعُ یَشْبَهُ التَّکْرَارَ وَالتَّعَطُّفَ، نَحْوُ:

۳۸۳......فکانما خمر: اس شعر میں ''عکس'' ہے۔ کیونکہ خمر' کی جگہ قدح' رکھ دیا، اور قدح' کی جگہ پر خمر' رکھ دیا گیا۔

تشریح شعر: اس شعر میں شیشہ اور خمر کی صفائی بیان کی گئی ہے کہ وہ اتنا صاف ہے کہ ایک دوسرے میں تمیز نہیں ہوتی ہے۔

اَبْدَی الْبَدِیْعُ لَهُ الْوَصْفَ الْبَدِیْعَ وَفِیْ نَظْمِ الْبَدِیْعِ حَلَا تَرْدِیْدُهُ بِفَمِیْ

تردید:۳۸۴ اوروہ یہ ہے کہ ناظم یا کاتب اپنے کلام میں کوئی لفظ لائے۔ پھر بعینہ اسی لفظ کو دوسرے متعلق کے ساتھ لوٹائے جوزائد معنی کا فائدہ دے۔:اوراس قسم کی تردید' تکرار اور تعطف کے مشابہ ہے۔جیسے کہ اس کا قول:

اس کے انوکھے قصیدے نے انوکھے وصف کو بیان کیا اور بدیع (فن بدیع) کی نظم میں میرے منہ سے اس کا لوٹانا شیریں ہوا۔۳۸۵

(۵)......اَلتَّکْرَارُ اَوِ التَّکْرِیْرُ:وَقَدْ مَرَّ ذِکْرُهُ ، وَهُوَ اَنْ یُذْکَرَ النَّاظِمُ اَوِ الْکَاتِبُ لَفْظَةً ثُمَّ یُعِیْدُهَا لِتَقْرِیْرِ الْمَعْنٰی فِیْ ذِهْنِ السَّامِعِ ، سَوَاءٌ کَانَتِ اللَّفْظَةُ مَوْصُوْلَةً بِاُخْتِهَا اَوْ مَفْصُوْلَةً ، کَقَوْلِه :

حَتّٰی مَتٰی یَا صَاحِبِیْ لَا تَرْعَوِیْ حَتّٰی مَتٰی حَتّٰی مَتٰی وَاِلٰی مَتٰی

تکرار یا تکریر:۳۸۶ اس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔اوروہ یہ ہے کہ ناظم یا کاتب ایک

۳۸۴......التـردید: تردید کا مطلب یہ ہے کہ ادیب اپنے کلام میں ایک لفاظ لائے ، پھر اسی متعلق کے ساتھ یا پھر دوسرے متعلق کے ساتھ دوبارہ اسی لفظ کو لائے تو اس سے مزید معنی کا فائدہ ہوتا ہے، جیسے مذکورہ مثال میں ''بدیع'' کو تین مرتبہ الگ الگ متعلقات کے ساتھ لایا گیا ہے اور تینوں مرتبہ الگ الگ معنی مراد لئے گئے ہیں۔اوراسی کو تردید کہتے ہیں۔

۳۸۵......ابدی البدیع :علم بدیع ،انوکھی صفت۔حـلا :حلا یحلو : سے میٹھا ہونا، شیریں ہونا۔تردیده بفمي:منہ سے لوٹانا، یاکسی لفظ کو بار بار پڑھنا، یہاں کسی لفظ کو بار بار پڑھنے' کے معنی میں استعمال ہوا ہے تشریح شعر:علم البدیع جاننے والے نے اپنے اشعار میں عجیب وصف بدیع کو ظاہر کیا،اس سے متأثر ہو کر اس انوکھے شعر کو میں نے بار بار اپنے منہ سے دہرایا،جس کی وجہ سے مجھے عجیب لذت محسوس ہوئی۔

۳۸۶......التکرار :تکرار کا وہی مفہوم ہے جو تردید کا ہے۔صرف اتنا فرق ہے کہ تکرار میں کسی لفظ کو بار بار اس لئے لایا جاتا ہے کہ اس کو سامع کے ذہن میں جمایا جائے۔جیسے کہ شعر میں حتی متی ہے اس کو یعنی حتی

لفظ ذکر کرے، پھر سامع کے ذہن میں اس معنی کو بٹھانے کے لئے دوبارہ اس کو ذکر کرے، چاہے وہ لفظ اپنے پہلے متعلق کے ساتھ آئے یا اس سے جدا ہو کر آئے۔ جیسے کہ اس کا قول:

اے میرے ساتھی، کب تک (جہالت سے) باز نہیں آئے گا، کب تک، کب تک اور کب تک نہیں آئے گا۔

(۶)......مَالَا يَسْتَحِيْلُ بِالْاِنْعِكَاسِ: وَهُوَ اَنْ يَأْتِيَ الْمُتَكَلِّمُ بِكَلَامٍ لَوْ عَكَسَهُ، لَكَانَ عَكْسُهُ كَطَرْدِهٖ، وَهٰذَا النَّوْعُ لَايُعَدُّ مِنَ الْمَحَاسِنِ اِلَّا اِذَا بَرِئَ مِنَ التَّكَلُّفِ وَالْعِقَادَةِ، وَقَدْ يَكُوْنُ فِي النَّثْرِ وَالنَّظْمِ، نَحْوُ "اَرَانَا الْاِلٰهُ هِلَالاً اَنَاراً" اَوْ كَقَوْلِهٖ:

مَوَدَّتُهُ تَدُوْمُ لِكُلِّ هَوْلٍ　　　وَهَلْ كُلُّ مَوَدَّتِهٖ تَدُوْمُ

مالا یستحیل بالانعکاس: ۳۸۷؁ اور وہ یہ ہے کہ متکلم ایسا کلام پیش کرے کہ اگر اس کا الٹا کر دیا جائے تو اس کا الٹا بھی سیدھے کی طرح بن جائے۔ یہ قسم اس وقت تک محاسن میں شمار نہیں ہوگی جب تک کہ تکلف اور گنجلک سے بری نہ ہو۔ یہ قسم کبھی نثر میں بھی ہوتی ہے اور کبھی نظم میں بھی ہوتی ہے۔ جیسے ہم کو اللہ نے چمکتا ہوا چاند دکھلایا۔

اس ممدوح کی محبت ہمیشہ رہتی ہے ہر مصیبت کے لئے اور کیا ہر ایک کی محبت ہمیشہ رہتی ہے۔ ۳۸۸؁

متی کو بار بار لا گیا تا کہ سامع کے ذہن میں جہالت کی برائی بٹھائی جائے۔ ترعوی افعلال سے ہے ارعوی یرعوی ارعواء: جہالت سے باز آجانا، رک جانا۔

۳۸۷؁......مالا یستحیل بالانعکاس: یعنی ایسا کلام لائے کہ اگر اس کلام کو الٹ دیا جائے تو پہلے کلام کی طرح ہو جائے، اور اس کے لانے میں اگر تکلف سے کام لیا جائے تو وہ محاسن میں شمار نہیں ہوگا۔ ہاں! اگر بے تکلف لایا جائے اور اس کے لانے میں گنجلک بھی نہ ہو تو وہ محاسن میں شمار ہوگا۔ جیسے نثر میں اس کی مثال: "انار الالہ ھلالا انار" کو اگر الٹ دیا جائے تو یہی جملہ بنے گا۔

۳۸۸؁......تشریح شعر: جب بھی کوئی مصیبت آتی ہے تو ممدوح اس مصیبت کو زائل کرنے کی طرف متوجہ

(۷)......اَلتَّرْتِيْبُ: وَهُوَ اَنْ يَقْصِدَ الْمُتَكَلِّمُ ذِكْرَ اَفْعَالٍ اَوْ اَوْصَافٍ شَتّٰى لِمَوْصُوْفٍ وَاحِدٍ، فَيَأْتِيْ بِهَا مُرَتَّبَةً طَبِيْعِيًّا، اَوْ بِحَسْبِ وُقُوْعِهَا، نَحْوُ:

اَلَمُّوْا فَحَيُّوْا ثُمَّ قَامُوْا فَوَدَّعُوْا　　　فَلَمَّا تَوَلَّوْا كَادَتِ النَّفْسُ تَزْهَقُ

ترتیب: اور وہ یہ ہے کہ متکلم ایک موصوف کے مختلف اوصاف یا کئی افعال ذکر کرنے کا ارادہ کرے، ۳۸۹ پھر اس کو طبعی ترتیب پر یا اس کے واقع ہونے کے اعتبار سے مرتب ذکر کرے، جیسے:

ممدوح نے آ کر ملاقات کی، پھر سلام کیا، پھر کھڑے ہوئے، پھر الوداع کہا پس جب وہ جانے لگے تو قریب تھا کہ دم نکل جائے۔ ۳۹۰

(۸)......اَلتَّعْدِيْدُ اَوْ سِيَاقَةُ الْاَعْدَادِ: وَهُوَ اَنْ يَأْتِيَ الْاَدِيْبُ بِكَلِمَاتٍ مُنْفَرِدَةٍ يُوْقِعُهَا عَلٰى سَيَاقٍ وَاحِدٍ يَضُمُّهَا الْعَاطِفُ، تُحَلّٰى عَادَةً بِمُطَابَقَةٍ اَوْ جِنَاسٍ، كَقَوْلِهٖ:

ہوجاتا ہے گویا کہ ہر مصیبت کو زائل کرنے کے لئے اس کی محبت ہمیشہ رہتی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اس کی ہر محبت ہمیشہ رہتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دوسری قسم کی محبت ہمیشہ نہیں رہتی۔ ہول: مصیبت، خون۔

نظم میں اس کی مثال یہ ہے: اور اس شعر میں ''مودتہ تدوم لکل ہول وہل کل مودتہ تدوم'' کو الٹا کر کے پڑھیں گے تو یہی جملہ بنے گا۔ اور اسی کو یعنی اس طرح کرنے کو ''مالا یستحیل بالانعکاس'' کہتے ہیں۔

۳۸۹......الترتیب: ترتیب اور وہ یہ ہے کہ ''کسی چیز کے مختلف اوصاف بیان کئے جائیں، یا کسی کے مختلف افعال بیان کئے جائیں، اس طرح کہ وہ طبعی ترتیب پر ہوں یا جس انداز میں افعال واقع ہوئے ہیں اسی ترتیب پر افعال بیان کئے جائیں'' تو اسی کو ترتیب کہتے ہیں۔

۳۹۰......الـمّـوا: باب افعال سے ہے اور ماٗ خذ لَمّ ہے۔: مل جانا، ملاقات کرنا۔ چھوڑنا، الوداع کہنا۔ تزہق: روح کا جسم سے خارج ہونا، دم گھٹنا۔

اس شعر میں ممدوح کے افعال جس ترتیب سے واقع ہوئے ہیں اسی ترتیب سے بیان کئے گئے ہیں۔ اور اسی (اس طرح ترتیب وار کرنا جو اس کی تعریف میں موجود ہے) کو ترتیب کہتے ہیں۔

اَلْـخَيْلُ وَاللَّيْلُ وَالْبَيْدَاءُ تَعْرِفُنِيْ وَالسَّيْفُ وَالرُّمْحُ وَالْقِرْطَاسُ وَالْقَلَمُ

تعدید یا سیاقۃ الاعداد: ۳۹۱ اور وہ یہ ہے کہ ادیب الگ الگ کلمات کو ایک سیاق پر اس طرح لے آئے کہ حرف عطف ان کو جمع کر دے عادۃً مطابقت اور جناس سے اس کو آراستہ کیا جاتا ہے۔ جیسے کہ اس کا قول:

گھوڑا، رات اور صحراء مجھے پہچانتے ہیں، اور تلوار، نیزہ، کاغذ اور قلم بھی۔

(۹)......اَلتَّـوْزِيْـعُ: هُـوَ اَنْ يَـلْتَـزِمَ الْاَدِيْـبُ فِيْ كَلَامِهٖ حَرْفًا مَخْصُوْصًا فِيْ جَمِيْعِ اَلْفَاظِهٖ اَوْ اَكْثَرِهَا، مِنْ غَيْرِ تَكَلُّفٍ، نَحْوُ قَوْلِهٖ:

سَيْفٌ يَسُرُّكَ سَلُّهُ وَ سُؤَالُهُ لِمَسَاءَةٍ تُؤْسٰى وَسَلْبِ نُفُوْسٍ

توزیع: ۳۹۲ اور وہ یہ ہے کہ ادیب اپنے کلام میں کسی مخصوص حرف کو تمام الفاظ میں یا اس کے اکثر کلمات میں بغیر کسی تکلف کے لے آئے۔ جیسے کہ اس کا قول:

سیف الدولہ ایک ایسی تلوار ہے کہ کسی برائی کے لئے، جس سے غمخواری کی جائے اور دشمنوں کی جانوں کو لینے کے لئے اس کو کھینچنا اور اس سے سوال کرنا تم کو خوش کرے

۳۹۱......التعدید: ادیب الگ الگ صفات بیان کرے یا الگ الگ کلمہ لائے لیکن اس ترتیب کے ساتھ لائے کہ حرف عطف اس کو جامع ہو۔

ایسا فرماتے ہیں کہ: تعدید کو عادۃً مطابقت یا جناس سے آراستہ کیا جاتا ہے، جیسے الخیل واللیل میں الگ الگ چیزیں بیان کی گئی ہیں لیکن ان تمام کو حرف عطف جامع ہے یعنی حرف عطف سب کو ایک حکم میں جمع کر دیتا ہے۔ ساتھ ہی یہ بات بھی دیکھیں کہ ان تمام الفاظ میں مطابقت ہے۔ اور خیل اور لیل میں جناس ناقص بھی ہے۔ جس سے تعدید میں زینت حاصل ہوگئی ہے۔

۳۹۲......التوزیع: توزیع اور وہ یہ ہے کہ ادیب اپنے کلام کے تمام الفاظ میں یا اکثر الفاظ میں ایک مخصوص حرف کو لائے۔ یعنی ایسا لفظ استعمال کرے جس میں وہ حرف ضرور ہو۔ یہ اچھا اسی وقت ہوسکتا ہے کہ جب ادیب ایسے حرف کو بے تکلف لا سکے یعنی مقتضی حال کے خلاف نہ ہو۔

گا۔۳۹۳

(۱۰)......اَلْاِلْتِزَامُ :هُوَ اَنْ يَأتِيَ النَّاظِمُ قَبْلَ حُرُوْفِ الرَّوِيِّ، بِمَا لَا يَلْزَمُ فِي التَّقْفِيَةِ مِنْ حَرْفٍ مَخْصُوْصٍ اَوْ اَكْثَرَ ، كَقَوْلِهٖ:

كُلْ وَاشْرَبِ النَّاسَ عَلٰى خُبْرَةٍ فَهُمْ يَمُرُّوْنَ وَلَا يَعْذُبُوْنَ

وَلَا تُصَدِّقْهُمْ اِذَا حَدَّثُوْا فَاِنَّهُمْ مِنْ عَهْدِهِمْ يَكْذِبُوْنَ

التزام:۳۹۴ اور وہ یہ ہے کہ نظم کہنے والا حروف روی سے پہلے ایک مخصوص حرف یا زیادہ کا التزام کرے جو قافیہ بندی کے لئے ضروری نہیں ہے۔ جیسے کہ اس کا قول:

لوگوں کے ساتھ باخبر ہوکر کھاؤ اور پیو، اس لئے کہ وہ کڑوے ہوتے ہیں اور میٹھے نہیں ہوتے۔۳۹۵

۳۹۳......سیف: یہاں اس لفظ سے سیف الدولۃ بادشاہ مراد ہے۔ جو متنبّی کا ممدوح تھا۔ سلہ: سل سے تلوار سونتنا۔ مساءۃ: ساء سے مشتق ہے، غمگین ہونا۔ توسی: اس کا ماخذ آسی ہے (ن سے) کسی کو تسلی دینا۔ سلب نفوس: نفس کو چھیننا۔ جان لینا، قتل کرنا۔

تشریح شعر: سیف الدولہ بہادر بھی ہے، اور سخی بھی ہے۔ شریر نفس کو ختم کرنے کے لئے اس کا تلوار سونتنا بھی اتنا مفید ہے کہ آپ کو خوش کردے گا۔ اور کسی مصیبت کو دور کرنے کے لئے اس سے سوال کیا جائے تب بھی وہ کام آئے گا۔

اس شعر میں تمام الفاظ ایسے استعمال کئے گئے ہیں کہ جن میں حرف س (سین) ضرور موجود ہے۔ اسی لئے اس کو توزیع کہتے ہیں۔

۳۹۴......الالتزام: التزام اور وہ یہ ہے کہ دوسرے مصرعہ کے آخری حرف کو روی کہتے ہیں۔ جیسے مذکورہ بالا شعر میں یعذبون اور یکذبون میں نون قافیہ ہے اور دونوں لفظ میں واؤ حرف روی ہے۔ اور اس سے قبل باء اور ذال کا لانا ''التزام'' ہے۔

۳۹۵......علی خبرۃ: مشتق ہے خبر سے، آزمائش، امتحان، اور تحقیق کے ساتھ باخبرہ۔ یمرون: مر سے، کڑوا ہونا۔ کڑوا پن۔ یعذبون: مشتق ہے عذب سے: میٹھا ہونا۔ اس شعر کی تشریح آسان ہے۔ یعنی

اور جب وہ بات کریں تو ان کی تصدیق نہ کریں، کیونکہ ان میں اکثر لوگ اپنے عہد میں جھوٹے ہوتے ہیں۔

(۱۱)......اَلْحَذْفُ: هُوَ اَنْ يَلْتَزِمُ النَّاظِمُ فِيْ بَيْتٍ اَوْ اَكْثَرَ مِنْ شَعْرِهٖ حَذْفَ حَرْفٍ مِنْ حُرُوْفِ الْهِجَاءِ، اَوْ نَوْعٍ مِنْهَا، دُوْنَ تَكَلُّفٍ وَلَا تَعْقِيْدٍ، نَحْوُ قَوْلِهٖ: وَقَدْ حُذِفَ مِنْهُ الْحُرُوْفُ الْمُعْجَمَةُ):

اُعْدُدْ لِحَسَّادِكَ حَدَّ السَّلَاحِ وَاَوْرِدُ الآمِلَ وِرْدَ السَّمَاحِ

حذف: اور وہ یہ ہے کہ نظم کہنے والا اپنے شعر کے ایک بیت میں یا زیادہ میں حرف ہجاء میں سے کسی خاص حرف کو یا اس کے کسی خاص قسم کے حروف کو بلا کسی تکلف اور گنجلک کے حذف کردے۔ جیسے کہ اس کا قول: اور حال یہ ہے کہ اس میں نقطے والے حروف کو حذف کر دیا گیا ہے:

اپنے حاسدین کے لئے ہتھیار کی دھار تیار رکھیں اور امید رکھنے والوں کو سخاوت کی گھاٹ پر اتاریں۔[۳۹۶]

اللهم اغفر للشارح ووالديه ولوالديه

ثمیر الدین قاسمی (مانچسٹر)

۳۰ رجون ۲۰۱۱ء

حرف روی موجود ہے۔

[۳۹۶]......عد یعد: اعدد: نصر سے، تیار کرنا۔ آمل: امل سے اسم فاعل کا صیغہ، امید رکھنے والا۔ ورد: گھاٹ، سماح: بخشش۔

تشریح شعر: اپنے دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہیں اور امید رکھنے والوں کو بخشش سے نوازیں۔ اس شعر میں نقطہ والا حرف ایک بھی استعمال نہیں ہوا ہے۔ اور اسی کو حذف کہتے ہیں۔

خلاصہ سفینۃ البلغاء

فصاحت تین چیزوں کی صفت بنتی ہے: (۱)......کلمہ۔ (۲)......کلام۔ (۳)......متکلم۔
فصاحت کلمہ:......(۱)......تنافر حروف۔ (۲)......مخالفت قیاس لغوی۔ (۳):......غرابت اور۔ (۴)......کراہۃ فی السمع سے خالی ہونے کو فصاحت کلمہ کہتے ہیں۔
فصاحت کلام:......(۱)......ہر کلمہ فصیح ہو۔ (۲)...... تنافر کلمات۔ (۳)......ضعف تالیف۔ (۴)......تعقید لفظی۔ (۵)......تعقید معنوی سے خالی ہو تو کلام فصیح ہوتا ہے۔
فصاحت متکلم:......فصاحت کے ساتھ متکلم کلام کرنے پر قادر ہو تو متکلم فصیح ہے۔
بلاغت......فصاحت کے ساتھ مقتضی حال کی رعایت کرنے سے کلام بلیغ ہوتا ہے۔
بلاغت: (۱): کلام اور (۲): متکلم' دونوں کی صفت بنتی ہے۔
بلاغت کے درجے تین ہیں: (۱): اعلیٰ۔ (۲): اوسط۔ (۳): ادنی۔
حصول بلاغت: کے لئے اور علوم کے علاوہ (۱) معانی (۲) بیان اور (۳) بدیع میں مہارت ضروری ہے۔
ابواب علم معانی آٹھ ہیں:......(۱): خبر و انشاء۔ (۲): ذکر و حذف۔ (۳): تقدیم و تاخیر۔ (۴): تعریف و تنکیر۔ (۵): اطلاق و تقیید۔ (۶): قصر۔ (۷): وصل و فصل۔ (۸): ایجاز' مساوات اور اطناب۔

باب اول خبر و انشاء

جملہ خبریہ کی دو قسمیں ہیں:......(۱): جملہ فعلیہ اور (۲): جملہ اسمیہ۔
اغراض جملیہ خبریہ یہ ہیں:......(۱): فائدۃ الخبر۔ (۲): لازم فائدۃ الخبر۔ (۳): استرحام (۴): اظہار ضعف۔ (۵): اظہار تحسر اور (۶): توبیخ۔

مخاطب کے اعتبار سے خبر کی تین قسمیں ہیں:......(۱):ابتدائی (۲) طلبی اور (۳) انکاری۔
انکاری کے جواب میں ضروری تاکید ضروری ہے۔اور الفاظ تاکید یہ ہیں:
(۱):اِنّ(۲):اَنّ(۳):قد(۴):قسم (۵):لام ابتدائی (۶):نون تاکید(۷):تکرار خبر (۸):اما شرطیه (۹):حروف تنبیه (۱۰):حروف زیادت(۱۱):ضمیر فصل (۱۲): انما (۱۳): کاَنّ (۱۴):لکنّ(۱۵):تکرار نفی(۱۶): سین اور(۱۷):سوف،

انشاء

اقسام انشاء دو ہیں:(۱) طلبی اور (۲) غیر طلبی۔

اقسام انشاء طلبی چھ ہیں:......(۱):امر (۲): نہی (۳): تمنی (۴): ترجی (۵):استفہام، اور (۶): نداء۔

اغراض صیغہ امر یہ ہیں:

(۱):اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے ایجاد فعل کی طلب۔(۲): دعاء(۳):التماس (۴):تمنی (۵):تہدید(۶):تعجیز (۷):تسویہ(۸):دوام(۹):اکرام (۱۰):امتنان(۱۱):ارشاد اور(۱۲):اباحت۔

اغراض صیغہ نہی یہ ہیں:

(۱):اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے ترک فعل کی طلب۔(۲):دعاء(۳):التماس (۴):تمنی (۵):تہدید(۶):ارشاد(۷):تیئیس اور(۸):دوام۔

معنی تمنی وترجی:......جس چیز کا حصول محال یا مشابہ محال ہو اس کے حصول کی طلب کو تمنی کہتے ہیں۔اور جس کا حصول متوقع ہو اس کی طلب وامید کو ترجی کہتے ہیں۔

حروف استفہام یہ ہیں:

(۱): ہمزہ (۲): ھل (۳): من (۴): ما (۵): متی (۶): ایان (۷): این (۸): انّٰی (۹): کیف (۱۰): کم اور (۱۱): ایٌ۔

ان میں سے ہر ایک حرف استفہام مختلف قسم کے استفہام کے لئے آتے ہیں، جس کی تفصیل کتاب میں موجود ہے۔

اغراض استفہام:

(۱): کسی چیز کو معلوم کرنا (۲): تسویہ (۳): نفی (۴): انکار (۵): توبیخ (۶): امر (۷): نہی (۸): تشویق (۹): تعظیم (۱۰): تحقیر (۱۱): تہکم (۱۲): استبعاد (۱۳): تنبیہ علی الباطل (۱۴): استبطاء (۱۵): تعجب (۱۶): تنبیہ علی الخطاء ۱۷): وعید (۱۸): تقریر (۱۹): تمنی۔

(ج)

حروف نداء یہ ہیں:

(۱): یا (۲): ہمزہ (۳): آ (۴): ای (۵): آی (۶): ایا (۷): ھیا اور (۸): وا۔

اغراض نداء یہ ہیں: (۱) کسی کی توجہ طلب کرنا۔

(۲) اغراء (۳) زجر (۴) ترحم (۵) تأسف (۶) استغاثہ (۷) ندبہ (۸) تعجب (۹) تحیّر (۱۰) تضجر اور (۱۱) تحزن۔

انشاء غیر طلبی

انشاء غیر طلبی ان چیزوں کو کہتے ہیں:

(۱) تعجب (۲) قسم (۳) افعال رجاء (۴) افعال مدح اور افعال ذم (۵) صیغ عقود (۶) رُبَّ (۷) کم خبریہ۔

باب دوم: ذکر و حذف

ذکر مسند الیہ کا داعیہ یہ ہیں: (۱): مسند الیہ کو حذف کر دینے سے اس پر دلالت کرنے والی کوئی چیز نہ ہو۔ (۲): زیادہ تقریر یا زیادہ وضاحت کے لئے۔ (۳): سامع پر تسجیل کے لئے۔ (۴): سامع کی کند ذہنی بتانے کے لئے۔ (۵): تبرک کے لئے۔ (۶): استلذاذ کے لئے۔ (۷): تعظیم بیان کرنے کے لئے۔ (۸): تحقیر بیان کرنے کے لئے۔ (۹): ہیبت پیدا کرنے کے لئے۔

اغراض ذکر مسند یہ ہیں: (۱): ذکر مسند الیہ کے جو اغراض ہیں وہ سب اس میں شامل ہیں۔ (۲): مسند فعل ہو تو تجدد کے فائدے کے لئے۔ (۳): مسند اسم ہو تو ثبوت کے فائدے کے لئے۔

اغراض حذف مسند الیہ: (۱): مخاطب کے علاوہ سے اخفاء امر۔ (۲): ضیق مقام۔ (۳): وزن یا قافیہ پر محافظت کے لئے۔ (۴): حذف مسند الیہ کے ساتھ ہی محاورے میں استعمال ہوتا ہے۔ (۵): مسند اس مسند الیہ کے علاوہ کسی اور کے لائق نہیں۔ (۶): فعل کو فاعل کے بجائے نائب فاعل کی طرف منسوب کرنے کو بھی حذف مسند الیہ ہی میں شمار کرتے ہیں۔

اغراض حذف مفعول بہ: (۱): وزن یا سجع پر محافظت۔ (۲): تعمیم مع اختصار۔ (۳): فعل لازم کو فعل متعدی کی جگہ پر اتارنے کے لئے۔ (۴): اختصار ملحوظ رکھنے کے لئے۔ (۵): ابہام کے بعد وضاحت کی تمہید کے لئے۔ (۶): اس مفعول بہ کا ذکر ماقبل ہو چکا ہے اس لئے اس کو حذف کر دیا گیاہ ہے۔

باب سوم تقدیم وتاخیر

اغراض تقدیم مسند الیہ:

(۱): اہمیت مسند الیہ۔(۲): اتباع قواعد۔(۳): مؤخر کی طرف تشویق کے لئے۔(۴): مسرت یا غمی کو جلدی بتلانے کے لئے۔(۵): عموم السلب یا سلب العموم پر تصریح کے لئے۔(۶): تقدیم سے تخصیص کا فائدہ ہوتا ہے۔(۷): تکرار اسناد سے تقویت حکم کے لئے

اغراض تقدیم مسند:

(۱): تقدیم مسند الیہ کے بعض دواعی اس میں بھی شامل ہیں مثلاً: (۱): اہمیت مسند۔(۲): اتباع قواعد۔(۳): تشویق کے لئے۔(۴): تخصیص حکم، اس کے علاوہ۔(۵): تقدیم ہی سوال، یا تعجب یا انکار کا مطمح نظر ہو۔(۶): وزن پر محافظت۔(۷): نیک فالی (۸): مسند عامل ہو اور مسند الیہ معمول۔

فعل اور اس کے معمولات کے درمیان ترتیب

معمولات کی ترتیب میں یہ ملحوظ رہے کہ اعلیٰ ادنیٰ پر مقدم ہوتا ہے، اس لئے پہلے فعل، پھر فاعل، پھر مفعول بہ، پھر مفعول مطلق، پھر ظرف، پھر مفعول لہ اور پھر باقی قیود ہوں گے۔

اغراض خلاف ترتیب:

(۱): تخصیص کا ارادہ ہو۔(۲): مخاطب کو درستگی کی رہنمائی کرنی ہو۔(۳): امر معنوی کی وجہ سے۔(۴): رعایت سجع ہو۔(۵): وزن شعر۔(۶): اہمیت۔(۷): تقدیم اصل ہو۔(۸): مؤخر کرنے میں بگڑتا ہو۔(۹): قواعد لغت میں خلل واقع ہوتا ہو تو فعل اور معمولات کی ترتیب بدل جاتی ہے۔

باب چہارم تعریف وتنکیر

معرفہ یہ ہیں: (۱): ضمائر۔ (۲): علَم۔ (۳): اسم اشارہ۔ (۴): اسم موصول۔ (۵): الف لام۔ (۶): معرفہ کی طرف مضاف۔ (۷): منادیٰ۔

اغراض معرفہ...... (۱): ضمیر: مقام تکلم، خطاب یا غیبت کو بتلانے کے لئے ضمیر لاتے ہیں۔

اغراض علَم: (۱): سامع کے ذہن میں ابتداء حاضر کرنے کے لئے۔ (۲): تعظیم کے لئے۔ (۳): اہانت کے لئے۔

اغراض اسم اشارہ: (۱): قرب (۲): بعد (۳): تعظیم (۴): تحقیر بیان کرنے کے لئے۔

اغراض اسم موصول: (۱): ابہام (۲): تفخیم (۳): تعظیم (۴): توبیخ (۵): مخاطب صلہ کے سوا، اس کے متعلق کچھ نہ جانتا ہو اس لئے معرفہ اسم موصول لاتے ہیں۔

اغراض الف لام: معہود متعین کی رہنمائی کے لئے۔

اغراض اضافت: (۱): اختصار (۲): تعظیم (۳): تحقیر کے لئے اضافت کے ساتھ معرفہ لاتے ہیں۔

اغراض نداء: (۱): نداء کرنا (۲): غم کو ظاہر کرنے کے لئے منادیٰ لاتے ہیں۔

اغراض نکرہ: (۱): افراد۔ (۲): نوعیت۔ (۳): تکثیر۔ (۴): تقلیل۔ (۵): انتفاء عہد وحصر کے لئے۔ (۶): کبھی نکرہ کو اضافت یا صفت سے خاص کرتے ہیں تاکہ پورا فائدہ ہو۔

باب پنجم اطلاق وتقیید

اغراض اطلاق: (۱): مخاطب کو قید لگانے میں ہر قسم کا اختیار باقی رہے، اس لئے مطلق چھوڑ دیتے ہیں۔

تقیید ان الفاظ سے ہوتی ہے: (۱): حروف شرط۔ (۲): نفی۔ (۳): نواسخ (اِنّ اور اس

کے ہم جنس (اخواتھا)، کان اور اس کے ہم جنس (اخواتھا)، لائے نفی، ما اور لا، مشبہتین بلیس کو ن نواسخ کہتے ہیں)۔(۴): مفاعیل۔(۵): حال۔(۶): تمیز۔ (۷): مستثنیٰ بالّا۔ (۸): توابع۔(توابع پانچ ہیں۔دیکھو تفصیل کے لئے نحو کی کتابیں)۔

اغراض تقیید:(۱): تصحیح کلام مقصود ہو۔(۲): افادۂ کاملہ ہو۔

باب ششم در قصر

اقسام قصر دو ہیں:......(۱): قصر حقیقی (۲): قصر اضافی۔

پھر ہر ایک کی دو قسمیں ہیں:(۱): قصر موصوف علی الصفت،(۲): قصر صفت علی الموصوف۔

اقسام قصر اضافی باعتبار مخاطب تین ہیں:(۱) قصر افراد۔(۲) قصر تعیین۔(۳) قصر قلب۔

یہ قصر صفت علی الموصوف اور قصر موصوف علی الصفۃ دونوں کے ساتھ متعلق ہیں۔

الفاظ قصر:(۱): نفی و استثناء۔(۲): انّما۔(۳): لا، بل اور لکن کے ذریعہ۔(۴): تقدیم ماحقہ التأخیر۔(۵): خبر پر الف لام لگانے سے۔(۶): مبتدا اور خبر کے درمیان ضمیر فصل لانے سے قصر واقع ہوتا ہے۔

باب ہفتم فصل و وصل

مقام وصل دو ہیں: (۱): دو جملوں کے درمیان کمال انقطاع ہو لیکن ترک عطف خلاف مقصود ہونے کا وہم ہو تو وصل ہوگا۔

(۲): دو جملوں کے درمیان نہ تو کمال انقطاع ہو اور نہ تو کمال اتصال ہو تو اس صورت میں وصل ہوگا۔

مقام فصل پانچ ہیں:

(۱): دو جملوں کے درمیان کمال اتصال ہو۔(۲): دو جملوں کے درمیان کمال انقطاع

ہو۔(۳): شبہ کمال اتصال ہو۔(۴): شبہ کمال انقطاع ہو۔(۵): کمال اتصال اور کمال انقطاع کے درمیان (توسط) ہوتو فصل ہوگا۔

باب ہشتم: مساوات، ایجاز اور اطناب

مساوات: جتنا مقصد ہو اتنے ہی الفاظ لانے کو مساوات کہتے ہیں۔

اقسام ایجاز دو ہیں: (۱): ایجاز قصر (۲): ایجاز حذف۔

اقسام ایجاز حذف: (۱): حذف کلمہ (۲): حذف جملہ (۳): حذف اکثر جملہ۔

اغراض ایجاز: (۱): یاد کرنے میں آسانی ہو (۲): سمجھانے میں آسانی ہو (۳): مقام تنگ ہو (۴): غیر مخاطب سے بات کو پوشیدہ رکھنا مقصود ہو (۵): آزردگی سے بچنے کے لئے ایجاز استعمال کرتے ہیں۔

اقسام اطناب: (۱): ذکر خاص بعد عام۔(۲): ذکر عام بعد خاص۔(۳): وضاحت بعد ابہام۔(۴) تکرار۔ (۵) جملہ معترضہ لانا۔(۶): تذییل: جاری مجری امثال اور غیر جاری مجری امثال۔(۷): احتراس۔(۸): تکمیل۔(۹): ایغال۔(۱۰): تتمیم۔

اغراض خلاف مقتضی الظاہر: (۱): وضع المظہر موضع المضمر (۲): وضع المضمر موضع المظہر۔ (۳): مستقبل کو لفظ ماضی سے تعبیر کرنا۔(۴): تغلیب۔(۵): قلب۔(۶): التفات۔

علم البیان

علم البیان:......(۱): تشبیہ۔(۲): مجاز۔(۳): کنایہ پر مشتمل ہے۔

اجزاء تشبیہ چار ہیں:......(۱): مشبہ۔(۲): مشبہ بہ۔(۳): حرف تشبیہ۔(۴): وجہ شبہ۔

الفاظ تشبیہ یہ ہیں:......(۱): کاف۔(۲): کـأنّ۔(۳): شبہ۔(۴): مثل۔(۵): یشابہ۔ (۶): یماثل۔(۷): یحکی۔

اقسام تشبیہ باعتبار حسی وعقلی چار ہیں :(۱):مشبہ اور مشبہ بہ دونوں حسی ہوں۔(۲): دونوں عقلی ہوں۔(۳):مشبہ حسی اور مشبہ بہ عقلی ہوں۔(۴):مشبہ بہ حسی ہواور مشبہ عقلی ہو۔

اقسام تشبیہ باعتبار طرفیہ چار ہیں :(طرفیہ یعنی مشبہ اور مشبہ بہ)(۱) تشبیہ مفرد بمفرد۔(۲): تشبیہ مرکب بمرکب۔(۳):تشبیہ مفرد بمرکب۔(۴):تشبیہ مرکب بمفرد۔

اقسام تشبیہ باعتبار وجہ شبہ چار ہیں:(۱) تشبیہ تمثیل۔(۲):تشبیہ غیر تمثیل۔پھر ہر ایک کی دو قسم ہیں۔(۳):وجہ شبہ مذکور ہوتو تشبیہ مفصل۔(۴):اور وجہ شبہ مذکور نہ ہوتو تشبیہ مجمل ہوگی'

اقسام تشبیہ باعتبار ادات دو ہیں: (۱):حرف تشبیہ مذکور ہوتو مرسل۔(۲): اور مذکور نہ ہو مؤکد۔(۳):اور اگر نہ حرف تشبیہ مذکور ہواور نہ تو وجہ شبہ تو تشبیہ بلیغ ہوگی۔(۴):اور تشبیہ الٹ دی جائے تو تشبیہ مقلوب ہوگی۔

اغراض تشبیہ :(۱):امکان مشبہ بتانا۔(۲):بیان حال مشبہ۔(۳):بیان مقدار حالت۔(۴):تقریر حالت۔(۵):تحسین۔(۶): تقبیح بیان کرنا۔

باب دوم مجاز

اقسام مجاز :......(۱): لفظ غیر ماوضع لہ میں استعمال ہوتو مجاز لغوی ہے۔(۲): اور اگر فعل اپنے فاعل کے علاوہ کی طرف منسوب ہوتو مجاز عقلی ہے۔

اقسام مجاز لغوی کی دو قسمیں ہیں:......(۱):مفرد۔(۲):مرکب۔

اقسام مجاز لغوی باعتبار واسطہ دو ہیں :......(۱):اگر واسطہ تشبیہ کا ہوتو استعارہ۔(۲):اور اگر واسطہ تشبیہ کے علاوہ کا ہوتو مجاز مرسل ہے۔

اقسام استعارہ باعتبار طرفین دو ہیں :......(۱):تصریحیہ۔(۲):مکنیہ۔

اقسام استعارہ باعتبار لفظ مستعار دو ہیں:......(۱):اصلیہ۔(۲):تبعیہ۔

اقسام استعارہ باعتبار ملائم تین ہیں:.......(۱): مجردہ۔(۲): مرشحہ۔(۳): مطلقہ۔

علاقہ مجاز مرسل :...... (۱):سببیت۔(۲):مسببیت۔(۳): جزئیت۔ (۴): کلیت۔ (۵): محلیت۔(۶): حالیت۔ (۷): اعتبار ما کان۔ (۸): اعتبار ما یکون۔(۹):تسمیۃ الشئ باسم آلتہ۔(۱۰):تسمیۃ الشئ باسم فاعلہ۔(۱۱):تسمیۃ الشئ باسم مفعولہ۔(۱۲):استعمال المفرد بدل الجمع۔(۱۳):استعمال الجمع بدل المفرد۔

اقسام مجاز مرکب :.......(۱):تشبیہ کا علاقہ ہوتو استعارہ تمثیلیہ۔(۲): اوراس کے علاوہ کا علاقہ ہوتو مجاز مرسل مرکب ہے۔

علاقہ مجاز عقلی:.......کہ فعل اپنے فاعل کے علاوہ کی طرف منسوب ہوتا ہے اوروہ یہ ہیں:

(۱): زمانیت۔(۲): مکانیت۔(۳): فاعلیت۔(۴):مفعولیت۔(۵): مصدریہ۔(۶) سببیت۔(۷):اضافت۔

باب سوم کنایہ

اقسام کنایہ باعتبار مکنی عنہ:......(۱):مکنی عنہ صفت قریبہ ہو۔(۲):مکنی عنہ نسبت ہو۔ (۳):مکنی عنہ موصوف ہو۔

اقسام کنایہ باعتبار وسائط:.......(۱):تلویح۔(۲):رمز۔(۳):اشارہ۔(۴):تعریض۔

علم البدیع

اقسام بدیع دو ہیں:.......(۱):محسنات معنویہ۔(۲):اورمحسنات لفظیہ۔

(۱):اَلتَّوْرِيَةُ،(۲):اَلطِّبَاقُ،(الف):طِبَاقُ اِيْجَابٍ،(ب): طِبَاقُ سَلْبٍ، (ج):اِيْهَامُ التَّضَادِ،(د):اَلتَّدْبِيْجُ،(۳):اَلْمُقَابَلَةُ،(۴):مُرَاعَاةُ النَّظِيْرِ،(۵): اَلْاِسْتِخْدَامُ، (۶): اَلْجَمْعُ،(۷): اَلتَّفْرِيْقُ،(۸):اَلتَّقْسِيْمُ، (۹):اَلتَّفْسِيْرُ،(۱۰):اَلطَّيُّ

وَالنَّشْرُ،(۱۱):اَلْاِیْضَاحُ،(۱۲):اَلْجَمْعُ مَعَ التَّفْرِیْقِ ،(۱۳):اَلْجَمْعُ مَعَ التَّقْسِیْمِ ، (۱۴):تَاکِیْدُ الْمَدْحِ بِمَا یَشْبَہُ الذَّمَّ ، (۱۵):تَاکِیْدُ الذَّمِّ بِمَا یَشْبَہُ الْمَدْحُ ، (۱۶) : اَلْھَزْلُ یُرَادُ بِہِ الْجِدُّ ،(۱۷):اَلْھُجُوُّ فِیْ مَعْرَضِ الْمَدْحِ ،(۱۸):حُسْنُ التَّعْلِیْلِ ،(۱۹): اِئتِلَافُ اللَّفْظِ مَعَ الْمَعْنٰی،(۲۰):اُسْلُوْبُ الْحَکِیْمِ ،(۲۱):اَلْاِلْتِفَاتُ،(۲۲):تَجَاھُلُ الْعَارِفِ،(۲۳): اِرْسَالُ الْمِثْلِ ، (۲۴):اَلْکَلَامُ الْجَامِعُ ،(۲۵):اَلْمُبَالَغَۃُ ،(الف): اَلتَّبْلِیْغُ ،(ب):اَلْاِغْرَاقُ ،(ج): اَلْغُلُوُّ ، (۲۶):اَلتَّلْمِیْحُ (۲۷): اَلْعُنْوَانُ ، (۲۸) : اَلنَّزَاھَۃُ ،(۲۹):تَشَابُہُ الْاَطْرَافِ۔

اقسام محسنات لفظیہ :

(۱):اَلْجَنَاسُ، (الف):جناس تام، (ب):جناس ناقص، (۲):اَلسَّجْعُ ، (۳):اَلْاِقْتِبَاسُ، (۴):اَلْعَقْدُ،(۵):اَلْحِلُّ،(۶):اَلتَّضْمِیْنُ ،(۷):اَلْاِیْدَاعُ ،(۸):اَلْاِسْتِعَانَۃُ،(۹):سَرَقَاتُ الْکَلَامِ ،(۱۰):اَلْاِلْمَامُ وَالسَّلْخُ۔

خاتمہ

(۱):حسن ابتداء۔(۲):براعۃ استہلال۔(۳):حسن التخلص۔(۴):حسن انتہاء۔

بعض اقسام محسنات بدیعہ:(۱):تشابہ الاطراف۔(۲): التشریع۔(۳):العکس۔(۴): التردید۔(۵):التکرار۔(۶):مالایستحیل بالانعکاس۔(۷): الترتیب۔(۸): التعدید۔ (۹):التوزیع۔(۱۰):الالتزام۔(۱۱):الحذف۔

نوٹ:......مذکورہ اصطلاحات کے ترجمے اورفنی تفاصیل کے لئے''سفینۃ البلغاء'' کا گہرا مطالعہ فرمائیں۔ان چند صفحات میں یادداشت کے لئے خلاصہ لکھ دیا گیا ہے۔

محمد ثمیر الدین قاسمی

سفینۃ البلغاء پر ایک تبصرہ

کا احتساب

از: مفتی رشید احمد فریدی

فاضل جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، مدرس مدرسہ مفتاح العلوم تراج
ضلع سورت، گجرات، الہند

مع مکتوب گرامی:
حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی دامت برکاتہم

بسم الله الرحمن الرحيم

پیش لفظ

ایک معاصر عالم کی طرف سے راقم الحروف کو ایک مختصر سا رسالہ موصول ہوا، جس میں ''سفینۃ البلغاء'' پر ایک تبصرہ تھا، چونکہ راقم الحروف نے اس کی شرح لکھی تھی، اس لئے باوجود یہ کہ اسی وقت جواب میں کئی باتوں کی طرف ذہن منتقل ہوا، مگر اس کا جواب دینا اس لئے مناسب نہ لگا کہ شاید کسی کو یہ خیال آئے اس نے شرح لکھی ہے اس لئے ''سفینہ'' کی تائید کر رہا ہے۔ چند روز ہی گذرے تھے کہ مولانا مفتی رشید احمد صاحب فریدی مدظلہم کی طرف سے اس کے جواب پر مشتمل ایک احتساب ملا، بغور پڑھا، اس کے بعد حضرت الاستاذ مولانا فضل الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم کا گرامی نامہ موصول ہوا، ان دونوں تحریروں میں اس تبصرہ کا شافی جواب آ گیا، اب جبکہ ''سفینہ'' کی شرح دوسری مرتبہ طبع ہو رہی ہے تو باوجود نہ چاہنے کے بعض احباب کے اصرار و اکابر کے حکم کی تعمیل میں ان تحریرات کو شرح کے آخر میں شامل اشاعت کر رہا ہوں۔

پہلے صاحب تبصرہ کا تبصرہ' پھر استاذ محترم حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم کا گرامی نامہ، اس کے بعد مولانا مفتی رشید احمد صاحب فریدی کا قدرے تفصیلی جواب اور آخر میں چند اپنی باتیں پیش کرتا ہوں۔ میرے پیش نظر نہ صاحب تبصرہ کی تذلیل ہے اور نہ ان کا تعاقب، البتہ ان کی رائے سے عدم اتفاق کا اظہار ضروری سمجھ کر ان تحریرات کو شامل اشاعت کر رہا ہوں۔ امید ہے کہ قارئین کے لئے حقیقت کو سمجھنا آسان ہو گا۔

فقط:

مرغوب احمد لاجپوری

سفینۃ البلغاء پر ایک تبصرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت گرامی قدر

السلام علیکم و رحمۃ اللہ وبرکاتہ

فن بلاغت کی مشہور کتاب ''سفینۃ البلغاء'' تقریبا نصف صدی سے زائد عرصے سے جنوبی ہند کے متعدد عربی مدارس میں ''مختصر المعانی'' سے قبل بطور تمہید وتوطئہ برابر پڑھائی جارہی ہے۔ راقم الحروف کو بھی متعدد بار اس کے پڑھانے کا اتفاق ہوا ہے، دوران تدریس اس کی مثبت یا منفی جو چند باتیں بحیثیت ایک طالب علم میں سمجھا ہوں، ملے جلے ان ہی تأثرات کو آنحضرت مدظلہ کی خدمت بابرکت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ امید کہ اپنی رائے عالی سے سرفراز فرمائیں گے۔

یہ کتاب اگرچہ نئے انداز' آسان ترتیب اور تمرینات کی کثرت وتنوع کے لحاظ سے آج کی عصری' لادینی تعلیم کے ذوق ومزاج کے عین موافق ہے، مگر اس کی بعض باتیں ہماری خالص اسلامی فکر اور ٹھیٹ دینی عقیدے سے ہم آہنگ نظر نہیں آرہی ہیں، کیونکہ اس کے مصنفین غیر مسلم بلکہ غالی عیسائی مبلغین (مستشرقین) ہیں، جو ''ان ھذا العلم دین فانظروا عمن تاخذون دینکم'' (مشکوۃ شریف) کے صریح خلاف ہے۔

اور یہ بات تو بہت واضح ہے کہ دینی مدارس میں داخل بلاغت کی کتابوں کا واحد مقصد قرآن وحدیث کا سمجھنا اور سمجھانا اور فہم قرآن میں مہارت پیدا کرنا ہوتا ہے اور اعجاز قرآنی میں بصیرت کا حصول ہے، نہ یہ کہ وہ کسی مخصوص خطۂ زمین پر بولی جانے والی زبان ہے اور نہ یہ مقصد ہے کہ تیل کی دولت سے ریل پیل ممالک عربیہ سے کسی مادی یا معاشی منفعت

کے حصول کا اُدات و ذریعہ ہے، اب ظاہر ہے کہ عربی زبان کو مقدس اسلامی اور قرآنی زبان کی حیثیت سے دینی فریضہ سمجھ کر پڑھنے والا طالب علم اسلام' قرآن' سنت' پیغمبر' صحابہ وغیرہ شعائر دین کے خلاف کسی بھی بات کو ہرگز گوارا نہیں کرسکتا، حالانکہ ان مصنفین نے اپنی کتابوں میں متعدد مواضع پر اپنے عقائد کی ترویج واشاعت کی کوشش کی ہے۔ مثلاً خطبے میں ''الحمد لله الذی خلق الانسان علی صورته کمثاله '' کے الفاظ سے اپنے مشہور عقیدۂ حلول وتجسد حلول کو داخل کر کے عیسائی عقائد کا پرچار کیا ہے، حالانکہ یہ عقیدہ ارشاد ربانی ''لیس کمثله شئی '' سے صاف متصادم ہے۔

دراصل یہ کتاب ایک عیسائی پادری '' الاخ بلاج '' کی تالیف ہے۔ اس کا ایک پرانا نسخہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے کتب خانے میں موجود ہے، جو چھوٹی تقطیع میں باسٹھ (۶۲) صفحات پر مشتمل ہے اور یہ نسخہ تمرینات اور اسئلہ سے عاری ہے، اس کے ہر صفحے کے بورڈ میں اور دوسری متعدد جگہوں میں بیل بوٹوں' ڈیزائن وغیرہ' تزیین کاری و آرٹ کے لبادے میں تثلیث وصلیب کو گھسا کر عیسائی مشن کا حق ادا کیا ہے، جو ادنی تأمل سے صاف نظر آئے گا، اس کی سن اشاعت ۱۹۰۷ء ہے۔

استشراق یعنی علوم شرقیہ (اسلامیہ) حاصل کرنے والوں کی ایک ڈگری کا نام 'الاخ' ہے' جسے انگریزی میں '' بردھر '' اور اردو میں '' برادر '' کہیں گے، اور اس سے اوپر دوسری اعلی ڈگری کا نام ''الاب' فادھر' پوپ '' کی ہے جیسے عربی کے مشہور ومعروف لغت ''المنجد کا مرتب لویس معلوف الیسوعی بھی '' الاب '' کے لقب سے ملقب تھا، اس کتاب کا دوسرا نسخہ بھی جامعہ ڈابھیل کے کتب خانے میں موجود ہے، جس پر ''حقوق الطبع محفوظة لاخوة المدارس المسیحیة '' کی عبارت رقم ہے، اس میں تمرینات' اسئلہ اور حاشیے کا اضافہ ہے

اوراس پر کسی ایک مؤلف کے نام کے بجائے ’’لفیف من الاساتذۃ ‘‘(علماء کی ایک کمیٹی) کا مبہم عنوان موجود ہے، لگتا ہے کہ کسی ایک راہب نے اسئلہ اور دوسرے نے تمرینات اور تیسرے نے حاشیہ تیار کیا ہوگا۔

مؤلفین کے اصلی ناموں کے اخفاء کے پیچھے تواضع یا اخلاص کا پا کیزہ جزبہ نہیں، بلکہ در حقیقت ان کا یہ کامل یقین کارفرما ہے کہ اصلیت وحقیقت کے کھل جانے کی صورت میں بحیثیت مسلمان کوئی مسلمان اسے ہاتھ نہیں لگائے گا اور یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ اپنی بسملہ یعنی ’’باسم الاب والابن والروح القدس ‘‘ بھی نہیں لکھ سکے، ہاں یہ بھی نہیں ہوسکا کہ مسلمانوں کا بسملہ یعنی ’’بسم اللہ الرحمن الرحیم ‘‘ لکھ دیتے، کیونکہ یہ ان کے عقیدے کے خلاف ہوجاتا، لہذا بین بین کا طریقہ یعنی ’’بسم اللہ الفتاح الھادی الی سبل النجاح ‘‘ کہہ کر راستہ نکال لیا، دیکھئے! بسملہ کی تعریف میں مشہور پوپ معلوف یسوعی ’’المنجد‘‘ میں یوں رقم طراز ہیں: البسملۃ عند النصاری باسم الاب والابن والروح القدس وعند المسلمین، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

اور یہی وجہ ہے کہ حمدلۃ اور بسملہ کے بعد جہاں صلوۃ وسلام کی نوبت آئی تو ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفی ﷺ کے نام مبارک کی تصریح تو نہیں ہوسکی اور سیدنا حضرت عیسی علیہ السلام کا نام بھی ذکر نہ کر سکے، کیونکہ پہلی صورت میں ان کے عقیدے کی خلاف ورزی ہوتی اور دوسری صورت میں ان کی اصلیت وحقیقت کے آشکارا ہونے کا خطرہ تھا، اس لئے قدیم نسخہ میں ’’والصلوۃ والسلام علی کل نبی و آلہ‘‘ کہہ کر لپیٹ دیا گیا اور نسخہ طبعۂ ثانیہ میں صلوۃ وسلام کو سرے سے اڑا ہی دیا گیا۔

منجملہ ان کی عیاریوں کے ایک یہ شعر بھی ہے ؎

لعمری وما عمری علی بھین　　　لقد نطقت بطلا علی الاقارع

میری زندگی کی قسم اور میری عمر میری نظر میں کوئی معمولی نہیں، بلاشبہ اقرع کی اولاد نے میرے خلاف جھوٹی بات کہی ہے۔

اس میں الاقارع کے حاشیہ میں ''الاقارع' ھم آل اقرع من حابس و مرثد اخیہ '' کے الفاظ کے ذریعہ ایک مشہور ومعروف صحابی رسول (ﷺ) کی ہتک حرمت کی کوشش کی گئی ہے، کیا انہیں عربی کے ذخیرے میں جملہ معترضہ کے دوسری مثالیں دستیاب نہ تھیں؟

دراصل یہ کتاب چار مصری مسلمان ماہرین تعلیم وتربیت کی مرتب کردہ کتاب ''دروس البلاغۃ'' اور السید احمد الہاشمی کی ''جواہر البلاغۃ'' سے زیادہ تر ماخوذ ہے اور فقرے کے فقرے ہو بہو من وعن ہماری ان ہی کتابوں سے نقل کردیئے گئے ہیں اور یہ توفیق نہ ہوئی کہ اصل مصدر ومرجع کا شکریہ یا کم ازکم حوالہ ہی ذکر کردیتے، جبکہ دوسری طرف بالفرض اگر کہیں کوئی خامی یا نقص اتفاق سے نظر آیا تو اس پر اس کتاب کا نام لے کر تنقید کرنے سے باز نہ آئے اور داد تحقیق کا زریں موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا، جیسا کہ ''سفینہ'' کے قدیم نسخے کے صفحے ۳۸ر کے حاشیہ میں دیکھا جاسکتا ہے، اور لطف کی بات یہ ہے کہ یہ تنقید بھی خود ان کی خانہ زاد نہیں آخر ''المنہاج الواضح'' جیسی دوسری بڑی کتابوں ہی سے ماخوذ ہے۔

خدا بھلا کرے دارالعلوم دیوبند کی نصاب کمیٹی کے رکن اساتذہ کا کہ انہوں نے ''مختصر المعانی'' سے قبل بطور تمہید وزینۂ اول کے اپنے نصاب میں ''دروس البلاغۃ'' جیسی اہم و مفید کتاب کو دیر سویر مگر شامل فرمایا، فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

حسن اتفاق سے راقم الحروف کو ''سفینہ'' اور ''دروس'' دونوں ہی کتابیں پڑھانے کا متعدد بار موقع ملا ہے، آٹھ دس سالہ تجربے کی روشنی میں کم سے کم یہ ضرور کہہ سکتا ہوں کہ

''دروس البلاغۃ'سفینۃ البلغاء'' کے مقابلہ میں بچند وجوہ بدرجہاں لائق و فائق ہے، ان وجوہات میں سے بعض کو ذیل میں درج کیا جارہا ہے۔

(۱)......وجہ اول تو یہ ہے کہ یہ کتاب ہماری خود اپنی ہے، جبکہ وہ غیروں کی۔

(۲)......وجہ دوم یہ کہ ''دروس البلاغۃ'' بمقابل ''سفینۃ'' کے نہایت آسان ہے اور ارشاد نبوی ''یسرا ولا تعسرا' بشرا ولا تنفرا'' کے عین موافق ہے جبکہ ''سفینۃ'' زیادہ مشکل ہے، کیونکہ اس کی کوئی جامع ومکمل ایسی شرح نہیں جو اس کے مغلقات کو حل کر سکے (اگرچہ ہمارے بعض اہل علم نے اس پر بڑی جانکاہی فرمائی ہے، فشکر اللہ مساعیھم الجمیلۃ) اور اس کی تمرینات کے مراجع ومصادر کا حوالہ بھی نہیں دیا گیا ہے، حالانکہ اس سے سابقہ پڑتا ہے ایسے طلباء کو جو مبتدی ہیں اور ایسے اساتذہ کو جو نوخیز ونو آموز ہیں۔

(۳)......تیسری وجہ یہ ہے کہ حل مغلقات کے لئے ان مدرسین میں اگر مطلوبہ حوصلہ وجزبہ ہے بھی تو مدارس کے کتب خانوں میں امہات فن کی قلت ان کی راہ میں حائل و مانع بن جاتی ہے۔

(۴)......چوتھی وجہ یہ ہے کہ ''سفینۃ'' میں متعدد جگہ ایسے سوالات بھی پوچھتے گئے ہیں جن کے اسباق ابھی دس بیس صفحات کے بعد آنے والے ہیں، اس میں کہاں تک معقولیت ہے؟ لگتا ہے کہ اتنی فحش غلطی کا سبب اسباق وسوالات کے مرتب کا ایک نہ ہونا ہے۔

(۵)......پانچویں وجہ یہ ہے کہ بعض اسئلۃ ایسے مسائل وقواعد کے متعلق بھی ہیں جن کا ذکر پوری کتاب میں کہیں نہیں ہے، فی الواقع یہ سوالات بعض مطولات فن کے ہیں جن کو بے سوچے سمجھے نقل کر دیا گیا ہے، نقل راچہ عقل۔

(۶)......چھٹی وجہ یہ ہے کہ ''دروس البلاغۃ'' میں بمقابلہ ''سفینۃ'' کے مسائل بلا شبہ بہت

زیادہ ہیں، دونوں کتابوں کی فہرست مضامین پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے یہ بات بہت جلد واضح ہوجائے گی۔

(۷)......ساتویں وجہ یہ ہے کہ ''دروس البلاغۃ'' میں قرآن کریم کے شواہد وامثلہ کی بہتات ہے، اوراسی سے ایک دینی مدرسے کے طالب علم کی غرض وابستہ ہے۔

الغرض جبکہ ایک طرف مؤلف سفینہ اپنی کتاب کے مقدمے میں ''طلب الی ان اضیف الی مصنفا تی کتابا فی البلاغۃ یغنیہ عما سواہ من کتب وضعھا القوم فاتیت بھذہ الخلاصۃ'' کہہ کر ''سفینہ'' کو مسلمانوں کی کتابوں اوران کے نصاب سے مستغنی وبے نیاز کرنے والی ہونے کا دعوی کررہے ہیں، جبکہ دوسری جانب ہم ہیں کہ ان دشمنان اسلام کی کتاب کو ''دروس البلاغۃ' المنھاج الواضح' جواہر البلاغۃ'' اور ''علوم البلاغۃ'' جیسی ہماری اپنی اورقرآن وحدیث کی مثالوں سے لبریز اوران دونوں سے قریب تر کرنے والی عمدہ کتابوں کے باوجود زیر بحث اس کتاب سے مستغنی اور بے نیاز نہیں ہو پارہے ہیں، جو ہم سب کے لئے لمحۂ فکر یہ ہے۔

امید ہے کہ اپنی گراں قدر رائے اور مفید مشوروں سے نوازیں گے۔ اللہ تعالی آپ کے سایۂ عاطفت کو ہمارے سروں پر تادیر بسلامت باقی رکھے، آمین۔ والسلام مع الاحترام

حررہ الفقیر الی اللہ الغنی

رشید احمد

۱۹/ذی قعدہ ۱۴۲۰ھ

تأثرات بر تبصرہ

از: شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عزیز محترم جناب مولانا رشید احمد سیلوڑی سلمہ وعافاہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بحمد اللہ میں خیریت سے ہوں۔آپ کا مکتوب گرامی اور اس کے ساتھ ایک کتابچہ موصول ہوا، جس سے خیریت اور حالات کا علم ہوا۔''سفینۃ البلغاء'' پر تبصرہ اور اس پر ممتاز اہل علم کی آراء گرامی بھی پڑھی، دوسروں کو بھی پڑھنے دیا۔اس سے خوشی ہوئی کہ'' دروس البلاغۃ'' پر آپ نے تصحیح اور تعلیق کا کام کیا ہے۔اور اس کی اردو شرح بھی تیار کرلی ہے۔اللہ کرے طبع ہوجائے۔اور اس سے اہل علم اور طلبۂ علم نبوت کو فائدہ ہو، اور آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہو۔

''سفینۃ البلغاء'' پر آپ کا جو تبصرہ ہے، میں اس پر پورے طور پر متفق نہیں ہوں، پڑھنے کے بعد میں غور کرتا رہا، دوبارہ بھی پڑھا، لیکن افسوس کہ اتفاق نہیں کرسکا۔جن ممتاز علماء نے تحریریں لکھی ہیں وہ آپ کی تحریر سے متأثر ہوکر...... نفس کتاب سے ضرر یا نفع کا ان کو براہ راست علم نہیں۔

اپنے اپنے ذوق کے مطابق ایک فن کی مختلف کتابوں میں راجح، مرجوح کے درجات قائم کرسکتے ہیں۔کون سی زیادہ مفید ہے اور کون سی کم، اس پر گفتگو کی جاسکتی ہے۔اس میں اختلاف بھی ہوگا۔اس لئے مختلف مدارس میں مختلف کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔کتابوں کا انتخاب عام طور سے مشورہ ہی سے ہوتا ہے۔ایک عالم کی رائے پر نہیں۔حضرت مولانا محمد

سعید بزرگ کے زمانہ میں بھی کتابوں کی تبدیلی عمل میں آئی، لیکن مشورہ سے، لیکن جو کتابیں نکالی گئی اس کے خلاف ایسا مضمون نہیں لکھا گیا، جس سے متقدمین اساتذہ کی تجہیل اور ناعاقبت اندیشی کا شبہ ہو۔ یا کوئی ایسی تقریر کسی نے نہیں کی جس کی زد کسی پر پڑے۔

آپ کی تحریر پڑھ کر میں یہ سوچنے لگا کہ یہ کتاب حضرت مولانا احمد بزرگ رحمہ اللہ کے دور اہتمام میں داخل نصاب نظر آرہی ہے، حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ، حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب امروہی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی رحمہ اللہ' اس وقت جامعہ کے بڑے اساتذہ تھے۔ حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سے حضرت مولانا ادریس صاحب سکھروڈوی رحمہ اللہ بھی تھے۔ ان کے پاس بھی یہ کتاب تھی۔ اس وقت مصر سے جو نسخے اس کتاب کے آئے تھے، ان کے دیکھنے سے ان حضرات کو بھی اس کا علم رہا ہوگا کہ یہ کتاب مصر کے عیسائیوں کے مدرسہ سے شائع ہوئی ہے۔ ایسا تو نہیں کہ صرف آپ کو اور ہم کو ہی اس کا علم ہے۔ اس کے باوجود ان حضرات نے اس کتاب کو داخل نصاب کیا، اور پڑھاتے رہے، ''دروس البلاغۃ'' اور دیگر اس فن کی کتابوں کا علم ان کو بھی رہا ہوگا، ان حضرات میں سے کسی کو بھی اگر اس کا احساس ہوتا کہ اس سے عیسائیت کی تبلیغ ہورہی ہے یا ان کا عقیدۂ حلول یا عقیدہ تشبیہ (تثلیث) ہمارے طلباء میں منتقل ہورہا ہے، تو ایک منٹ کے لئے بھی وہ اس کو گوارہ نہ کرتے۔

آپ کی تحریر پڑھنے کے بعد (اگر اس کو صحیح مان لیا جائے) تو پھر اس کتاب کے داخل نصاب رہنے کا کوئی سوال ہی نہیں رہتا۔ اسی لئے جن علماء نے آپ کی تحریر پڑھی، انہوں نے اس کی تائید کی، مگر مجھے معلوم نہیں کہ کسی طالب علم کو اس کتاب سے اس نوع کا کوئی نقصان ہوا ہو۔

اگر اس طرح سوچا جائے تو ''دیوان متنبیّ'' میں کفریہ اشعار ہیں، اور متنبیّ ایسا شخص تھا کہ نہ کبھی نماز پڑھی، نہ روزہ رکھا، دوسری طرف نبوت کا دعوی کیا، اس کی کتاب کو مدرسہ میں پڑھانے کا کیا جواز ہے؟ ہمارا مقصد تو قرآن وحدیث ہے، لیکن یہ کتاب بہت سارے مدارس میں داخل نصاب ہے۔ ''دیوان حماسۃ'' کو لیجئے، کفار ومشرکین شعراء کا کلام ہے۔ اس کو مدارس میں کیوں داخل نصاب کیا گیا تھا؟ ڈابھیل میں یہ کتابیں داخل نصاب تھیں، متنبیّ میں نے خود کئی سال پڑھائی ہے۔

سوچنے کا ایک اور انداز یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہم ادب عربی دینی کتابوں سے پڑھائیں گے، چنانچہ بعض جگہوں پر ''حیاۃ الصحابۃ'' کو داخل نصاب کیا گیا، اور ترجمۂ قرآن کو بھی ادب کی جگہ پر مانا گیا، لیکن معلوم ہے کہ پہلے کے لوگوں نے عربی جیسی سیکھی، اور پہلے کے لوگوں میں دین داری اور پرہیز گاری جتنی تھی بعد کے لوگوں میں نہیں دیکھی گئی عمومی طور پر۔

''المنجد'' کا حال معلوم ہے کہ عیسائی کی تصنیف ہے، اس میں کچھ غلطیاں بھی ہیں، جن پر بعض علماء نے تنبیہ بھی فرمائی ہے، لیکن ہمارا کوئی کتب خانہ اس سے خالی نہیں، اور بڑے بڑے ادباء اور علماء کے سامنے یہ لغت رکھی رہتی تھی۔ اسی طرح دیگر کتب مستشرقین سے ہمارے علماء کرام ہمیشہ استفادہ کرتے رہے، یہ کہہ کر رد نہیں کیا کہ یہ غیر مسلم کی کتاب ہے۔

ہمارے مدارس میں بعض کتابیں ایسی بھی پڑھائی جاتی ہیں جن میں سرے سے بسم اللہ ہی نہیں ہے۔ اور ایسی تو بہت سے کتابیں ہیں جن میں صرف بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے، نہ صلوۃ وسلام اور نہ شہادتین۔ تو ''سفینۃ البلغاء'' میں صرف بسم اللہ کا ہونا کیونکر قابل اعتراض ہوا۔ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' بیشک افضل ہے لیکن ''کل امر ذی بال'' والی حدیث پر عمل

کرنے کے لئے ''الرحمٰن الرحیم'' کہنا یا لکھنا ضروری نہیں۔ کھانے وغیرہ کے شروع میں بھی یہی حکم ہے۔ بہت سے لوگ خطوط وغیرہ میں ''باسمہ تعالیٰ'' استعمال کرتے ہیں، ان پر کیا حکم لگے گا؟

''سفینۃ'' کے شروع میں ''خلق الانسان علی صورته'' بھی قابل اعتراض نہیں ہونا چاہئے، صحیحین کی حدیث میں ''خلق الله آدم علی صورته'' آیا ہے، ہمارے علماء اس پر بھی متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ شکل وصورت سے منزہ ہیں۔ ہاں بیشک ''کمثاله'' ہمارے یہاں نہیں بولا جاتا، لیکن صورت کی تاٗویل ہوسکتی ہے، تو اس کی بھی ہوسکتی ہے۔ امثال کے ابواب میں ترمذی میں جو احادیث مروی ہیں جن میں آنحضرت ﷺ نے اپنی مثال بیان فرمائی ہے اگر ان کی تطبیق کرنے جائیں تو ان میں مثل کا لفظ اللہ تعالیٰ پر بولنا لازم آئے گا۔ اگر اس طرح کی نصوص سے تشبیہ لازم نہیں آتی تو یہاں آپ کیوں اتنی بھیانک صورت پیش کر رہے ہیں؟

''لقد نطقت بطلاً علی الاقارع'' پر جو حاشیہ آپ نے لگایا ہے یعنی اس سے جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ بھی عجیب ہے، صحابی رضی اللہ عنہ کا تو اس میں تذکرہ ہی نہیں، ان کی اولاد کا ذکر ہے، پھر صحابی کی بے حرمتی کیسے ہوئی؟ کوئی یزید بن معاویہ کی شکایت کرے تو یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی توہین ہے؟ پھر اگر بے حرمتی ہے تو شاعر نے بے حرمتی کی ہے نہ کہ کتاب کے مصنف نے (ہتک حرمت معلوم نہیں کہاں سے معلوم ہوئی۔ شاعر بھی اپنے اوپر سے مدافعت کر رہا ہے کہ مجھ پر غلط بات کہی گئی)، اور اسی موقع پر دوسرا شعر بھی مذکور ہے، صرف یہی شعر تو نہیں ہے۔

پھر آپ کے کلام میں تضاد بھی محسوس ہو رہا ہے، ایک طرف آپ یہ لکھتے ہیں کہ ''یہ

کتاب بیشتر ہماری دو کتابوں سے ہو بہو منقول ہے'' اھ۔ پھر تو یہ ہماری ہی کتاب ہے، دوسروں کا صرف نام ہے، موجودہ نسخہ پر تو ان کا نام بھی نہیں۔ کہیں تنقید ہے تو اس پر آپ طعن کررہے ہیں۔ پھر یہ بھی لکھتے ہیں کہ'' یہ تنقید بھی ہماری کتابوں سے ماخوذ ہے'' اھ۔ پھر مصنفین پر اعتراض کیوں؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب سے متنفر کرنے کے لئے آپ نے بڑی محنت سے نکتے تلاش کئے ہیں اور جن لوگوں نے یہ کتاب پڑھی یا پڑھائی نہیں ہے ان کو ہم خیال کرنے میں کامیاب ہیں۔'' واللہ اعلم بقلوب عبادہ ونیاتھم''۔

میرا مقصد اس تحریر سے قدیم اساتذۂ جامعہ اور دیگر مدارس سے مدافعت ہے، میں نہیں کہتا کہ یہ کتاب سب سے اچھی اور مفید ہے، تاہم یہ کہہ سکتا ہوں کہ کوئی ضرر اور نقصان نہیں، بلکہ ایک مفید کتاب ہے۔ اس کی تمرینات مشکل ہیں اور مشکل کتاب محنت طلب ہوتی ہے اور محنت سے فائدہ ہوتا ہے۔

اگر سہولت پیش نظر ہو تو '' دروس البلاغۃ'' مناسب ہوسکتی ہے، اس سے مجھے انکار نہیں، لیکن مفید بھی زیادہ ہوگی اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تحریر میں تھوڑی تندی ہے، اس احساس پر کہ قدیم اساتذہ کی تجہیل آپ کی تحریر سے لازم آتی ہے، ورنہ میں آپ کو جانتا پہچانتا نہیں، ممتاز اہل علم کی تحریر آپ کے لئے کافی تھی، میں تو بہت دور ہوں، لیکن آپ نے مجھے لکھا تو میں نے'' المستشار مؤتمن'' کے پیش نظر اپنی رائے ظاہر کردی۔ اگر میری رائے پسند ہو تو بھی میرا کوئی فائدہ نہیں اور اگر ناپسند ہو تو بھی مجھے کوئی نقصان نہیں۔ والسلام۔

فضل الرحمٰن اعظمی

۳۰ر صفر ۱۴۲۱ھ مطابق ۴ر جون ۲۰۰۰ء، بروز اتوار

انتباہ

صاحب تبصرہ نے اپنا کتابچہ (سفینہ پر تبصرہ) مع خط حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی دامت برکاتہم شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ آزادویل افریقہ روانہ کیا تھا تاکہ آپ کا عندیہ حاصل کریں۔ حضرت مولانا نے جامعہ ڈابھیل میں حدیث وتفسیر اور فقہ کے ساتھ کئی سال تک ''سفینۃ البلغاء'' بھی پڑھائی ہے، اور آپ کی رائے اہم اور وقیع سمجھی جاتی ہے۔ آپ نے جوابًا اپنا تأثر ارسال فرمایا ہے۔ اس کے پڑھنے سے تبصرہ کی حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ صاحب تبصرہ کا مطمح نظر کیا ہے۔

اس انتباہ کی ضرورت اس لئے محسوس ہوئی کہ صاحب تبصرہ نے اپنی شرح ''مفتاح البلاغۃ'' کے مقدمہ میں بھی ''سفینۃ البلغاء'' پر اپنے غیظ کا اظہار کیا ہے، اس لئے ''سفینۃ البلغاء'' کے متعلق کوئی فیصلہ احتساب اور حضرت مولانا کی تحریر کی روشنی میں مناسب ہوگا۔ فقط

رشید احمد فریدی

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلي على رسول الكريم، اما بعد :

علوم کی دو قسمیں ہیں: (۱) مقاصد (۲) وسائل ۔ مقاصد میں قرآن‘ حدیث‘ فقہ اوران کے اصول وغیرہ، اور وسائل میں صرف‘ نحو‘ لغت‘ ادب اور بلاغت جس میں معانی‘ بیان اور بدیع شامل ہے۔ وسائل بذات خود مقصود نہیں، بلکہ مقاصد کے لئے آلہ وذریعہ ہیں اوران کا سمجھنا موقوف ہے ذرائع کے سمجھنے پر، اس لئے موقوف علیہ کا جاننا اور سیکھنا بھی ضروری ٹھہرا۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فطرۃً اصحاب لسان ہونے کی وجہ سے ان وسائل سے گویا مستغنی تھے، یہی وجہ ہے کہ یہ سارے علوم بعد میں وجود آئے، اور مدون ہوئے، البتہ فہم معانی قرآن کے لئے جناب نبی کریم ﷺ کے بعد جب لغوی حقائق جاننے کی ضرورت پیش آئی تو شعرائے جاہلیت کا کلام جو فصاحت و بلاغت کے علاوہ حقائق لغوی و دقائق لسانی کا ذخیرہ تھا وہ فہم معانی کا وسیلہ اور ذریعہ بنا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: ’’عليكم باشعار الجاهلية‘‘ جاہلیت کے اشعار کو لازم پکڑو۔ ’’عن عكرمة رضى الله عنه عن ابن عباس رضى الله عنه قال: اذا سألتموني عن غريب القرآن فالتمسوه في الشعر فان الشعر ديوان العرب‘‘ (الاتقان)

کیا ان کے اشعار شراب نوشی‘ قمار بازی‘ عشق بازی‘ وستم گری اور سب وشتم وغیرہ نہیں ہیں، پھر وہ کونسی شئ ہے جس کی وجہ سے مفاسد ومعایب کو نظر انداز کر کے محض ان کی خوبیوں سے استفادہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسا شخص لازم قرار دے رہا ہے ’’فانه لايجرى على لسانه الا الحق ‘‘ یہی مزاج اسلام کا وہ نقطہ اعتدال ہے جو ہر مقام سے خوبیوں کے اخذ

کرنے اوران کے اختیار کرنے کا وسیع ظرف رکھتا ہے ’’خذ ما صفا و دع ما کدر‘‘

اسی طرح کے دلائل کی بناء پر قرون خیر سے اب تک علماء اسلام جاہلیت کے کلام کو پڑھنے اور پڑھانے اور حفظ کرنے کا اہتمام کرتے آئے ہیں۔عربی ادب کی مشہور کتاب ’’کلیلة و دمنة‘‘ جو نابغۂ روزگار عبداللہ بن المقنع کا ترجمہ کردہ ہے(۷۵۰ء یعنی دوسری صدی ہجری میں)اس کا اصل مصنف بیدپا فیلسوف ہندی ہے، جس نے سنسکرت زبان میں یہ کتاب اسلام سے کافی عرصہ قبل تصنیف کی ، اورعربی ادب کے مشہور قصائد سات شعرائے جاہلیت کا طرہ امتیاز جو سبعہ معلقات کی شکل میں مدارس عربیہ میں زیر درس ہیں اور’’دیوان متنبی‘‘ کونسے پارسا مسلم کی کتاب ہے۔اور پھراس کے اشعار عشقیہ،گل کاریوں اورسوقیانہ سب وشتم وغیرہ مضامین سے مملو ہیں،آخرکس بنیاد پرآج تک داخل نصاب ہے؟ یہیں سے وسائل و مقاصد دونوں کا فرق ظاہر ہوجاتا ہے کہ عربیت کے ان ذخیروں میں باوجودیکہ ان کے مضامین عقائد واخلاق اسلام کے خلاف ہیں،لیکن چونکہ یہ ذخیرہ الفاظ کے لغوی حقائق، مواقع استعمال، معانی کی تعبیرات، جملوں کی سجع اور بندش اور فصاحت و بلاغت کی معرفت میں مفید ہی نہیں ، بلکہ استناد کا درجہ رکھتے ہیں،اس لئے اسی حیثیت سے ان کو پڑھا اور پڑھایا جاتا ہے،قطع نظران کے مضامین سے۔

نیز علوم یونان فلسفہ ومنطق وغیرہ کو جب عربی میں نقل کرنے کا نظم کیا گیا تو بقول حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ (مفہوم یہی ہے)’’خلیفہ عباسی نے یونانی علوم پرمشتمل کتابوں کا ذخیرہ شاہ یونان سے طلب کیا تو اولا شاہ نے پس وپیش کیا،مگران کے بڑے عالم نے جب رائے دی کہ کتابیں ارسال کردی جائیں ، اس لئے کہ کتابوں کے جانے سے اتنا خوش نہیں ہیں جتنا اس بات سے خوش ہیں کہ ہمارے علوم میں ایسے نظریات

ہیں جو اسلام کے خلاف ہیں، وہ مؤمن کو شکوک وشبہات میں مبتلا کر دیں گے‘‘۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ منطق وفلسفہ کی کوئی کتاب کلی کی بحث سے خالی نہیں، جس میں واجب الوجود کی مثال بھی دی جاتی ہے اور بعض دوسری بحثیں بھی ہیں، جن میں اسلامی عقائد سے تصادم ہوتا ہے۔ اور باوجود نافع ہونے کے اسلاف واکابر نے ان کی وجہ سے مخالفت بھی کی، لیکن چونکہ یہ بھی وسیلہ ہے اس لئے آج تک یہ فنون داخل نصاب ہیں، اور ہمارے ماہرین تعلیم نے ان علوم کے اس پہلو کو نظر انداز نہیں کیا جس سے دیگر علوم عالیہ وآلیہ میں دقیقہ رسی اور پختگی پیدا ہوتی ہے۔ کیا یہ سب محض اس لئے قابل برداشت ہیں کہ ان کتابوں کے مصنفین مسلمان ہیں اگرچہ ان میں اسلامی عقائد سے متصادم بحثیں بھی موجود ہیں۔ کیا ’’شرح تہذیب‘‘ شیعی تالیف نہیں ہے، مگر فنی اعتبار سے وسیلہ کے درجہ میں کتاب مفید ہے اس لئے داخل درس ہے۔

یہ تو خیر وسائل کا حال ہے، مقاصد میں سے ایک فن علم عقائد بھی ہے۔ اور اس پر لکھی گئی سینکڑوں کتابوں میں مشہور زمانہ شرح عقائد کی مقبولیت میں کس کو کلام ہے، عہد شارح سے آج تک مدارس میں الا ماشاء اللہ داخل نصاب ہے۔ کیا ان کی ابتدائی بحثیں حدوث عالم اور وجود باری وغیرہ ایسی نہیں ہیں جن میں قدم بقدم فلسفی نظریہ بھی موجود ہے۔ اور علامہ تفتازانی فلسفی نظریات کے دلائل کو اگر ضعیف کہتے ہیں تو متکلمین اسلام کے دلائل کو قوی بھی نہیں بتلاتے، اور بالآخر یہ کہہ کر بحث سمیٹ لیتے ہیں: ’’فان قیل ھل لھٰذا الخلاف ثمرۃ، قلنا: نعم فی اثبات الجوھر الفرد نجاۃ عن کثیر من ظلمات الفلاسفۃ ‘‘ کیا ظلمات فلاسفہ ظلمات نصاری سے کم ہیں، پھر اس کے داخل نصاب رہنے کی وجہ یہ تو نہیں کہ یہ مسلمان کی تصنیف ہے۔ پھر تو کوئی مبصر ایسا بھی کہے گا کہ شرح عقائد کو اس

لئے نکال دیا جائے کہ اس میں ایسی ایسی بحثیں ہیں۔ رائی کو پہاڑ بنا کر پیش کرے اور ان ابحاث کے کتاب میں مندرج ہونے کا منشا اور کتاب کے داخل نصاب رہنے کی وجہ سے پس پشت ڈال دے۔

بہر حال علم بلاغت بھی وسیلہ اور ذریعہ ہے، اس فن کی کتابوں میں جس کے لکھنے والوں میں بعض معتزلی، شیعی وغیرہ بھی ہیں۔

''سفینۃ البلغاء'' نامی ایک مختصر ومفید رسالہ جامعہ تعلیم الدین، ڈابھیل وغیرہ مدارس میں داخل نصاب ہے۔ جس کا مرتب 'بقول استاذ محترم مولانا فضل الرحمٰن اعظمی زید مجدہ تلمیذ محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی رحمہ اللہ شاید عیسائی (یعنی مستشرق) ہے۔ اس خیال کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ''معجم المطبوعات'' جلد اول میں مؤلف ''سفینۃ'' کے نام کے ذیل میں یہ عبارت ہے'' احد اخوۃ المدارس المسیحیۃ'' اور بس۔

اس کتاب پر جامعہ ڈابھیل کے ایک استاذ محترم نے تبصرہ (مشتمل بر سات صفحات) لکھ کر اہل علم کی خدمت میں پیش کر کے (ان کی) رائے طلب کی ہے۔ بندہ نے جب اس کا بنظر غائر مطالعہ کیا تو محسوس ہوا کہ اس تبصرہ میں اکابر علماء سے کچھ سوءظن اور جامعہ ڈابھیل پر ایک طرح کا الزام مترشح ہوتا ہے، اس لئے بندہ نے دونوں طرف سے دفاع کرتے ہوئے یہ ''احتساب'' پیش کیا ہے۔ اب صاحب تبصرہ کے اقتباس کو'' قولہ'' اور جواب کو''اقول'' سے پیش کیا جا رہا ہے۔

(ا): قولہ...... صاحب تبصرہ کا قول ''یہ کتاب نئے انداز' آسان ترتیب اور تمرینات کی کثرت وتنوع کی کثرت کے لحاظ سے آج کی عصری لادینی تعلیم کے ذوق ومزاج کے عین موافق ہے''۔ (صفحہ۲)

(۱): اقول ......کیا زمانہ کے تقاضہ کے اعتبار سے نیا انداز، سہل ترتیب اور تمرینات کی کثرت لادینی مزاج کا آئینہ دار ہے؟ بلاغت پر ایک سفینہ ہی کا کیا قصور ہے، اس نہج پر دوسرے علوم وفنون پر جو علمائے اسلام خدمت کررہے ہیں، اور علوم دین کی تیسیر وتسہیل میں مشغول ہیں، جو ''الدین یسر'' کے وسیع مفہوم میں شامل ہے، کیا یہ سب بھی لادینی ذوق ومزاج ہے؟ پھر ''البلاغۃ الواضحۃ'' وغیرہ کو کیا اسی زمرہ میں داخل کریں گے؟ علوم آلیہ ہی کی بات نہیں، علوم عالیہ میں بھی سہل طریقہ ہر زمانہ میں اختیار کیا گیا ہے۔

(۲): قولہ...... کیونکہ اس کے مصنفین غیر مسلم ہیں جو'' ان ھٰذا العلم دین فانظروا عمن تأخذون دینکم'' کے صریح خلاف ہے۔ (صفحہ۲)

(۲): اقول...... صاحب تبصرہ اس اثر کے لفظ'' عمن ''پر غور فرماتے تو ہرگز یوں نہ کہتے کہ (یہ سفینہ روایت کے) صریح خلاف ہے، کیونکہ اس کا صریح اور حقیقی مطلب یہ ہے کہ علوم شرعیہ اور تبعاً علوم آلیہ جس شیخ یا استاذ سے حاصل کرو انہیں دیکھو کہ وہ متدین ومتقی ہو، کہیں بے دین وبداخلاق نہ ہو۔

حضرات صوفیہ نے بھی اس روایت سے انتخاب شیخ پر استدلال کیا ہے، پس اگر جناب کی بات مان لی جائے تو قطع نظر مستشرقین کی تحقیقات سے ''البیان والتبیین'' امام جاحظ کی اور تفسیر کشاف امام زمخشری کی وغیرہ وغیرہ اس سے کیوں استفادہ جائز ہے؟ کیا یہ اثر کے مطابق ہیں؟ حالانکہ یہ دونوں خالص معتزلی العقیدہ ہیں۔ پس اگر منطق وفلسفہ یا ''سبعہ معلقہ'' و ''دیوان متنبیّ'' کسی متدین استاذ سے پڑھنا اثر مذکور کے خلاف نہیں تو ''سفینہ'' کا پڑھنا پڑھانا آخر کیوں اس کے خلاف ہوگیا؟

(۳): قولہ...... مثلاً خطبے میں'' الحمد للہ الذی خلق الانسان علی صورتہ کمثالہ ''

کے الفاظ سے اپنے مشہور عقیدہ حلول و تجسد کو داخل کر کے عیسائی عقائد کا پرچار کیا ہے،
حالانکہ ارشاد ربانی ''لیس کمثله شيء'' سے صاف متصادم ہے''۔ (صفحہ۲)

(۳): اقول ...... صاحب تبصرہ معلوم نہیں کس تصور میں محو تھے کہ انہیں مذکورہ عبارت سے عقیدۂ حلول و تجسد کی تشہیر نظر آ گئی، جب کہ ''علی صورته'' کی ضمیر انسان کی طرف راجع ہو تب تو کوئی خلجان نہیں، اور اگر اللہ کی طرف راجع کی جائے تو قابل اشکال ضرور ہے، لیکن تحت اللفظ بھی اس کا مفہوم لیا جائے جب بھی عقیدۂ حلول و تجسد قطعًا ثابت نہیں ہوتا، چہ جائے کہ اس کی تشہیر ہو۔ (کیونکہ دو چیزیں الگ الگ ہیں، (۱) اللہ کے لئے کوئی عضو یا جسم بجسم الانسان ماننا۔ (۲) کسی انسان کے الوہیت یا اس کے خواص کو ماننا)

جناب کو شاید معلوم نہ ہو ورنہ ''خلق الانسان علی صورته'' بخاری و مسلم میں موجود ہے۔ (دیکھئے! تفسیر قرطبی بحوالہ معارف القرآن)

اور ''خلق الله آدم علی صورته'' مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے موجود ہے۔ تشریح کے لئے فیض القدیر (ص ۴۴۵ رجلد۳) دیکھئے۔

انتباہ: ...... اس مذکورہ عبارت کے سوا پوری کتاب میں کوئی عبارت ایسی نہیں ہے کہ جس سے صراحتہً عقائد عیسائیت کی ترویج ہو، البتہ بعض تمرینوں میں بعض جملے ایسے ہیں کہ بغور دیکھا جائے تو اشارہ معلوم ہوتا ہے، بشرطیکہ ان کے عقائد کا علم بھی ہو، ورنہ بادی النظر میں وہ قاعدۂ ممثل لہ کی مثال ہے، اور طلبہ اتنا ہی سمجھتے ہیں اس سے زائد شاید و باید۔

(۴): قولہ) اس کا ایک پرانہ نسخہ جامعہ کے کتب خانہ میں موجود ہے، جو چھوٹی تقطیع میں باسٹھ (٦٢) صفحات پر مشتمل ہے، اس کے ہر صفحہ کے بورڈر میں اور دوسری متعدد جگہوں میں بیل بوٹوں' ڈیزائن وغیرہ تزئین کاری و آرٹ کے لبادے میں تثلیث و صلیب کو

گھسا کر عیسائی مشن کا حق ادا کیا ہے، جو ادنی تأمل سے صاف نظر آئے گا۔ (صفحہ۳)

(۴): اقول ......صاحب تبصرہ نے اس میں صریح مبالغہ آرائی سے کام لے کر اہل علم کے ذہن کو محو حیرت بنا دیا کہ ان عبارتوں کو پڑھ کر کوئی یہ سوچ سکتا ہے کہ جو ''سفینہ'' داخل درس ہے، اس میں یہ سارے مفاسد موجود ہیں، جب ہی تو تبصرہ کی ضرورت لاحق ہوئی۔ تو اب تک اتنے اکابر علماء ایسی صاف باتوں کو نہ سمجھ سکے؟ نیز جامعہ اس کی طباعت و تدریس کر کے ان خرافات کی گویا اشاعت کر رہا ہے، اور اب تک کسی نے گرفت نہیں کی؟ بتایئے یہ ایک طرح کا الزام ہے کہ نہیں؟ جس کا اندازہ تبصرہ پر لکھے گئے بعض تأثرات سے ہوتا ہے۔

میں بڑے وثوق سے کہتا ہوں کہ جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل بفضلہٖ تعالیٰ ابتداء سے ہی صائب و صحیح عقائد کا حامل و داعی و اعلی و مہذب تعلیم اور عمدہ صالح تربیت کا علمبر دار رہا ہے، اور اکابر دیوبند کا جو قابل اتباع فکر و نظر اور محتاط عمل ہے، اس سے سر مو انحراف کے بغیر طریقہ مسنونہ محمودہ پر گامزن اور خاموش خادم ہے۔

(۵): قولہ......دوسرے قدیم نسخے میں ''حقوق الطبع محفوظة لاخوة المدارس المسيحية'' کی عبارت رقم ہے۔ (صفحہ۳)

(۵): اقول ......اس جملہ سے کونسے عقیدہ کی ترویج ہو رہی ہے؟ پھر تو مشہور مطبع نولکشور لکھنؤ کی شائع کردہ کتابوں کو غیر معتبر قرار دیں گے؟ غیر منقسم ہند میں کبھی صحاح ستہ اور دوسری بے شمار دینی کتابوں کا مشہور طابع نولکشور تھا۔ جو مذہبًا غیر مسلم تھا، لیکن اس کی صحت طباعت پر علمائے اسلام بمقابل دوسرے طابع کے زیادہ اعتماد کرتے تھے۔ نیز یہ عبارت بھی جامعہ کے مطبوعہ سفینہ میں نہیں ہے۔

پھر مؤلفین سفینہ کے نام ظاہر نہ کرنے اور مسلمانوں کا مسنون بسملہ نہ لکھنے (جب کہ نفس بسملہ موجود ہے) اور صلوۃ وسلام کے حذف کرنے کی عیسائیوں کی طرف سے محترم صاحب تبصرہ نے بزعم خویش جو ترجمانی کی ہے اس سے انکار نہیں اگر چہ اس جیسی مثال ہماری بعض کتابوں میں (جو داخل درس بھی ہیں مثلاً کافیہ میں) مل جائے گی، لیکن جس لفظ سے ان کے غلط عقیدہ کی ترویج ہوتی ہے اسے ذکر ہی نہیں کیا۔ تو اب کیا اشکال رہ جاتا ہے، اس لئے یہ کوئی عقیدہ کی کتاب نہیں ہے اور جس فن میں یہ ہے اس میں یقیناً عمدہ ہے۔

(۶): قولہ...... منجملہ ان کی عیاریوں کے ایک یہ شعر ہے:

لعمری، وماعمری علی بهین　　لقد نطقت بطلًا علی الاقارع

اقارع کے حاشیہ میں "الاقارع هم آل اقرع بن حابس مرثد اخیه" کے الفاظ کے ذریعہ ایک مشہور و معروف صحابی رسول اللہ ﷺ کی ہتک وحرمت کی کوشش کی گئی ہے۔ (صفحہ۴)

(۶): اقول ...... صنعت "اعتراض" کی مثال میں دوسری مثال کے ساتھ اس شعر کو پیش کرنے سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ ناقل ہتک بھی کر رہا ہے۔ ہتک کی نسبت قائل کے بجائے ناقل کی طرف کرنا عاقل کا کام نہیں، کیونکہ اس طرح کی مثال "مختصر المعانی" میں بھی مل جائے گی۔ ورنہ اس کے برعکس راقم ایک دوسرا شعر پیش کرتا ہے باعتبار وسائط کنایہ کی ایک قسم اشارہ وایماء ہے:

اومارایت المجد القی رحله　　فی آل طلحة ثم لم یتحول

اگر میں کہوں کہ اس شعر میں مؤلف آل طلحہ کی مدح ومنقبت بیان کر رہا ہے تو آپ کہیں گے کہ جب مرتبین عیسائی ہیں تو ان کو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی منقبت و مدح سرائی سے کیا

مس؟

بات دراصل یہ ہے کہ مثال سے مقصود قاعدہ ممثل لہ کی توضیح ہے، اس لحاظ سے دونوں شعر (اپنی اپنی جگہ میں) منطبق ہیں، باقی مضمون کے اعتبار سے ایک میں منقبت اور دوسرے میں ہتک، سو! اس کا تعلق شاعر سے ہے نہ کہ ناقل سے۔

آگے صاحب تبصرہ نے ''سفینۃ البلغاء'' کے ''دروس البلاغۃ'' اور ''جواہر البلاغۃ'' سے مأخوذ ہونے کا دعوی کیا ہے۔ محض فقروں کے تطابق سے دعویٰ اخذ کرنا محتاج دلیل ہے، اور اخذ کرنا کیا عیب کی بات ہے؟

(۷): قولہ......خدا بھلا کرے دارالعلوم دیوبند کی نصاب کمیٹی کے رکن اساتذہ کا کہ انہوں نے ''مختصر المعانی'' سے قبل بطور تمہید اور زینہ اول کے اپنے نصاب میں ''دروس البلاغۃ'' جیسی مفید اور اہم کتاب کو دیر سویر مگر شامل فرمایا۔ فجزاهم الله احسن الجزاء۔ (صفحہ ۵)

(۷): اقول ......گویا صاحب تبصرہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ارباب جامعہ ڈابھیل (علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا عبدالرحمٰن امروہیؒ، مولانا بدر عالم میرٹھی اور رکن شوریٰ مولانا علی محمد تراجویؒ) نے ''سفینہ'' جیسی کتاب داخل تو کی، مگر ان کی نظر مفاسد کی طرف نہیں گئی اور بعد کے اساتذہ بھی ان خرابیوں کی گرفت نہ کرسکے۔ ''وبطلانه ظاهر ''اس لئے کہ اگر واقعہ ایسا ہی ہوتا جیسا اور جتنا تبصرہ میں پیش کیا گیا ہے تو مجھے یقین ہے کہ گذشتہ اکابر بھی برداشت نہ کرتے جیسا کہ موجودہ اکابر نے صاحب تبصرہ کے ظاہری بیان پر اعتماد کرتے ہوئے اپنی آراء کا اظہار فرمایا۔ جس کا نمونہ پیش خدمت ہے:

......آپ نے ''دروس البلاغۃ'' بھی پڑھائی ہے اور دونوں میں جو موازنہ فرمایا ہے اس کی بنیاد پر......(تأثر بر تبصرہ)...

......مولانا موصوف نے چند سالہ تدریس کے بعد جو نقد تبصرہ کیا ہے اس پر اعتماد کرتے ہوئے (تأثر بر تبصرہ)......

الحمد للہ راقم الحروف کو بھی ''سفینہ'' ایک محقق باکمال استاذ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی زید مجدہ تلمیذ محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ سے پڑھنے کا موقع ملا۔ اور بحمد اللہ پڑھائی بھی ہے۔ میں بھی اپنے اساتذہ سے علمی خوشہ چینی کی برکت سے کہتا ہوں کہ ''دروس البلاغۃ'' کی جتنی وجوہ ترجیح بیان کی ہیں ان میں سے نمبر ۳/۴/۵/تو وجوہ ترجیح ہے ہی نہیں، اور باقی میں جتنی معنویت ہے وہ بھی قارئین کے سامنے آجاتی ہے ان شاء اللہ۔ پھر ''سفینہ'' میں سوار ہونے کی وجہ بھی سمجھ میں آجائے گی۔ گو اس کا ناخدا مسلم نہیں ہے، کیونکہ منزل پر پہنچنا ہے۔

(۸): قولہ......وجہ اول تو یہ ہے کہ یہ کتاب ہماری اپنی ہے جب کہ وہ غیروں کی، (صفحہ ۵)

(۸): اقول......اس کے متعلق کلام شروع میں آچکا ہے۔

(۹): قولہ......(۲) وجہ دوم ''دروس البلاغۃ'' بمقابل ''سفینۃ البلغاء'' کے نہایت آسان ہے، اور ارشاد نبوی ﷺ ''یسرا ولا تعسرا بشرا ولا تنفرا'' کے عین مطابق ہے، جبکہ ''سفینۃ البلغاء'' زیادہ مشکل ہے، کیونکہ اس کی کوئی جامع ومکمل شرح نہیں جو اس کے مغلقات کو حل کر سکے اور اس کی تمرینات کے مراجع ومصادر کا حوالہ بھی نہیں دیا گیا ہے، حالانکہ اس سے سابقہ پڑتا ہے ایسے طلباء کو جو مبتدی ہیں اور ایسے اساتذہ کو جو نوخیز ونوآموز ہیں۔ (صفحہ ٦)

(۹): اقول......جناب محترم مبصر صاحب خود ''سفینۃ البلغاء'' کے آسان ہونے کو ابتداء میں تسلیم کر کے اسے لادینی تعلیم کے ذوق کا نتیجہ قرار دے چکے ہیں، اور اب یہاں ''دروس البلاغۃ'' کے آسان ہونے کو حدیث کے مطابق بتا رہے ہیں۔ ھٰذا الکلام ینقض بعضہ

بعضًا، گویا مطلب یہ نکلا کہ جو کتاب مشکل ہو وہ حدیث مذکور کے خلاف ہے، تو پھر کافیہ حدیث کے خلاف، شرح جامی حدیث کے خلاف وغیرہ۔ فیا للعجب۔

حدیث کا تعلق اصلاً وعظ ونصیحت یا طرز تبلیغ سے ہے، ورنہ تو جتنی کتابیں علی اختلاف الاستعداد مشکل کہلاتی ہیں سبھی حدیث کے خلاف ٹھیریں گی، پھر ''سفینہ'' کے مشکل ہونے کی عجیب علت بیان فرمائی کہ اس کی کوئی جامع ومکمل شرح نہیں ہے۔ (اور چونکہ ''دروس البلاغۃ'' کی کئی شرحیں معرض وجود میں آ چکی ہیں۔ ایک عربی میں مولانا فضل حق رامپوریؒ کی بقیہ اردو میں ہیں۔ اس لئے وہ آسان ہے) گویا جس کتاب کی شرح نہیں، بلکہ محتاج شرح ہو وہ مشکل ہے، اگر یہی بات ہے تو ''دروس البلاغۃ'' کی شرح لکھ کر اس کے مشکل ہونے کا پتہ دیا جبکہ دعوی یہ ہے کہ نہایت آسان ہے، پھر شرح کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ اور اگر صاحب تبصرہ ہی ''سفینہ'' کی جامع ومکمل شرح کر دیتے تو اشکالات ہی رفع ہو جاتے۔

(۱۰): قولہ...... (۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ حل مغلقات کے لئے ان مدرسین میں اگر مطلوبہ حوصلہ وجذبہ ہے بھی تو مدارس کے کتب خانوں میں امہات فن کی (کتابوں کی) قلت ان کی راہ میں حائل ومانع بن جاتی ہے۔ (صفحہ ۶)

(۱۰): اقول ...... یہاں صاحب تبصرہ ضمنًا یہ دعوی کر رہے ہیں کہ ''سفینہ'' کے پڑھانے والوں میں حل کرنے کا حوصلہ وجذبہ نہیں ہے۔ یہ قضیہ خود کتنا ہی مبنی بر حقیقت ہے اہل علم فیصلہ کریں، اور اگر ہے بھی تو ''مدارس کے کتب خانوں میں امہات فن کی کتابوں کی قلت'' یہ بھی محض دعوی ہے۔ کوئی مخصوص یا چھوٹے کتب خانوں کے متعلق دعوی کرے تو شاید درست ہوتا، آیا سارے ہی مدارس کے کتب خانے قلت کا شکار ہیں؟ کوئی کسی کتب خانہ

سے نالاں ہو۔ ممکن ہے، لیکن جہاں ہر فن کی کتابیں معتد بہ مقدار میں موجود ہوں مثلاً جامعہ ڈابھیل میں، وہاں اگر میں یہ کہوں تو شاید بے جا نہ ہوگا کہ کتب خانہ ہی ایسے لوگوں سے شاکی رہا جنہوں نے اس سے پورا استفادہ نہیں کیا۔

کیا عربی ادب پر قدیم کتابوں کا ذخیرہ جو بلاغت کا مأخذ و مصدر رہے، بلکہ فن ھذا پر ہی امام جاحظ، ابن قتیبہ، زمخشری اور سکاکی وغیرہم کی کتابیں نہیں ہیں؟

(۱۱): قولہ...... (۴) چوتھی وجہ ''سفینہ'' میں متعدد جگہ ایسے سوالات بھی پوچھے گئے ہیں جن کے اسباق بھی دس بیس صفحات کے بعد آنے والے ہیں، اس میں کہاں تک معقولیت ہے'' ؟(صفحہ ۶)

(۱۱): اقول ...... بر سبیل تسلیم ھٰذا تشحیذ اذہان کا مفہوم اگر معلوم ہے تو پھر ان کی تیسری وجہ میں بھی معقولت نہیں ہے۔

(۱۲): قولہ...... (۵) پانچویں وجہ: بعض اسئلہ ایسے مسائل وقواعد کے متعلق بھی ہیں جن کا ذکر پوری کتاب میں کہیں نہیں ہیں، فی الواقع یہ سوالات مطولات فن کے ہیں جن کو بے سوچے سمجھے نقل کر دیا گیا ہے۔ نقل را چہ عقل۔

(۱۲): اقول ...... اولاً یہ بھی بے سوچے سمجھے دعوی ہے کہ بعض سوالات ایسے ہیں کہ ان کا قاعدہ پوری کتاب میں ہے ہی نہیں، ہاں ایسا ہوسکتا ہے کہ کوئی سوال قاعدہ مذکورہ فی المبحث سے متعلق نہ ہو، لیکن سرے سے جملہ مباحث سے متعلق نہ ہو، دعوی بلا دلیل ہے۔

پھر اس طرح کرنا دراصل طالب بلاغت میں ارتقائی صلاحیت بیدار کرنا اور فنی اعتبار سے استعداد و مناسبت پیدا کرنا ہے۔

(۱۳): قولہ...... (۶) چھٹی وجہ یہ ہے کہ ''دروس البلاغۃ'' میں بمقابلہ ''سفینۃ البلغاء'' کے

مسائل بلا شبہ بہت زیادہ ہیں، دونوں کی فہرست مضامین پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے یہ بات بہت جلد واضح ہو جائے گی۔(صفحہ۶)

(۱۳):اقول ...... لیجئے ہم نے اصل کتاب ''دروس البلاغۃ'' پر ہی ورقًا ورقًا طائرانہ نہیں، بلکہ سائرانہ نظر ڈالی، بلکہ ''سفینہ'' کے ساتھ مقابلہ بھی کرتے چلے گئے، تو ہم نے مذکورہ تحریر کے خلاف پایا۔ وہ یہ ہے کہ معانی و بیان کے مباحث تو دونوں میں مکمل ہیں، البتہ بعض جگہوں میں اجمال وتفصیل کا فرق ہے۔مثلاً ''تعریف وتنکیر'' کی بحث اور ''اطلاق وتقیید'' کی بحث میں ''دروس البلاغۃ'' میں تفصیل ہے،اور ''سفینہ'' میں اجمال ہے، اور جیسے ''استعارات'' کی بحث میں بمقابلہ ''دروس البلاغۃ'' کے ''سفینۃ البلغاء'' میں تفصیل ہے۔ اور ''علم بدیع'' میں تقریباً تمام اقسام دو چند کے فرق کے ساتھ دونوں میں موجود ہیں۔اور ''خلاف مقتضی الظاہر'' کی جو مثالیں ''دروس البلاغۃ'' میں زائد معلوم ہو رہی ہیں وہ ''سفینۃ البلغاء'' میں ''علم بدیع'' میں ملیں گی۔

(۱۴): قولہ......(۷) ساتویں وجہ یہ ہے کہ'' دروس البلاغۃ'' میں قرآن کریم کے شواہد وامثلہ کی بہتات ہے،اوراس سے ایک دینی مدرسہ کے طالب علم کی غرض وابسطہ ہے۔
(صفحہ۶)

(۱۴):اقول ...... یہ وجہ یقینًا صحیح ہے کہ سفینہ کے مقابلہ میں دروس میں امثلہ قرآن کے زائد ہیں،لیکن دیگر کتب بلاغت کی طرح اس میں معروف مثالیں کلام عرب سے ہی پیش کی گئی ہیں۔جیسا کہ اس کے برعکس ''سفینہ'' میں امثلہ وشواہد زیادہ تر کلام عرب سے پیش کئے گئے ہیں،لیکن قرآن کی مثالیں بھی بالضرور موجود ہیں، اس کی وجہ قطع نظر اس کے مؤلف سے یہ ہے کہ وسائل میں سے کسی فن کی کتابوں میں قواعد کے لئے استدلال و

استشہاد قدیم کلام عرب سے پیش کیا جاتا ہے اس لئے کہ فہم معانی کے لئے ان کے کلام کو حجت قرار دیا گیا ہے۔ نیز قاعدہ پر اشکال وجواب، دخل ودفع اور رد وقدح سے قواعد کی جو تنقیح کی جاتی ہے اس کے لئے قرآن کا ادب ذرا مانع بنتا ہے کیونکہ قرآن اللہ کا کلام ہے جو اگرچہ قواعد عرب کے مطابق ہے لیکن خود اس کا تابع ہرگز نہیں ہے، اسی لئے بعض مواقع عام عربی قواعد سے بالاتر بھی ہے۔

(۱۵): قولہ...... الغرض جب کہ ایک طرف مؤلف اپنی کتاب کے مقدمہ میں "طلب الی ان اضیف الی مصنفاتی کتابًا فی البلاغة یغنیه عما سواه من کتب وضعها القوم فأتیت بهذه الخلاصة" الخ (ص ۷)

(۱۵): اقول ...... مؤلف کے طرز تالیف سے اس کا اپنا یہ تصور ہے کہ طالب بلاغت کے لئے ضرورت کے درجہ میں یہ رسالہ کافی ہوگا، اسے بقدر ضرورت معلومات کے لئے مطولات کے کھنگالنے کی حاجت نہیں آئے گی۔ باقی جو شخص اتقان واستحکام اور زیادت کا طالب ہو وہ فن کی دوسری چھوٹی بڑی کتابوں سے کب مستغنی ہوسکتا ہے جیسا کہ دوسرے فنون کے مؤلفین میں بھی اس طرح ہوا کرتا ہے۔ مثلا صاحب علم الصیغہ نے بھی اس طرح کی بات لکھی ہے، اس لئے یہ عبارت کوئی موجب اشکال نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ جامعہ نے جو نسخہ طبع کرایا ہے اس میں مذکورہ عربی عبارت بھی نہیں ہے، پھر خدشہ کی کیا بات ہے؟

الغرض کسی زمانہ میں لوگ مطول کو بآسانی حل کر لیتے تھے لیکن مصنف ہی کے زمانہ میں اتنا فرق آ گیا کہ صاحب مطول کو "مختصر المعانی" لکھنی پڑی، جس نے بلاغت کی دنیا میں وہ قدم جمایا کہ آج تک تعلیماً وتعلماً اس سے استفادہ کیا جا رہا ہے۔ شرح وتحشیہ سے اس کی

مختلف خدمتیں کی جارہی ہیں، لیکن استعداد کی کمزوری نے اسی ''مختصر المعانی'' کو جب مطول کے قائم مقام سمجھ لیا تو علماء اسلام اور اکابر امت نے ضرورت محسوس کی کہ اس فن پر کوئی چھوٹا سا رسالہ جو فن کے بنیادی مباحث پر مشتمل ہو، اسے بطور تمہید داخل نصاب کیا جائے تاکہ مختصر المعانی کا سمجھنا سہل ہو جائے۔ اسی زمانے میں یعنی انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں سہل، جدید اور مفید انداز میں نحو، صرف، ادب و بلاغت وغیرہ علوم پر بیسیوں کتابیں معرض وجود میں آئیں، چنانچہ فن بلاغت پر مشتمل متعدد کتابوں میں انتخاب کی ضرورت پیش آئی کہ کتاب سہل العبارت ہونے کے ساتھ نہ بہت مجمل ہو کہ الغاز (چیستاں) بن جائے اور نہ ہی اس میں تطویل ہو، نیز اس سے معیار تعلیم بھی بلند رہے ان امور کا لحاظ رکھتے ہوئے ارباب نظر کی نظر انتخاب ''سفینۃ البلغاء'' پر پڑی جو کامل، مفید اور دلچسپ ثابت ہوئی، جو ۶۵/سال سے جامعہ میں داخل درس ہے۔ (روداد جامعہ اردو ۱۳۵۵ھ) کیونکہ:

(۱)...... کتاب کا ہر مبحث سہل انداز میں پیش کیا گیا ہے جس سے قواعد کا ذہن نشین کرنا آسان ہے۔

(۲)...... قواعد کے امثلہ وشواہد زیادہ تر اشعار قدیمہ اور جملوں سے بھی پیش کئے گئے ہیں۔

(۳)...... ہر سبق طالب کے ذہن میں جاگزیں ہو جائے اس کے لئے ہر مبحث کے آخر میں سوالات دئے گئے ہیں، درس کے بعد اسئلہ کی افادیت کا کون منکر ہو سکتا ہے، پھر سوالات بھی مختلف ڈھنگ سے کئے گئے ہیں، یہ خود بھی طالب کے لئے ذہن کشا ہے۔ جبکہ ''دروس البلاغۃ'' میں سوالات کا خانہ ہی نہیں ہے، لیکن اس کے مفید ہونے کی وجہ سے صاحب دروس البلاغۃ کو خاتمہ میں یہ ''ینبغی للمعلم ان یناقش تلامذته فی مسائل کل

مبحث شرحه لهم من هٰذا الباب ليتمكنوا من فهمه جيدًا ، فاذا راى منهم ذالک سألهم مسائل اخرى يمكنهم ادراكها مما فهموه'' لکھ کر معذرت کرنے پڑی۔

(۴)......اسئلۃ کے بعد تمرینات ہیں۔سبق کے بعد تمرین کا ہونا جس سے قواعد کا اجراء ہو جائے کس قدر اہم ہے، وہ ماہر تعلیم پر عیاں ہے۔

(۵)......پھر تمرین دو طرح سے پیش کی ہے: ایک نثر میں اور ایک نظم میں، جس کے حل کرنے سے عربیت کا ذوق ابھرتا ہے، نیز تمرین اول عرب کے قدیم و جدید محاوروں اور امثال پر مشتمل ہے جس سے عربی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔اور تمرین ثانی میں مختلف مذاق کے اشعار ہیں، جو دلچسپ ہیں۔جبکہ ''دروس البلاغۃ'' دامن تمرین سے عاری ہے۔ جب اسئلہ وتمارین کے ہوتے ہوئے اس سے پہلو تہی کی جاتی ہے تو جس کتاب میں سرے سے تینوں نہ ہوں، اس میں طلبہ کی نفع رسانی کے لئے کتنی زحمت گوارہ کریں گے۔ یہ تو وقت بتائے گا۔

(۶)......ان تمارین میں بعض احادیث اور سلف کے اقوال، بلکہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے اشعار بھی ہیں۔

(۷)......جگہ جگہ بحث سے متعلق مستقل اہم فوائد اور تنبیہات وغیرہ موجود ہیں، یہ چیز بھی ''دروس البلاغۃ'' میں نہیں ہے جیسا کہ خود اس کے مؤلف نے اپنے مقدمہ میں لکھا ہے،

(۸)......بعض وجوہ احتساب کے ضمن میں آ گئے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس زمانہ میں جن اکابر نے ''سفینۃ'' کو داخل نصاب کیا اور اب تک پڑھتے پڑھاتے چلے آ رہے ہیں وہ نسخہ صاحب تبصرہ کے بیان کردہ آلائشوں سے صاف ہے۔اور جو چیز موجب خلجان ہے اس کی حقیقت واضح کر دی گئی۔اور مذکورہ بالا خصوصیات

کی وجہ سے ہنوز نا قابل فہم بھی نہیں ہے کہ نصاب سے خارج کرنے کا مشورہ اور رائے طلب کی جائے اور جب قوی اتنے کمزور ہوجائیں کہ سفینہ میں سوار نہ ہو سکے تو میرا خیال ہے کہ شاید دروس میں حاضری بھی مشکل ہوجائے گی ۔ بلکہ زمانہ کے تقاضہ کے اعتبار سے کسی اور شئ کا انتظام کیا جائے گا۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان

رشید احمد فریدی

مدرس مدرسہ مفتاح العلوم تراج

۱۲ر صفر ۱۴۲۱ھ

راقم کا مختصر عریضہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم مولانا رشید احمد صاحب مدظلہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے دو گرامی نامے سفینہ پر دروس کی فوقیت کے سلسلہ میں موصول ہوئے تھے، اسی وقت چند باتیں جواباً ذہن میں آئی تھیں، مگر جواب دینا اس لئے نامناسب لگا کہ میں آپ کی رائے سے پورے طور پر متفق نہ تھا، اور اپنی رائے کے اظہار میں سفینہ کی فوقیت کا اظہار لازم آتا تھا اور چونکہ میں سفینہ پر کچھ شرح وحاشیہ کا کام کر چکا تھا، چونکہ اس میں اپنی کاوش کی من وجہ بڑائی پائی جاتی تھی، اب جبکہ سفینہ کی شرح دوسری مرتبہ طباعت کے لئے تیار ہے تو مناسب سمجھا کہ چند باتیں عرض کردوں، اس لئے کہ اکثر باتیں، مفتی رشید صاحب کے احتساب اور حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہم کے گرامی نامہ میں آچکی ہیں۔

یہ میری رائے ہے ضروری نہیں آپ یا ناظرین اس سے اتفاق فرمائیں۔

نمبرات میں آپ کی رائے لکھ کر ''ج'' سے اپنی بات عرض کروں گا۔

(ا)......مگر اس کی بعض باتیں ہماری خالص اسلامی فکر اور ٹھیٹ دینی عقیدے سے ہم آہنگ نظر نہیں آرہی ہیں۔

(ج)......بعض باتیں تو ہماری کتابوں میں بھی خالص اسلامی فکر اور ٹھیٹ دینی عقیدے سے ہم آہنگ نظر نہیں آرہی ہیں، جیسے امام طحاوی رحمہ اللہ نے اپنی معرکۃ الآراء اور مشہور زمانہ کتاب ''معانی الآثار'' میں حضرت اسحاق علیہ السلام کے متعلق ذبیح ہونے کی روایت

نقل فرمائی ہےاوراس پرکوئی کلام تک نہیں فرمایا۔کیاہمارایہ عقیدہ ہے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام ذبیح ہیں؟ یہ عقیدہ تو خالص یہودیت کا ہے۔کیااس کی وجہ سے ''طحاوی شریف'' بھی درس سے نکال دی جائے گی۔

''وفدی اسحق عند الظهر فصلى ابراهيم عليه السلام اربعا فصارت الظهر''

(طحاوی ص۱۲۹،باب الصلوۃ الوسطی ای الصلوات)

اسی طرح صاحب جلالین نے''تلك الغرانيق العلى ''جیسی موضوع ومن گھڑت روایت نقل کی ہے۔کیااس روایت سے رسالت کی عظمت وعصمت پرغلطی کا شبہ نہیں ہوتا، اب کیا''جلالین'' کے لئے بھی یہ تحریک چلائی جائے گی کہ اسے نصاب سے خارج کر دیا جائے۔

اس کی بکثرت مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں،طوالت کے خوف سے ترک کرتا ہوں۔

(۲)......وجہ اول تو یہ ہے کہ یہ کتاب ہماری خود اپنی ہے،جبکہ وہ غیروں کی۔

(ج)......''متنبّی''و''حماسہ'' کا ذکرآچکا ہے۔''المنجد'' سے علماءدیوبند میں سے شاید کوئی ہو جواستفادہ نہ کرتا ہو۔کیاہمارے مسلمان مصنفین کی کوئی مفیدوکامل لغت نہیں؟

مستشرقین کی ایک جماعت نے''ڈاکٹر وینسنک'' کی سربراہی میں سات ضخیم جلدوں پر مشتمل ایک مفصل کتاب مرتب کی ہے،جس کا نام ہے''المعجم المفهرس لا لفاظ الحديث النبوى ''،جس میں انہوں نے صحاح ستہ،مؤطاامام مالک،سنن دارمی اورمسند احمد کی احادیث کی فہرست مرتب کی ہے،اوراس کا طریقہ یہ ہے کہ حروف تہجی کے حساب سے انہوں نے ہرلفظ کے تحت یہ بیان کیا ہے کہ یہ لفظ کون سی حدیث میں آیا ہےاوروہ حدیث کہاں کہاں مذکور ہے،البتہ اس کتاب میں یہ لوگ احادیث کے استیعاب پر قادرنہیں

ہو سکے بلکہ بہت سی احادیث چھوٹ گئی ہیں، پھر اسی کتاب کی ایک تلخیص ''وینسنک'' ہی نے ''مفتاح کنوز السعادۃ'' کے نام سے شائع کی ہے جو مختصر ہونے کی وجہ سے انتہائی مفید ہے اور ہر طالب علم کے لئے ناگزیر ہے۔ (درس ترمذی)

ذرا غور کیجئے! غیر کی کتاب کے بارے میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کیا فرماتے ہیں ''ہر طالب علم کے لئے ناگزیر ہے''۔

(۳)......ارشاد نبوی ''یسرا ولا تعسرا ' بشرا ولا تنفرا '' کے عین موافق ہے جبکہ ''سفینۃ'' زیادہ مشکل ہے۔

(ج)......''یسرا ولا تعسرا ' بشرا ولا تنفرا'' کی وجہ سے داخلِ نصاب کی کئی کتابیں خارج نصاب کرنی پڑیں گی؟ کیا: کافیہ' شرح جامی' بیضاوی' مختصر المعانی' حسامی' سب آسان ہیں؟

(۴)......ساتویں وجہ یہ ہے کہ ''دروس البلاغۃ'' میں قرآن کریم کے شواہد وامثلہ کی بہتات ہے، اور اسی سے ایک دینی مدرسے کے طالب علم کی غرض وابستہ ہے۔

(ج)......سفینہ میں بھی قرآن کریم کی آیات واحادیث نبوی ﷺ کئی جگہوں پر استدلال میں پیش کی گئی ہیں۔

(۵)......الفاظ سے اپنے مشہور عقیدہ........کا پرچار کیا۔

(ج)......سفینہ میں بے شمار مثالیں اور عبارات ایسی بھی ہیں جن میں خالص توحید بیان کی گئی ہے۔ مثلاً ''ان الرب الٰہ عظیم ' الاذن تسمع ' والعین تبصر ' والرب صنع کلتیھما' قال الجاھل فی قلبہ : لیس الہ' ان للرب الارض وملأھا' الا کل شئی ماخلا اللہ باطل' الرب اعطی والرب اخذ ، فلیکن اسم الرب مبارکا''

آپ کے تبصرہ کو پڑھ کر ایک صاحب نے یہاں تک کہہ دیا کہ اس سے طالب علم عیسائی مذہب سے متأثر ہوسکتا ہے اور گمراہی کا خطرہ ہے۔

(ج)......سوال یہ کہ اب تک کتنے طلباء اس کتاب کو پڑھ کر عیسائی ہوئے، یہ سب رجما بالغیب باتیں ہیں۔

کیا کئی ندوی علماء وفضلاء، مودودی وغیر مقلد نہ بنے؟ کیا انہوں نے ندوہ میں کوئی ایسی ہی کتاب پڑھی ہے؟ ان کے ان عقائد سے متأثر ہونے میں ندوہ کے نصاب کا کیا قصور۔

مولوی روشن خان، مولوی سرور الدین، دونوں قاسمی ہیں، مگر عقائد قادیانی سے نہ صرف متأثر ہوئے بلکہ قادیانی ہوکر ہی رہیں۔ ثناء اللہ امرتسری دیوبند کا فاضل تھا، مگر کیا بنا؟ تفصیل کے لئے دیکھئے! ''عذاب اللہ علی ثناء اللہ'' اور ''فتح مکہ'' اور ''فیصلہ مکہ''۔

ڈاکٹر عثمانی فاضل بنوری ٹاؤن و وفاق المدارس، نے ''گھر کے چراغ''، لکھی جو حضرت بنوری رحمہ اللہ کے خلاف واہی تباہی باتوں کی بھرمار سے بھری ہوئی ہے۔ ان حضرات نے تو ''سفینہ'' پڑھی بھی نہیں۔

حضرت مولانا! اب زمانہ یہ آگیا ہے اپنی رائے پر اس قدر زور کہ سارے میری ہی رائے مانے، اس لئے اپنی تحقیق و رائے کا ایک بار اظہار کرلے پھر اس پر اس قدر اصرار کے سارے ہی میری رائے سے متفق ہوں، اس نظریہ کے اصلاح کی ضرورت ہے۔

یہ چند باتیں جلدی میں عرض کردی گئی ہیں، امید کہ کوئی بات آپ کی شان کے خلاف آگئی ہو تو دل سے معاف فرمادیں گے۔ میری اس تحریر پر آپ مواخذہ بھی فرمائیں گے تو آئندہ کوئی جواب یا رائے سے معذور ہوں۔ فقط

مرغوب احمد لاجپوری

’’تحفۃ الطلباء شرح سفینۃ البلغاء‘‘ پر ماہنامہ ’’ریاض الجنہ‘‘ کا تبصرہ

تبصرہ از: مولانا عبد الرشید قاسمی

’’تحفۃ الطلباء شرح سفینۃ البلغاء‘‘

نام کتاب:	’’تحفۃ الطلباء شرح سفینۃ البلغاء‘‘ ....
جزءاول:	شارح: مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری ....
جزء ثانی:	شارح: مولانا ثمیر الدین صاحب قاسمی ....
قیمت:	۶۰؍روپئے ....
صفحات:	۲۳۳؍ ....
مجلد:	جلد دیدزیب ....

کوئی بھی زبان ہواس کے لئے فصاحت و بلاغت ایک قیمتی چیز ہے، جس سے جہاں ایک طرف متکلم کی بات صاف صاف سمجھ میں آجاتی ہے وہیں سننے والوں پر متکلم کی ذات بھی مؤثر ہوتی ہے، اورکلام کا مطمح نظر بھی یہی ہوتا ہے ؎

سمجھ میں صاف آجائے فصاحت اس کو کہتے ہیں
اثر ہو سننے والے پر بلاغت اس کو کہتے ہیں

انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو اللہ تعالی نے دعوت و اصلاح کے لئے مبعوث فرمایا، اسی کے ساتھ ہر ایک کو زمانۂ حال کے مطابق معجزات سے بھی سرفراز کیا تا کہ منکرین پر حجت قائم ہوجائے ، خاتم المرسلین ﷺ کے زمانہ میں فصاحت و بلاغت بام عروج پر پہونچی ہوئی تھی، اسی لئے اللہ نے آپ کو فصاحت و بلاغت کے انتہائی اعلی درجہ پر فائز فرمایا

عرب کے فصحاء و بلغاء جن کو اپنی فصاحت و بلاغت پر بہت فخر تھا' انگشت بدنداں ہوگئے۔ ایسے ہی مواقع پر جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ((ان من البیان لسحرا))

آپ ﷺ کی بعثت جب ہوئی ہے اس وقت عربوں کا سکۂ رائج الوقت فصاحت و بلاغت تھی، اس لئے پروردگار عالم نے قرآن کریم جیسا کلام معجز عطا فرمایا، اور خود آپ ﷺ کو عربوں میں سب سے بڑا فصیح و بلیغ بنا دیا، آپ نے فرمایا: ((انا افصح العرب ' بید انی من قریش))

علوم بلاغت کی پہلی تصنیف جعفر بن یحی برمکی کی ہے، متوفی ۱۸۷ھ۔ آپ کے بعد علامہ جاحظ متوفی ۲۵۵ھ کی معرکۂ آراء تصنیف '' البیان والبنین'' منصۂ شہود پر آئی، مگر ان کتابوں کو درس نظامیہ میں وہ مقام نہیں مل سکا جو ابو یعقوب سکاکیؒ کی '' مفتاح العلوم'' اور علامہ جلال الدین قزوینی کی '' تلخیص المفتاح'' اور علامہ تفتازانی کی '' مختصر المعانی'' کو ملا، جو کم از کم برصغیر کے اکثر مدارس میں داخل نصاب ہیں۔ یہ تصانیف آٹھویں صدی میں معرض وجود میں آئیں تھیں۔

ادھر چند سالوں میں تبدیلی نصاب کی تحریک نے زور پکڑ لیا، کچھ اصحاب قلم نے حالات زمانہ کے مطابق '' البلاغۃ الواضحۃ' دروس البلاغۃ'' اور '' سفینۃ البلغاء'' کی تصنیف فرمائی۔ '' سفینۃ البلغاء'' چند قلم کاروں کی کوشش کا سرمایہ ہے، جو غالبا عیسائی تھے، کیونکہ مقدمہ نگار حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی نے لکھا ہے کہ اس کا قدیم نسخہ مصر کے عیسائیوں کے مدرسہ کا چھپا ہوا ہے۔ یہ کتاب جامعہ ڈابھیل سملک گجرات میں ۱۳۵۷ھ میں داخل نصاب کی گئی تھی، اس وقت سے جامعہ کے نصاب میں ہے، اس کی دوبارہ طباعت جامعہ نے مئو سے کرائی ہے۔ افادیت کے خاطر '' مختصر المعانی'' سے پہلے پڑھائی

جاتی ہے۔مقدمہ نگار نے یوں تعریف فرمائی ہے:

’’واقعۃً اگر اس کی تمرینات کو اچھی طرح حل کیا جائے اور کرایا جائے تو بہت مفید کتاب معلوم ہوتی ہے، لیکن اس کتاب کے حل کے لئے اب تک کسی دلیل اور راہبر یا شرح کا علم نہیں، اس لئے اس کی ضرورت تھی کہ اس کی کوئی شرح لکھے، مجھ سے بھی بعض شاگردوں نے اس کا مطالبہ کیا، اس لئے کہ میں نے بھی یہ کتاب کئی سال جامعہ ڈابھیل میں پڑھائی تھی، لیکن مجھے اس کا موقع نہیں مل سکا۔ یہ سعادت کچھ اور لوگوں کے حصہ میں تھی‘‘۔

یہ شرح دو عالموں کی محنت کا ثمرہ ہے۔علم معانی کا حصہ مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری کا لکھا ہوا ہے۔موصوف گجرات کے سابق مفتیٔ اعظم حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری رحمہ اللہ کے پوتے ہیں، اور آپ نے جامعہ ڈابھیل سے کسب فیض کیا ہے۔علم بیان اور علم بدیع والا حصہ مولانا ثمیر الدین صاحب کی قلمی کاوش کا نتیجہ ہے۔

دونوں مؤلفوں نے بڑی جانفشانی اور قلبی لگاؤ سے کتاب کو حل کرنے کی کوشش کی ہے، صاف شستہ زبان میں ترجمہ ہوا ہے، پھر سونے پر سہاگہ یہ ہوا کہ دونوں نے طباعت سے پہلے اپنے مربی اور استاذ مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہ کی خدمت میں کتاب کا مسودہ پیش کیا، مولانا نے حرفاً حرفاً پڑھا اور اصلاح بھی فرمائی، اس طرح شرح بھی لفیف من الاساتذہ ہوگئی۔ اللہ تعالی شرح کو قبولیت عامہ اور افادہ عامہ سے نوازے۔طلبہ ہی نہیں بلکہ اساتذہ کے لئے بھی مفید ہے۔طباعت بھی عمدہ ہوئی ہے۔کاغذ بھی اعلی درجہ کا استعمال ہوا ہے۔ٹائٹل بھی دل کش، جلد سازی بھی اچھی۔کتاب تعریف سے بالاتر ہے۔ پڑھنے اور استفادہ کرنے سے تعلق رکھتی ہے۔(ماہنامہ ’’ریاض الجنۃ‘‘ ستمبر ۱۹۹۷ء۔ص ۴۳و۴۴)